THE POETIC SECTIONS OF THE HOLY SCRIPTURES

Job, Psalms, Proverbs, Ecclesiastes, and Song of Songs

REVEREND T.L. SCOTT, D.D.

پاک کلام کے منظومی حصے

ایوب، زبور، امثال، واعظ اور غزل الغزلات

جناب علامہ ٹی۔ ایل۔ اسکاٹ صاحب

1924

THE POETIC SECTIONS OF THE HOLY SCRIPTURES

Namely,

Job, Psalms, Proverbs, Ecclesiastes, and Song of Songs

Reverend T.L. Scott, D.D.

This was organized by Reverend T.L. Scott, D.D., in 1924 for students, seminaries, Christian teachers, preachers, and students of the Holy Scriptures. Published by Master Ghaznfar B.A., Owner and Manager of Khurshid Press, Gujranwala.

پاک کلام کے منظومی حصے

یعنی

ایوب، زبور، امثال، واعظ اور غزل الغزلات

کا دیباچہ

جلد دوئم

جس کو پادری ٹی۔ ایل۔ سکاٹ۔ ڈی۔ ڈی نے طلبہ سیمنری مسیحی استادوں، منادوں اور کلام پاک کے طالب علموں کے لیے 1924ء میں اہتمام ماسٹر غضنفر بی۔ اے علیگ مالک و مینجر خورشید پریس گوجرانوالہ طبع شد۔

پاک کلام کے منظومی حصے

یعنی

ایوب، زبور، امثال، واعظ اور غزل الغزلات

کا دیباچہ

جلد دوئم

جس کو پادری ٹی۔ ایل۔ سکاٹ۔ ڈی۔ڈی نے طلبہ سیمنری مسیحی استادوں، منادوں اور کلام پاک کے طالب علموں کے لیے 1924ء میں اہتمام ماسٹر غضنفر بی۔ اے علیگ مالک و مینجر خورشید پریس گوجرانوالہ طبع شد۔

پاک کلام کا منظومی

حصہ

بائبل ایک نہایت ہی عجیب کتاب ہے۔ کیونکہ یہ سب دینی و دُنیاوی علوم کا سرچشمہ ہے۔ اور انسان کی روحانی اور جسمانی زندگی کی خوبی، عمدگی اور مبارک حالی اس پر مبنی ہے۔ چنانچہ (۲۔ تیمتھیس ۳:۱۶۔۱۷) میں مرقوم ہے کہ "ہر ایک صحیفہ جو کہ خُدا کے الہام سے ہے۔ تعلیم اور اصلاح اور راستبازی میں تربیت کرنے کے لیے فائدہ مند بھی ہے۔ تاکہ مردِ خدا کامل بنے اور ہر ایک نیک کام کے لیے تیار ہو جائے"۔ لہٰذا اس کتاب کا خاص مقصد انسان کی نسبت یہ ہے کہ وہ خُدا کو پہچانے اور اس کی مرضی سے واقف ہو کر اس کو اپنی مرضی میں پورا کرے اور دوسروں میں بھی اسے پورا کرنے کی کوشش کرے۔ اس لیے خُداوند مسیح نے جو کہ انسان کا نجات دینے والا اور کامل کرنے والا ہے۔ بعض کو رسول اور بعض کو نبی اور بعض کو مبشر اور بعض کو چرواہے اور بعض کو استاد بنا کر دے دیا ہے۔ تاکہ مقدس لوگ کامل بنیں۔ اور خدمت گزاری کا کام کیا جائے۔ اور مسیح کا بدن یعنی کلیسیا ترقی پائے جب تک ہم سب کے سب خدا کے بیٹے کے ایمان اور اس کی پہچان میں ایک نہ ہو جائیں اور کامل انسان نہ بنیں یعنی مسیح کے پورے اندازے کے قد تک نہ پہنچ سکیں۔

جب کہ خُدا نے اپنی عجیب محبت کے سبب سے ہماری ہی خاطر یہ سب کچھ کیا تو لازم ہے کہ ہم ان سب باتوں پر خوب غور کریں تاکہ ہم کسی بات میں ناقص نہ رہیں بلکہ خُدا کی مرضی کو پورے طور پر سمجھیں اور اس طرح اس کے مقصد کو پورا کریں۔

نور الہدیٰ

باب اوّل

پاک کلام کے نظمی حصے کے بیان میں

سوال نمبر۔1:۔ پاک کلام کے نظمی حصے کی تشریح کرو۔

جواب:۔ کتاب مقدس کے نظمی حصے میں پانچ کتابیں پائیں جاتیں ہیں یعنی ایوب، زبور، امثال، واعظ اور غزل الغزلیات۔ یہ پانچ کتابیں جن کو یہودیوں نے (پینٹی ٹوک) کہ موسیٰ کی پانچ کتابوں کی مانند خُدا کا مقصد انسان کے بارے میں سلسلہ وار پیش کرتی ہیں۔ یہودی اس نظمی حصے کو کما یعنی دانائی کا مجموعہ بھی کہا۔ اور اس حصے میں دو خاصیتیں پائی جاتی ہیں۔

اوّل:۔ وہ دانائی جو ان کتابوں میں پائی جاتی ہے۔ کامل ہونے کے سبب سے لا تبدیل اور پائیدار ہیں۔ انسانی علوم کی تبدیلی اکثر ہوا کرتی ہے اور ہو جاتے بھی ہیں۔ کیونکہ وہ در حقیقت ناقص اور ناتمام ہیں۔ لیکن وہ علم یا دانائی جو خُدا کے طرف سے ہے۔ وہ علم ہر زمانے کے لوگوں کے لیے مفید اور کارگر ہے، کیونکہ وہ دائمی ہے۔

(یعقوب ۳:۱۷) میں اس دانائی کی یوں تعریف کی گئی ہے "مگر جو حکمت اُوپر سے آتی ہے اوّل تو وہ پاک ہوتی ہے۔ پھر ملنسار، حلیم اور تربیت پذیر، رحم اور اچھے پھلوں سے لدی ہوئی۔ بے طرف دار اور بے ریا ہوتی ہے"۔ خُدا کا خوف اس دانائی کا شروع ہے۔ اور وہ خُداوند یسوع مسیح میں تکمیل پاتی ہے۔ جو اس دانائی کے حصول میں مصروف رہتا ہے۔ وہ کبھی شرمندہ نہ ہو گا۔

دوئم:۔ ان کتابوں کی خاص نسبت توریت اور صحائفِ انبیا کی طرح قوموں سے نہیں بلکہ یہ شخصی ہیں۔ اور ان کی غرض یہ ہے کہ ہر ایک شخص کی زندگی ایسی آراستہ کی جائے کہ وہ خُدا اور آدمیوں کے نزدیک مقبول اور پسندیدہ ٹھہرے، نیز کہ وہ مقبولیت میں ترقی کرتا جائے۔ لازم ہے کہ ہم ان پانچ کتابوں سے اس مقبولیت اور ترقی کرتا جائے لازم ہے کہ ہم ان پانچ کتابوں سے اس مقبولیت اور ترقی کا طریقہ سیکھیں۔ اور ان کتابوں پر علیٰحدہ علیٰحدہ ایسا غور کریں کہ ان کا اثر ہماری زندگی پر ہو کہ ہم خُدا اور انسان کے نزدیک مقبولیت میں ترقی کرتے جائیں تاکہ ہم کامل انسان یعنی مسیح کے پورے قد تک پہنچ جائیں۔

سوال۔2:۔ ان پانچ کتابوں کا خلاصہ الگ الگ بیان کریں؟

جواب:۔ ان پانچ کا مقصد دریافت کرنے اور ان کی ہدایت کرنا اور ترقی سے فائدہ اٹھانے کے لیے ضروری ہے کہ باسلسلہ ان کی تعلیم کا مطالعہ کریں۔ یعنی اس تعلیم کا جو کہ رُوح القدس ہم کو سکھانا چاہتا ہے۔

ایوب کی کتاب کا خلاصہ

یہ زیادہ مفید اور انسب (زیادہ مناسب) معلوم ہوتا ہے کہ کلامِ مقدس کے اس حصے کا مطالعہ ایوب کی کتاب سے شروع کیا جائے۔ کیونکہ یہ کتاب دکھاتی ہے کہ خُدا کل عالم کا منتظم ہے اور اس کو انسان سے ایک خاص نسبت ہے۔ اور کہ وہ نیکوکاروں کا شاملِ حال ہو کر ان کی حفاظت کرتا اور ان کے واسطے برکتوں کا بانی ہے۔ ایوب کی کتاب صرف خُدا ہی کا نہیں بلکہ ایک اور ہستی کا بھی ذکر کرتی ہے۔ جو کہ دُنیا کا منتظم ہونے کا دعویٰ کرتی

ہے۔ اور وہ ہے شیطان جو کہ نبی اللہ کے درمیان آکر خُداوند کے حضور حاضر ہوا۔ اور خُداوند نے اس سے پوچھا کہ تو کہاں سے آیا ہے تو اس نے جواب دیا کہ میں زمین کے اِدھر اُدھر سے سیر کرکے آیا ہوں۔

اس طرح یہ کتاب دُنیا کے دو منتظموں کا جن کے مابین نااتفاقی ہے کا ذکر کرتی ہے اور چونکہ خُدا اکیلا قادرِ مطلق ہے۔ شیطان کو اس کے زیرِ حکومت رہنا پڑتا ہے۔ تو بھی وہ حتیٰ المکان انسان کو بگاڑ کر اس میں خُدا کی نسبت مخالفت پیدا کرتا ہے۔ یہ کتاب اس جنگِ مقدس کی وجہ بتاتی ہے۔ جس کے باعث انسانوں میں ناچاقی ہو جاتی ہے۔ اور ابتری کی حالت میں پڑ جاتے ہیں۔ پیدائش کے تیسرے باب میں مندرج ہے کہ شیطان کی شکل اختیار کرکے اپنا کام دُنیا میں شروع کیا۔ اور اگرچہ خُدا نے اسی وقت اسے ذلیل کر دیا۔ تو بھی وہ اپنا کام اب تک جاری رکھے ہوئے ہے اور قدرے کامیاب بھی ہے۔ اس کتاب کا خاص مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو خُدا کی نسبت اس کے فرائض واقف کرادے یعنی اگر وہ خُدا کے منصوبوں سے رہائی پاکر روحانی اور جسمانی برکات سے مالامال کیا جائے گا۔ لہٰذا یہ کتاب ایک شخص بنام ایوب کی زندگی ہمارے سامنے لاکر یہ ثابت کرتی ہے کہ انسان اپنی مخصوص زندگی سے مقبولیت حاصل کر سکتا ہے اور کہ وہ اپنی دُعا اور شفارش سے اوروں کے لیے معافی اور برکت کا باعث ٹھہر سکتا ہے۔

(2)

زبور کی کتاب کا خلاصہ

ایوب اگرچہ خُدا کی تعظیم کرتا اور اپنے آپ کو وفادار ظاہر کرتا تھا۔ تو بھی اس بات سے ناواقف معلوم ہوتا ہے کہ خُدا کے حضور اس کی رسائی کیونکر ہو سکتی تھی؟ چنانچہ (ایوب ۲۳: ۳) میں پکارتا ہے کہ "کاش کہ مَیں جانتا ہوں کہ وہ مجھ کو کہاں مل سکتا ہے۔ تو مَیں اس کی مسند تک جاتا"۔ زبور کی کتاب اس بات کو حل کرتی اور بتاتی ہے کہ ہماری رسائی اس کے حضور کس طرح ہو سکتی ہے؟ ایوب نے خیال کیا کہ خُدا دور ہے اور انسان کی حالت سے ناواقف ہے۔ لیکن زبور کی کتاب خُدا کو نزدیک ظاہر کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ خُداوند یعنی یہواہ یعنی صادقوں کی راہ جانتا ہے۔ پر شریروں کی راہ نیست و نابود کرتا ہے۔ وہ نا صرف جانتا بلکہ اس پر ظاہر کرتا ہے۔ لیکن زبور کی کتاب نا صرف راہ ہی دکھاتی ہے۔ بلکہ ہم کو خدا کے حضور لے جا پہنچتی ہے۔ کیونکہ وہ الوہیم کو یہوواہ کی حیثیت میں پیش کرکے بتاتی ہے کہ وہ اپنے گھر میں سکونت کرتا ہے اور ہم بھی اس کے ساتھ سکونت کر سکتے ہیں۔ یہ کتاب صرف یہوواہ ہی کو پیش نہیں کرتی بلکہ اس کی صفات کو بھی ایسے ہی طریقے سے پیش کرتی ہے۔ کہ ہم ان سے متاثر ہو کر نا صرف خود ہی اس کی پرستش کرتے بلکہ اوروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے ہیں۔ یہ کتاب نہ صرف خُداوند کی حمد کے فرائض اور طریقے سکھلاتی ہے۔ بلکہ رُوح القدس کی طرف سے حمد کا ایک مقرر کردہ اور صحیح طریقہ ہے۔ جس میں کسی قسم کا نقص مطلقاً نہیں پایا جاتا۔ یہ کتاب ہم کو آوارہ گردی میں نہیں چھوڑتی بلکہ راہ راست پر لاکر ہماری رہبری کرتی ہے۔

(3)

سلمان کی امثال کا خلاصہ

ایوب اور زبور کی تعلیم کے علاوہ خُدا کی حضوری میں رسائی حاصل کرنے کے لیے ایک اور بات کی بھی ضرورت ہے۔ اور وہ ضروری بات امثال کی کتاب میں ہے کہ نہایت ہی لازم اور واجب ہے کہ ہمارا سلوک اپنے ہم جنسوں کے ساتھ بلکل ٹھیک اور درست ہو۔ کیونکہ تاوقت انسان اپنے

ہم جنسوں کے حقوق پورے طور پر ادا نہ کرے وہ ہر گز خُدا کی رضامندی کسی طور پر حاصل نہیں کر سکتا چنانچہ امثال کی کتاب کا خاص مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ظاہر کرے دانائی کا استعمال کیوں کر کیا جائے تاکہ ہم کو وہ دینداری حاصل ہو جو کہ خُدا باپ کے آگے پاک اور بے عیب ہے۔ اور ہم کو وہ طاقت نصیب ہو کہ ہم اس شریر کے سارے جلتے تیروں کو بجھا کر قائم رہیں۔ اور راست گوئی اور راستبازی کی سب باتوں کو عمل میں لا کر اس راستی کے شہزادے کے پیرو ہو جائیں جس کا ذکر اس کتاب میں ہے۔

(4)

واعظ کی کتاب کا خلاصہ

محض راستباز بنناہی انسان کی بہبودی اور مبارک حالی کے واسطے کافی نہیں۔ کیونکہ یہ اس پر فرض ہے۔ لہٰذا واعظ کی کتاب یہ ظاہر کرتی ہے کہ لازم وملزوم ہے کہ وہ دُنیا کی بطالت پر دل نہ لگائے بلکہ دانائی کی پیروی کرکے اپنے آپ کو دُنیا سے بے داغ بچا رکھے اور اس غرض کے لیے چند ایک مفید باتیں پیش کرتی اور ظاہر کرتی ہے کہ خُداوند صرف ہر ایک فعل کو بلکہ اس کے ساتھ ہر ایک پوشیدہ چیز خواہ بھلی ہو بُری عدالت میں لائے گا۔ سو لازم ہے کہ انسان نہ صرف فعلاً اور قولاً راست بنے اس کے دل کی حالت ٹھیک ہو اور اس میں ایک فرمان روا طاقت قیام پکڑے جس سے کہ وہ مغلوب ہو۔

(5)

غزل الغزلات کا خلاصہ

یہ کتاب وہ طاقت پیش کرتی ہے اور وہ محبت ہے جو کہ بموجب اس کتاب کے کمال کا کمر بند ہے۔ اس کی تشریح پولوس رسول نے (۱۔ کرنتھیوں کے تیرھویں باب) میں کی ہے۔ اور وہ تاکید کرتا ہے کہ محبت کا پیچھا کرو کیونکہ وہ سب سے بڑھ کر ہے۔ اس محبت سے انسان خواہشاتِ جسمانی اور عیش وعشرت دُنیوی سے بلکل لاپرواہو کر صرف اسی کا فریفتہ ہو کر اسی کی خدمت میں مصروف رہتا ہے۔ جس نے گناہ آلودہ انسان کو اپنا خون دے کر خرید لیا ہے اور مقدس بنا کر خرید لیا ہے۔ اور اس کو مقدس اور بے عیب بنا کر باپ کے حضور میں پہنچا دیتا ہے۔ حاصلِ کلام ایوب کی کتاب ایک ایسے شخص کا ذکر کرتی ہے، جو کہ شیطان کا ستایا ہوا ہے۔ اور اگرچہ وہ خُدا پر بھروسہ رکھتا۔ اور اس سے مدد پانے کے طریقے بھی جانتا ہے۔ تو بھی اس کا دل بے چین رہتا ہے۔ زبور کی کتاب آرزومند شخص پر خُدا کو ظاہر کرتی اور اس کی حضوری میں رسائی حاصل کرنے کے طریقے اس کو بتاتی ہے۔ اور اس طرح اس کو مایوسی اور بے چینی سے محفوظ رکھتی اور اس کے دل کو خوشی اور حمد سے بھرتی ہے۔ امثال کی کتاب بتاتی ہے کہ جو شخص خُدا کی رضامندی حاصل کرتا ہے اس کی سیرت کیسی ہونی چاہیے؟ یعنی کہ اس کا سلوک اپنے ہم جنسوں سے نیک ہونا چاہیے۔

واعظ کی کتاب اس شخص کی نسبت یہ بتاتی ہے کہ اس کے واسطے اشد ضروری ہے کہ وہ خود کو دُنیا کی لبھانے (لالچ، ورغلانا) والی باتوں سے محفوظ رکھے اور نیکی میں مصروف رہے۔ غزل الغزلات کی کتاب بتاتی ہے کہ ایسے شخص کو خُدا کی محبت کی مجبوری سے خُدا کے ساتھ وفاداری اور اپنے ہم جنسوں کے ساتھ ہمدردی میں قائم رہنا چاہیے۔

دوسرا باب

ایوب کی کتاب کے بیان میں

سوال نمبر۔3:۔ ایوب کی کتاب کے مصنف اور اس کی قدامت کی نسبت کون سے خیالات پیش کیے جاتے ہیں؟

جواب:۔ مصنف کی نسبت تین خیال ہیں۔

اوّل:۔ کہ اس کتاب کے واقعات جو کہ حقیقی ہیں۔ موسیٰ کے ایام تک روائتی طور پر چلے آئے۔ جن کو اس نے ملہم (الہام کیا گیا، وہ شخص جس کے دل میں غیب سے کوئی بات پڑے) ہو کر قلمبند کیا۔ اور یہ خیال زیادہ معتبر سمجھا جاتا ہے۔

دوئم: کہ اس کتاب کا مصنف سلیمان ہے اور اس کے واقعات سب کے سب بناوٹی ہیں۔

سوئم:۔ کہ کسی نامعلوم مصنف نے یہودیوں کی ستر (۷۰) سالہ اسیری کے بعد اس کو تصنیف کیا۔ یہ خیال ہائر کرٹکس سے پیش کیا جاتا ہے۔ اور بلکل بے بنیاد ہے۔

اس کتاب کی نسبت ذیل کے خیالات پیش کیے جاتے ہیں۔

اوّل:۔ ایوب در حقیقت بزرگوں یعنی پٹری آرکس (آبا) کے زمانے میں تھا۔ کیونکہ اُس کے سب واقعات اور دستورات اسی زمانے پر دلالت کرتے ہیں۔ مثلاً (ا) ایوب کی درازی زندگی (ایوب ۱:۴۔۵ بمقابلہ ۱۶:۴۲۔۱۷ آیت) سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی عمر بہت دراز تھی۔ چنانچہ جب شیطان اس کی آزمائش شروع کی اس وقت اس کے چار بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں، جو کہ اپنے اپنے گھروں میں رہتے تھے۔ پھر اس کی آزمائش کے بعد دوبارہ اس کے ہاں سات بیٹے اور تین بیٹاں پیدا ہوئیں۔ جن میں اس نے اپنی جائیداد تقسیم کی اور بعد میں بھی ایک سو چالیس (۱۴۰) برس جیتا رہا۔ اس نے اپنے بیٹے اور بیٹوں کے بیٹے چار پشتوں تک دیکھے اور بوڑھا اور عمر رسیدہ ہو کر مر گیا۔ ابراہیم کی عمر (۱۷۵) برس اور اس کے باپ تارح کی عمر صرف دو سو پانچ (۲۰۵) برس تھی۔ سو اگر عمر کی درازی کا خیال کیا جائے تو ایوب تارح کا ہم زمانہ معلوم ہوتا ہے۔

(ب):۔ ایوب کی دولت کی فراوانی کا اندازہ اس کے مال مویشی کی فراوانی سے بھی کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ بزرگانِ سلف کے وقت دستور تھا۔

(ج):۔ بزرگانِ سلف کی عبادت کا طریقہ ایوب کے وقت میں رائج تھا۔ مطلب کہ باپ ہی سارے خاندان کا کاہن ہو کر اپنے گھرانے کے لیے قربانیاں گزارتا اور دُعا مانگتا تھا (ایوب ۱:۵)۔

(د):۔ ایوب کے وقت میں بت پرستی بھی زیادہ قدیم کے طریقوں پر ہوتی تھی۔ (ایوب ۳۱:۲۶۔۲۸) آیت سے صاف ظاہر ہے۔ کہ لوگ اجرامِ فلک کی پرستش کرتے تھے۔

(ر):۔ اس کتاب کی قدامت زمانہ حال کی حقیقت اور معلومات سے بھی پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے۔ اس کے معترضین نے کئی ایک باتوں کی بنیاد پر دعوئے کیے ہیں کہ یہ کتاب قدیم سے تھی۔ بلکہ کسی بعد کے زمانے میں تصنیف ہوئی کیونکہ زمانہ ٔسلف (بزرگوں کا زمانہ) میں علم ہیئت کو اس قدر ترقی اور فروغ نہ تھا جس قدر کہ اس کتاب میں دکھایا گیا ہے۔ لیکن زمانہ ٔحال کی جستجو اور تحقیق نے اس اعتراض کی خوب تردید کی ہے۔ چنانچہ اسور کی قدیمی تختیوں سے جو کہ ان پرانے شہروں کے کھنڈرات سے نکلی ہیں ثابت کر دکھایا ہے۔ کہ فی الوقعہ اس زمانے میں ایسی ہی ترقی تھی۔ اسور کی قدیمی

تختیاں تین ہزار قبل از مسیح کی ہیں۔ اکثر لوگ اس بات پر لحاظ نہیں کرتے کہ خُدا نے شروع میں ہی انسان کو کامل پیدا کیا، لیکن برگشتگی کے سبب اس کے قابلیت اور اس کا علم اس سے جاتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ رفتہ رفتہ وہ علم و کمال کے لحاظ سے زمانہ ٔتاریکی تک جا پہنچا۔

چنانچہ ہم جس قدر زمانہِ آدم یعنی ابتدائی زمانے کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمانہ دانائی اور علم قابلِ تعریف تھا۔ معترضین کا ایک اور اعتراض یہ ہے کہ قدیم زمانے میں اُور کے لوگ ایسے جانوروں کے نام سے واقف نہ تھے۔ جن کا ذکر اس کتاب میں ہوا ہے۔ کیونکہ وہ جانور اس وقت اس ملک میں نہیں پائے جاتے تھے۔ یہ اعتراض بھی ان قدیم لوحوں کی وجہ سے ہی رد کیا گیا۔ کیونکہ ان تختیوں پر ان جانوروں کے علاوہ دریائی گھوڑے کے جو کہ مصر کا جانور ہے تصویریں کندا ہیں۔ سو یہ واضح ہے کہ اُور کے لوگ مصر سے بھی راہ و رسم رکھتے تھے۔ کیونکہ مصری عربیہ پتریہ میں جاتے تھے، کہ اس کی کانوں سے مصر کی مشہور اور عالی شان عمارتوں کے واسطے پتھر لائیں۔ اور ان میں اکثروں نے اس سکونت گاہ اختیار کر لی۔ کُلدی لوگ بھی مصر میں جاتے تھے۔ چنانچہ جب ابراہیم کُلدی سے آکر ملکِ کنعان میں بود و باش کرنے لگا تو وہ فوراً قحط سے تنگ آکر مصر میں گیا۔ اور کچھ عرصے تک اسی جگہ میں مقیم رہا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ان ممالک میں ضرور آپس میں رسم و رواج تھے۔

معترضین کا صرف ایک ہی اور اعتراض پیش ہو گا۔ اور وہ یہ ہے کہ زمانہِ قدیم میں ڈاکو نہ تھے۔ لیکن یہ اعتراض کلام پاک سے ہی تردید پاتا ہے۔ بائبل سے معلوم ہوتا ہے کہ خانہ بدوش اقوام نمرود کے زمانے سے شروع ہوئیں۔ اور نمرود بادشاہ نے خود ایسا کام کیا کہ جب کہ اس نے اپنی حکومت کو نینوہ تک وسعت دی نیز ابراہیم نے لوط کو لٹیری اور قزاق (ڈاکو) قوم میں بچایا۔

سوال نمبر۔4:۔ سرزمین اُور یعنی ایوب کی جائے رہائش کا محلِ وقوع بتائیں۔ اور بیان کرو کہ اس کا نام اُور کیوں پڑ گیا؟

جواب:۔ وہ سرزمین جو کہ بحرہ لوط اور بحر قلزم کے درمیان واقعہ ہے۔ اُور کا ایک حصہ تھا۔ اور ایوب خاص اس جگہ مقیم تھا۔ اور جب عیسو نے یہ سرزمین آباد کی اس کا نام ادوم پڑ گیا۔ اور آخر کار آخر عربیہ پتریہ کے نام سے مشہور ہو گئی۔ معلوم ہوتا کہ وہ اس سبب سے اُور کہلائی کہ اُور کی نسل وہاں رہتی تھی۔ لیکن یہ تحقیق معلوم نہیں کہ وہ اُور کون تھا؟ پاک کلام میں اس نام کے تین اشخاص ہیں۔

(1)۔ اُور بن آرام بن سیم (پیدائش ۱۰: ۲۳)۔

(2)۔ اُور بن نحور بن تارا تھا۔ جو کہ ابراہیم کا بھائی تھا۔ (پیدائش ۲۲: ۲۰۔ ۲۱)۔

(3)۔ اُور بن نیان جو کہ خاندان عیسو میں تھا۔ (پیدائش ۳۶: ۲۸)۔

لوگ اکثر اُور بن نحور بن تارا کو اس سرزمین کا آباد کرنے والا مانتے ہیں۔ لیکن یہ خیال کہ وہ بھی اُور بن نیسان تھا بغیر نبوت نہیں۔ کیونکہ اس ملک کی آبادی زیادہ تر ابراہیم کی نسل سے تھی۔ چنانچہ ایوب کے دوست جو کہ اس کے پاس آئے ابراہیم کی نسل سے معلوم پڑتے ہیں۔ مثلاً ایلیفز تیمانی ادومی تھا (یرمیاہ ۴۹: ۷۔ ۱۰، اور حزقی ایل ۲۵: ۱۳، اور عاموس ۱: ۱۱۔ ۱۲، اور نوحہ یرمیاہ ۴: ۲۱) سے معلوم ہوتا ہے کہ ادومی لوگ اُور کی سرزمین میں رہتے تھے۔ بلداد سوخی ابراہیم کی نسل سے تھا۔ جو کہ کتورہ سے تھی (پیدائش ۲۵: ۱۔ ۲)۔

ممکن ہے کہ نعور کی اولاد بھی اس ملک میں آباد ہو۔

سوال نمبر۔5:۔ ایوب کی نسبت اور ایوب کی کتاب کے واقعات کی نسبت کون سے واقعات بیان کیے جاتے ہیں؟ اور کس طرح ثابت ہے کہ یہ کتاب فی الواقعہ تواریخی کتاب ہے۔

جواب:۔ اس کتاب کی نسبت مفسرین تین مختلف خیالات پیش کرتے ہیں۔ کہ ایوب ایک فرضی نہیں ہے۔ بلکہ حقیقتاً ایک شخص تھا اور اس کی کتاب کے سب واقعات بھی اصلی اور یقینی ہیں۔

کہ اگرچہ یہ کتاب تواریخی ہے۔ اور اس کے تمام واقعات حقیقی ہیں۔ تو بھی اس کا بحث و مباحثہ اسی موقع پر جس کا ذکر کتاب میں ہوا ہے۔ ان کتابی اشخاص کے درمیان واقعہ نہ ہوا۔ بلکہ کسی نبی کی طرف سے تعلیم وعبرت کے لیے مباحثہ کی صورت میں تصنیف ہوا۔

کہ ایوب ایک فرضی شخص تھا اور کتاب کے سب واقعات بناوٹی اور تمثیلیں ہیں۔ لیکن جب ان واقعات پر بانظر عمیق غور کیا جاتا ہے۔ تو خواہ مخواہ یہ بات ذہن میں آتی ہے۔ کہ یہ واقعات بناوٹی نہیں ہیں۔ بلکہ ایک حقیقی راستباز اور خُدا پرست شخص کی زندگی کا احوال ہے جس پر شیطان نے حملہ کیا۔ لہٰذا ملہم (الہام کیا گیا) مصور کے ہاتھ سے ان اشخاص کی جنہوں نے اپنی زندگیاں خُدا کے لیے مخصوص کی۔ اور اسی کی مرضی کے ماتحت ہیں تصویر ہے۔ شیطان کا حملہ اکثر ایسے ہی اشخاص پر ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں جب شیطان خدا کے حضور ہوا تو خدا نے اس سے پوچھا کہ تونے میرے بندے ایوب کے حال پر غور کیا کہ زمین پر اس سا کوئی شخص نہیں۔ وہ کامل اور صادق ہے وہ خدا سے ڈرتا اور بدی سے دور رہتا ہے۔ ممکن نہیں کہ خُدا کسی فرضی شخص کی بابت ایسا کہے۔ نیز شیطان نے اس کی ہستی اور دُنیا میں اس کی موجودگی کا اعتراف کیا۔ حزقی ایل جو کہ ملہم تھا ایوب کا یوں ذکر کرتا ہے کہ اس سے ظاہر ہوتا کہ ایوب فی الواقعہ ایک زندہ جان اور روح کا مرکب تھا۔

(حزقی ایل ۱۶:۱۶۔ ۲۰) میں چار دفعہ آیا ہے کہ خُداوند یہوواہ نے کہا ہے کہ ہر چند یہ تین اشخاص یعنی نوح، دانی ایل اور ایوب موجود ہوتے تو۔ آخر میں ہم کو یہ معلوم دلایا ہے کہ یہ الفاظ خُداوند یہوواہ کے منہ سے نکلے خُدا ایک فرضی شخص دو حقیقی انسانوں کے ساتھ نہیں ملا سکتا۔ یعقوب کا عام خط (۱۱:۵) میں ایوب کی نسبت مرقوم ہے۔ کہ تم نے ایوب کے صبر کا حال سنا ہے۔ اور خُداوند کی طرف سے جو انجام ہوئے وہ آپ جانتے ہو کہ وہ بڑا دردمند اور مہربان ہے۔ سو ہم اس کو ان سب باتوں کے لحاظ سے ایک حقیقی واقعہ سچی تاریخ تسلیم کرتے ہیں۔

سوال۔6:۔ ایوب کی کتاب کی خاصیت بیان کرو۔

جواب:۔ اس کتاب کا تتمہ اور دیباچہ نثر میں اور درمیانی حصے یعنی بحث ومباحثہ نظم میں ہے۔

یہ نظمی حصہ بلحاظ سلامت عبارت دلسوزی / دلربائی وبلند پرواز نئے خیالات دوسری عبرانی نظمی کتابوں پر فوقیت رکھتا ہے۔ خُدا نے ان بحث کرنے والوں کو زبان دانی میں اس قدر فضلیت بخشی کہ انہوں نے خیالات کو موثر اور اعلیٰ قسم کے الفاظ میں پیش کیا ہے۔ جن سے کہ خُداوند کی تعریف اور اس کا جلال ہو۔

سوال۔7:۔ ایوب کی کتاب خُدا کی نسبت کیا سکھاتی ہے؟

جواب:۔ یہ کہ کل عالم کا منتظم ہو کر صرف اس کی تنظیم میں ہمیشہ منہمک (ہمیشہ کسی کام مصروف) نہیں رہتا۔ بلکہ وہ انسان کے دلی خیالات و روحانی حالت سے پوری واقفیت حاصل کرکے اس کو حسبِ حالت سزا یا جزا دیتا ہے۔ (پینٹی ٹیوک) سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے چند اشخاص سے عہد باندھا اور برکت عطا کرنے کا وعدہ کیا تواریخی کتب سے اس عہدی قوم کے ساتھ اس کا سلوک اور وعدہ وفائی ظاہر ہوتی ہے۔

کتبِ الانبیا سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس قوم کو کیسی مفید تعلیم دیتا ہے۔ اور اس کی تربیت کرتا رہا۔ ایوب کی کتاب واضح کرتی ہے کہ خُدا نے ایک شخص کے ساتھ جو اس عہدی قوم میں سے نہ تھا کیسا سلوک کیا؟ اس کو خُدا نے خوب آزما کر برکتوں سے مالا مال کیا۔ اس کتاب سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا

ہے کہ خُدا کا تعلق صرف اس عہدی قوم سے ہی نہیں بلکہ اس کے برگزیدہ لوگ ہر قوم میں موجود ہیں۔ اور وہ ان کو محفوظ رکھتا اور برکتوں سے بھرپور کرتا ہے۔

سوال۔8:۔ ایوب کی کتاب کے مقاصد بیان کرو؟

جواب:۔ مقصد اوّل۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ظاہر ہو کر کہ یہ شیطان خدا کا مخالف ہو کر خُدا کے لوگوں کو مصیبت میں ڈالنے اور ستانے میں مصروف رہتا ہے۔

مقصد دوئم۔ یہ ہے کہ ظاہر کرے کہ ایوب کی محبت کی نسبت کہ وہ خود غرضی ہے۔ شیطان کی تہمت غلط ہے کہ اور برگزیدوں کی محبت حقیقی اور بے ریا ہوتی ہے اور کہ خدا اپنی ذات کی خوبیوں سے انسان کے دل کو مسخر اور فریفتہ کر سکتا ہے۔

مقصد سوئم۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ کسی مصیبت زدہ پر عیب لگانا اور اس کی مصیبت کو ہمیشہ اس کے گناہوں کا لازمی نتیجہ بنانا واجب نہیں۔ بلکہ برعکس اس کے ساتھ ہمدردی کرنا اور اس کی مدد کرنا زیادہ قرین مصلحت ہے کیونکہ ہم کو ٹھیک معلوم نہیں ہو سکتا کہ اس مصیبت کی اصل وجہ کیا ہے؟ عیب جوئی اور الزام کی ترغیب ہمیشہ شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔

مقصد چہارم۔ یہ سکھاتا ہے کہ ہم اپنے آپ کو جانچ کر اپنی خودی کو ختم کریں۔ اور حلیم ہو کر خُدا کے کامل اور صادق بندے بنیں اور نیکو کاری کا شیوہ اختیار کر کے اس کی قربت حاصل کریں۔

سوال۔9:۔ ایوب کی وفاداری کی آزمائش کس طرح ہوئی؟

جواب:۔ جب خُداوند نے شیطان کی توجہ ایوب کی صداقت اور قابلیت پر مبذول کی تو شیطان نے خُداوند سے سوال کیا کہ کیا ایوب حقیقت میں خُدا ترسی کرتا ہے؟ کیا تو نے اس کے گرد اور اس کے گھر کے آس پاس اور اس کے سارے مال و سباب کو چاروں طرف سے احاطہ نہیں کیا؟ تو نے اس کے ہاتھ کے کام میں برکت بخشی ہے۔ اور اس کا مال زمین میں بڑھتا جاتا ہے۔ لیکن اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کا سب کچھ چھو لے تو کیا وہ تیرے منہ پر تیری ملامت نہ کرے گا؟ تب خُداوند نے شیطان کو اجازت دی کہ ایوب کو آزمائے۔ سو شیطان نے ایوب کو ایسی بُری حالت میں پھنسایا کہ نہ اس کا مال و دولت، نہ دوست، نہ کوئی تسلی دینے والا، نہ خدمت گزار، نہ قدر اور نہ درجہ رہا۔ بلکہ اس کی تحقیر کمینوں سے کی جاتی تھی۔ آخر کار اس نے ایوب کے جسم کو مارا۔ ایسے کہ تلوے سے سر تک ایسے جلتے پھوڑے ہوئے کہ وہ ٹھیکرا لے کر اپنے تیئں کھلجانے لگا۔ اور راکھ پر بیٹھ گیا۔ اس موقعہ پر اس کی بیوی نے اس سے کہا کہ کیا تو اب تک اپنی دیانت پر قائم رہتا ہے۔ خُدا کی ملامت کر اور مر جا۔ ایوب نے جواب دیا کہ تو نادان عورتوں کی سی بات کرتی ہے۔ کیا ہم خُدا سے اچھی چیزیں لیں اور بری نہ لیں؟

ایوب کے حال اور صبر و تحمل سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ ایسے خادم جن میں مطلقاً خود غرضی نہیں اور خدمت بھی ایسی ہے جس میں عوضاً کا خیال خصوصیت نہیں رکھتا۔

ایوب نے خُدا کو اس قدر پیار کیا اور اس کی حضوری کی اس قدر خواہش رکھی کہ ہر قسم کی مصیبت کمال صبر سے برداشت کی کہ مبادہ وہ خُدا کی حضوری سے محروم رکھا جائے۔ ایوب کی وفاداری خُدا کی طرف سے شیطان کو جواب تھا۔

سوال۔10:۔ ایوب کی کتاب کے بحث و مباحثہ کا سبب اور مقصد کیا تھا؟ اور اس میں کون سی بات تصیفہ (واضح کرنا، رفع تکرار) طلب تھی۔ اور وہ کیوں کر حل ہوئی؟

جواب:۔ معلوم ہوتا ہے کہ جب ان واقعات کی خبر جو کہ ایوب پر گزرے اس کے احباب کے کانوں تک پہنچی تو ان میں تین اشخاص یعنی الیفز تیمانی، بلد دسوخی اور ضوفر نعماتی نے اتفاق کیا کہ اس کے پاس جا کر اس کے ساتھ روئیں اور اس کو تسلی دیں۔ لیکن جب وہ حاضر ہوئے، اور اس کی ہولناک حالت دیکھی تو سات(۷) روز تک اس کے ساتھ بیٹھے رہے، اور بے زبان رہے۔ تب شیطان نے موقعہ پا کر ان کی ہمدردی کے ارادے کو تبدیل کر کے ان کو ترغیب دی کہ ایوب کو گناہ گار اور ناراست ٹھہرائیں۔ اور اس طرح اس کی گھبراہٹ اور مصیبت زیادہ کریں چنانچہ وہ خُدا کی عجیب صفات پیش کر کے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کرنے لگے کہ خُدا قادرِ مطلق رحیم اور عادل ہو کر کسی راست باز شخص کو ایسی بلا میں مبتلا نہیں کرتا۔ اور کہ ایوب ضرور بے شک وشبہ از حد ناراست اور گنہگار ہے۔ ورنہ اس حالت کو نہ پہنچتا۔ اور اس سے بحث کی کہ وہ توبہ کرے کہ شائد خُدا اس کو معاف کرے۔

اب ان کے سامنے یہ بات پیش ہوئی ہے کہ اگر مصیبت، بیماری اور تنگی گناہ کے نتائج تھے۔ اور ان کا اور کیا سبب ہو سکتا ہے؟ لیکن اس کا حل ان سے نہ ہوا۔

تب یہوواہ بولا اور ایوب کو اس کی نادانی اور کمزوری کا قائل کر کے اور توبہ کروا کر اس کے ملامت کرنے والوں کی طرف مخاطب ہو کر ان ہی کو ملامت کی اور ان پر روشن کر دیا کہ درحقیقت ایوب ان کے سب الزامات سے بری ہے۔ اور جو کچھ وقوع میں آتا ہے ایک ہی شخص کے فائدے یا نقصان میں نہیں ہوتا۔ بلکہ دوسروں کے لیے بھی اور نیز خصوصیت کے ساتھ خُدا کی تعظیم اور اس کے جلال کا ظہور اس سے پیش نظر ہوتا ہے۔

سوال۔11:۔ اس کتاب کے واقعات سے کون سی تعلیم اور عبرت والی باتیں نکلتی ہیں؟

جواب:۔ بحث ومباحثہ سے زیرِ بحث امور کا ہی حل نہیں ہوتا بلکہ انواع واقسام کے مفید خیالات بھی نکل آتے ہیں۔ جس طرح کہ اس بحث سے یہی ہو۔ مثلاً۔

(1)۔ گو مالی نقصان جس میں تکالیف اور مصائب اکثر اوقات انسان کی غفلت، غلط فہمی، شرارت یا ناراستی کے نتائج ہوتے ہیں۔ جو کہ انسان کے واسطے سزا اور تربیت کا موجب ہوتے ہیں، تو بھی بعض اوقات خُدا اپنے مقاصد کی انجام دہی کے لیے خُدا اپنے برگزیدوں کو شیطان کے ہاتھوں دے دیتا ہے کہ وہ ان کو آزمائے تاکہ وہ تپائے ہوئے خالص سونے کی مانند نکل آئے کیونکہ فتح مند زندگی مقابلے پر موقوف ہے۔

(2)۔ واجب نہیں کہ خُدا کے برگزیدوں میں سے کوئی بھی مصیبت اور نقصان کے سبب اس کی تحقیر کرے بلکہ یقین رکھے کہ ساری چیزیں ان کی بھلائی کے لیے جو خُدا سے محبت رکھتے ہیں۔ بلکہ فائدہ بخشتے ہیں (رومیوں ۲۸:۸)۔

(3)۔ شیطان اکثر موقعہ پا کر نیک لوگوں کی نیت، خصلت اور سمجھ کو اس قدر بگاڑ دیتا ہے کہ وہ ان سے فائدہ بخش اور صحیح باتوں کا بے جا استعمال کرواتا ہے۔ خُدا کا شکر ہے کہ وہ اپنے لوگوں کو سراسر شیطان کے حوالے نہیں کرتا اور شیطان کے اختیار کو بھی محدود رکھتا ہے۔ نیز اس کے ستائے ہوؤں کو بحال کرتا اور برکت بخشتا ہے۔

(4)۔ اس بحث سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ گو تکالیف اتفاقیہ نہیں بلکہ افعال بد کے واجبی نتائج ہوتی ہیں۔ تو بھی یہ واجب اور مناسب نہیں کہ ہم مصیبت زدہ اور دُکھیا اشخاص کے مصائب کے اسباب پر انگشت نمائی (طعن زنی کرنا، انگلی اُٹھنا) کریں اور ان کی عیب بینی اور عیوب کا چرچا کریں۔ کیونکہ نہ تو ہم ان اسباب کا یقینی علم رکھ سکتے ہیں اور نہ ہی خُدا کے بھید تک پہنچ سکتے ہیں۔ ایسی حالت میں ہمیشہ یہی انسب (زیادہ مناسب) معلوم دیتا ہے کہ ہم ان کے ساتھ ہمدردی کریں ان کی مدد کریں۔ اور ان کے لیے دُعا اور سفارش کریں۔

باب تیسرا

ایوب کی کتاب کا مطالعہ

سوال۔12:۔ ایوب کی کتاب تقسیم کریں؟

جواب:۔ اس بڑی کتاب کا با آسانی مطالعہ کرنے کے لیے یہ اچھا ہو گا کہ اس کی تقسیم کر کے حصہ بحصہ اس پر غور کیا جائے۔ یہ کتاب تین بڑے حصوں میں منقسم ہو سکتی ہے۔ (حصہ اوّل: تمہید۔ ابواب ا۔ ۲، حصہ دوئم: بحث و مباحثہ۔ ۳۔ ۴۲: ا۔ ۶، حصہ سوئم۔ تتمہ۔ ۴۲ باب ۷ آیت سے آخر تک)۔

حصہ اوّل

سوال۔13:۔ حصہ اول کی تفصیل کرو۔

جواب:۔ اس کتاب کے ابواب اوّل و دوئم میں پانچ تصاویر ہیں۔ **تصویر اوّل**(ا:ا۔۱۵)۔ یہ ایک متمول (دولت مند) خاندان کی جس میں خوشحالی اور فارغ البالی اور خاطر خواہ انتظام ہے، تصویر ہے۔ اس میں خاندانی محبت نے سب افراد کو ایک دوسرے سے خوب پیوستہ کیا ہوا ہے۔ ایوب اس خاندان کا سر ہے جو کہ اپنے بچوں کے لیے دُعا اور مناجات کرتا ہے کہ جوانی کا جوش اور غفلت کسی طرح سے ان کو خُدا سے الگ اور بر طرف نہ کر دے۔

تصویر دوئم(ا:۶۔۱۲)۔ اس میں فرشتگان کا ایک ہجوم خُدا کے سامنے حاضر ہے۔ شیطان بھی ان کے ساتھ آموجود ہوا ہے۔ اور ایوب کی وفاداری پر خُداوند سے بات چیت کرتا ہے۔ اس قیل و قال (گفتگو) کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ شیطان کو ایوب کی آزمائش کی اجازت مل جاتی ہے۔

تصویر سوئم(ا:۱۳۔۲۲)۔ اس میں اس فرخندہ حال (خوش حال) گھرانے میں شیطان کی کارروائی کا نتیجہ نظر آتا ہے۔ کہ اب اس میں بال بچوں، مال و اسباب خوشی اور خرمی کے بجائے بربادی اور محن (بلائیں) ہے۔ ایوب اس پریشان اور دگرگوں (تہ و بالا، اُلٹ پُلٹ) حالت میں بھی مستقل وفادار نظر آتا ہے۔

تصویر چہارم(۲:ا۔۲)۔ میں شیطان پھر فرشتگان کے درمیان نظر آتا ہے۔ اس میں وہ اپنے اوّل دعویٰ یعنی کہ ایوب اس واسطے خُدا ترسی کرتا ہے کہ خُدا نے اسے دُنیاوی مال و دولت سے مالا مال کر رکھا ہے، اور جھوٹا ٹھہرتا ہے۔ اور اپنی شر (جھگڑا، خرابی) کے بموجب یہ کہہ کر کہ انسان کی عادت ہے کہ وہ اپنی جان اور اپنے مال و دولت سے زیادہ عزیز رکھتا ہے۔ خُداوند سے ایوب کے جسم پر ہاتھ بڑھانے کی اجازت حاصل کرتا ہے۔ لیکن خُداوند نے اسے تاکید کی ہے کہ ایوب کی جان کا نقصان نہ ہو۔

تصویر پنجم(۲:۷۔۱۳)۔ اس میں ایوب راکھ پر بیٹھا ہوا ٹھیکرے سے جسم کو کھجلاتا ہوا دکھلائی دیتا ہے۔ کیونکہ شیطان نے اسے ایسا مارا کہ تلوے سے سر تک اسے جلتے ہوئے پھوڑے ہوئے۔ اس کی بیوی اسے کہتی ہے کہ کیا تو اب تک اپنی دیانت پر قائم ہے؟ خُدا کو ملامت کر اور مر جا۔ لیکن ایوب جواب دیتا ہے کہ تو نادان عورت کی سی بات کرتی ہے۔ کیا ہم خُدا سے اچھی چیزیں لیں اور بُری چیزیں نہ لیں۔ اس کے علاوہ کچھ فاصلے پر

تین شخص نظر آتے ہیں، کہ نزدیک پہنچ کر اور ایوب کی ہولناک حالت دیکھ کر سات (۷) روز تک چپ چاپ اس کے پاس بیٹھے رہے۔ کیونکہ شیطان نے ان کو تسلی اور ہمدردی سے روک رکھا ہے۔ شیطان سے ایلوہیم یا ایل نہیں بلکہ یہوواہ ہی بات کرتا ہے۔

حصہ دوئم

سوال۔14:۔ حصہ دوئم کی تفصیل بتائیں؟

جواب:۔ اس میں بحث ومباحثہ کی کیفیت ہے۔ جو کہ ایوب اور اس کے تین دوستوں کے درمیان واقعہ ہوا۔ اس بحث ومباحثہ میں تین دور ہیں۔ (دورِ اول ابواب ۳۔۱۴، دورِ دوئم ابواب ۱۵۔۲۱، اور دورِ سوئم ابواب ۲۲۔۳۱)۔

اس کے بعد الیہوبن براکیل بوزی کی تقریر (ابواب ۳۲۔۳۷) میں ہے اور (ابواب ۳۸۔۴۱) میں خُداوند اپنے آپ کو ایوب پر ظاہر کرتا ہے۔ (۴۲:۱۔۶) میں ایوب حلیمی سے اپنے قصوروں کا اعتراف کر کے معافی کا خواہش مند ہے۔

حصہ سوئم

سوال۔15:۔ حصہ سوئم کی تفصیل بتائیں۔

جواب:۔ اس میں صرف دس آیات ہیں اور ان دس آیات میں تین مختلف باتیں ہیں۔

خُداوند ایوب کے تین دوستوں کو دھمکا کر حکم دیتا ہے کہ سوختنی قربانی پیش کریں جو کہ ایوب کی دُعا سے قبول ہو اور ساتھ ہی ایوب نے بھی شفا پائی (ایوب ۴۲:۷۔۱۰)۔

ایوب کی صحت یابی پر اس کے رشتے داروں اور جان پہچان والوں نے اس کو اپنے میں شامل کر کے تحائف دیئے (ایوب ۴۲:۱۱)۔

خُدا نے ایوب کی آخری عمر میں اس کو بڑی برکت بخشی (ایوب ۴۲:۱۲۔۱۷)۔

چوتھا باب

پہلے حصے کا مطالعہ

سوال۔16:۔ایوب کی کتاب کے تمہیدی حصے کی تشریح کریں؟

جواب:۔اس حصے میں ایوب کے پہلے دو باب جو کہ نثری ہیں پائے جاتے ہیں۔اور ان میں پانچ خاص باتیں پائی جاتی ہیں۔

(1) (۱:۱۔۵)۔ایوب اور اس کے گھرانے کی کیفیت ہے۔اس میں ایوب کی دینی اور دُنیاوی حالت ظاہر ہوتی ہے۔ نیز یہ بھی کہ وہ اپنے زمانے میں اہلِ مشرق میں سب سے زیادہ خُدا پرست اور اعلیٰ مرتبہ شخص تھا،وہ کامل اور حاذق(دانا) تھا۔ اور گھرانے کا دینی انتظام خوب کرتا تھا۔اس کے حق میں مسطور ہے کہ جب اس کے بیٹے اپنی اپنی باری پر مہمان نوازی کر چکتے تو ایوب ان کو بلا کر پاک کرتا اور ان کے ان کے شمار کے مطابق سوختنی قربانیاں گزارنتا تھا کہ اگر اُنہوں نے کسی بات میں قصور کیا ہو تو اِن کی معافی ہو۔

(2) (۱:۶۔۱۲)۔شیطان کا پہلی بار ذکر ہوا ہے۔وہ اس وقت فرشتگان کے ہجوم میں آموجود ہوا۔اور اس کی ایوب کی کاملیت اور صداقت کی نسبت خُدا سے گفتگو ہوئی۔ شیطان نے دعوے کیے کہ ایوب کی وفاداری خود غرضی سے ہے۔سو خُدا نے اس کو اجازت دی کہ وہ ایوب کو آزمائے۔

(3) (۱:۱۳۔۲۲)۔میں شیطان کا ایوب کے خاندان پر اچانک حملہ کرنے کا ذکر ہے کہ اس نے قزاقوں، آگ اور آندھی کے وسیلے سے ایوب کے مال و مواشی اور فرزندوں کو ہلاک اور برباد کر دیا۔اور جب ایوب کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے ان آفات کو خُدا کی طرف سے سمجھ کر صبر سے برداشت کیا اور کہا کہ "مَیں اپنی ماں کے پیٹ سے ننگا نکل آیا اور پھر ننگا وہاں جاؤں گا۔خُداوند نے دیا اور خُداوند نے لے لیا خُداوند کا نام مبارک ہے"۔

(4) (۲:۱۔۶)۔میں خُداوند سے شیطان کی دوسری گفتگو ہوتی ہے۔اس میں وہ ایوب کو دوبارہ آزمانہ چاہتا ہے۔خُداوند نے ایوب کی مکرر(دوبارہ) تعریف کر کے شیطان سے کہا کہ اگرچہ تو نے مجھے ابھارہ کہ ایوب کو ہلاک کروں تو بھی وہ اپنی دیانت کو لیے رہا۔شیطان نے جواب دیا کہ کھال کے بدلے کھال بلکہ انسان اپنا سارا مال اپنی جان پر نثار کرے گا۔
لیکن اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کی ہڈی اور گوشت کو چھولے تو وہ تیرے منہ پر تیری ملامت کرے گا۔تب خُداوند نے شیطان سے کہا کہ وہ تیرے قابو میں ہے۔مگر فقط اس کی جان جانے نہ پائے۔

(1) (۲:۷۔۱۳)۔سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان نے کیسی سختی سے ایوب کو مارا اور اس کے دوستوں کو ہمدردی کی بجائے عیب جوئی پر اور بیوی کو محبت کی بجائے ملامت کرنے پر مجبور کیا۔

باب پانچواں

تیسرا حصہ بحث مباحثہ

دورِ اوّل

تیسرا حصہ بحث مباحثہ

سوال۔17:۔ بحث و مباحثہ کے دورِاوّل کی تشریح کریں؟

جواب:۔ ایوب ہی نے بحث و مباحثہ میں اقدام (پیش قدمی کرنا، قدم بڑھانا) کیاوجہ یہ تھی ایوب کے دوست سات (۷) روز تک آکر مہر ہرلب (خاموشی) اس کے پاس زمین پر بیٹھے رہے اور بلکل کوئی بات چیت نہ کی کیونکہ انہوں نے معلوم کیا کہ ایوب پر غم کا بوجھ بہت زیادہ تھا۔ سات (۷) روز کے بعد ایوب نے منہ کھولا اور اپنی پیدائش کے دن پر لعنت کی اور موت کو زندگی پر ترجیح دے کر اس کی خوبیاں بیان کیں۔ اور کہا کہ وہاں شریر ستانے سے باز آئے اور تھکے ماندے چین سے ہیں۔ جب اس جگر سوز اور جان گداز غم سے وہ زندگی سے بے زار ہو گیا تو سوال کیا کہ ایسے کو کیوں روشنی بخشی جاتی ہے کہ جس کی راہ چھپائی ہوئی ہے۔ اور جس کے لیے خُدا نے گھر کر تنگ کیا ہے۔

اس پر الیفز تیانی بول اٹھا کہ (ایوب ۴۔۵ باب) اور ایوب کو جواب دیا کہ چنانچہ (۴: ۱۔۶) وہ ایوب کی پست ہمتی کی یہ کہہ کر شکایت کرتا ہے۔ کہ دیکھ تونے بہتوں کو سکھلایا اور ان کو جن کے ہاتھ کمزور تھے زور بخشا تیری باتوں نے اس کو جو گرتا تھا تھاما اور تونے جھکے ہوئے گھٹنوں کو سنبھالا پر اب کہ جب کہ تو خود جھک پڑا تو بے تاب ہے۔ بجھنے لگا ہے۔ (تجھ پر پڑی ہے) تو تُو گھبراتا ہے۔ کیا تو اپنی خُدا ترسی پر تکیہ نہ کرتا؟ اور اپنی دین داری کے سبب اُمیدوار نہ تھا؟ الیفز اپنی تقریر میں کئی دلائل لاکر یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ خُدا صادقوں کو ہرگز نہیں ستاتا۔

دلیل اوّل۔ (۴: ۷۔۱۱)۔ خدا کی سزا کا فتویٰ راستبازوں کے نہیں بلکہ ناراستوں کئے لیے ہے۔

دلیل دوئم۔ (۴: ۱۲۔۲۱)۔ اپنی ایک رویا پیش کرتا ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ فانی انسان اپنے خُدا کے حضور صادق نہیں ٹھہر سکتا اور بشر اپنے خالق کی مانند پاک نہیں ہے۔

دلیل سوئم۔ (۵: ۱۔۵)۔ وہ ایوب کے سامنے شریر کی شرارت کا انجام پیش کرتا اور بیان کرتا ہے کہ وہ یعنی ایوب اور اس کی اولاد سلامتی سے دور رہتے ہیں۔

دلیل چہارم۔ (۵: ۶۔۱۶)۔ وہ خُدا کی تعریف کرتا ہے۔ عیاروں کے منصوبوں کو باطل ٹھہراتا ہے۔ اور مسکینوں کو تلوار اور زبردست ہاتھوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

دلیل پنجم۔ (۵: ۱۷۔۲۸)۔ خُدا کی تنبیہ کا نیک انجام پیش کرتا اور بتاتا ہے کہ نیک لوگ زمین پر اقبال مند ہوں گے۔ اور ان کی اولاد برکت سے معمور ہو گی۔ اور وہ خود عمر رسیدہ ہو کر گور میں اُترے گا۔ جس طرح کہ غلے کا انبار اپنے موسم میں جمع کیا جاتا ہے۔ الغرض تیانی کا مطلب یہ تھا کہ ایوب کو اس کی گنہگاری سے قائل کر کے اس کو مستوجب سزا (جس پر سزا واجب ہو) ٹھہرائے۔ تا کہ وہ اپنی ناراست کاری سے توبہ کرے اور خُدا کی

طرف متوجہ ہو کر اس سے معافی کا طالب ہو۔اس کتاب کے (٦۔٧ باب) ہیں۔ایوب الیفز تیمانی کو جواب دیتا ہے۔اس جواب میں تین خاص باتیں ہیں۔

(1)۔(ایوب٦ :١٤۔٣٠)۔ایوب اپنی صداقت کا دعویٰ کرتا اور اپنی فریاد کا عذر پیش کرتا ہے۔لیکن اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ سب مصیبت خُداوند کی طرف سے ہے۔اور کہتا ہے کہ اس کے تیر مجھ میں لگے ہیں۔اور میرا دل ان کا زہر پیتا ہے۔خُدا کی دہشتیں میرے مقابل صف آراء ہیں۔سو وہ عرض کرتا ہے کہ خُدا پھر رحم کرے اور اس کی زندگی کو ختم کرے۔

(2)۔(ایوب٦ :١٤۔٣٠)۔میں ایوب اپنے دوستوں کو یہ کہہ کر ملامت کرتا ہے کہ چاہیے کہ شکستہ دل پر اس کے دوست ترس کھائیں ورنہ وہ اپنے آپ کو خُدا کے ترس سے محروم رکھیں گے۔اور کہ اگر مجھ میں کچھ خطا ہے تو ظاہر کرو اور مجھ کو سکھلاؤ تو مَیں چپ چاپ رہوں گا۔کہ معقول باتوں کی تاثیر کیا ہی خوب ہے پر تمہاری سرزنش کس بات پر دلالت کرتی ہے؟ کیا تم باتوں پر عیب لگانے کے خیال میں ہو؟ مایوس کی باتیں ہوا کی سی ہیں۔

(3)۔ساتویں باب میں ایوب اپنی موت کی آرزو کا عذر پیش کرتا اور کہتا ہے کہ جس طرح مزدور سایہ کے لیے ہانپتا اور اجرت والا اپنی مزدوری چاہتا ہے۔اسی طرح میری جان پھانسی چاہتی ہے۔اور موت کو ان ہڈیوں میں رہنے سے بہتر جانتی ہے اور خُدا سے عرض کرتا ہے کہ گور میں جانے سے پہلے وہ اسے معاف کرے۔اور اس کی بدکاری کو مٹادے۔

بلدد سوخی کی تقریر:۔

ایوب کی تقریر کے بعد جواب میں بلدد سوخی (آٹھویں باب) میں خُدا کے انتظام کو راست اور ایوب کو مکار ٹھہراتا ہے۔اور دعویٰ کرتا ہے کہ اس کی اولاد کی موت اس کی گنہگاری کا نتیجہ تھی اور کہتا ہے کہ کیا خُدا انصاف کو اٹھائے گا یا قادرِ مطلق عدالت سے بھاگے گا؟ اگر تیرے فرزندوں نے اس کا گناہ کیا ہے۔اس لیے انہیں ان کے گناہوں کے باعث رد کردیا تو یہ درست اور واجبی تھا۔اگر تو راست باز اور پاک دل ہے تو بھی خُدا تیرے واسطے چونک اٹھے گا۔اور تیری صداقت کے گھر کو بھگوان (خُدا تعالیٰ) کرے گا۔کیونکہ علت (بیماری) کے بغیر معلوم نہ ممکن ہے۔خدا سچے آدمیوں کو رد اور بدکرداروں کی دستگیری نہیں کرسکتا۔

ایوب کی دوسری تقریر (ایوب٩۔١٠ باب) ایوب تسلیم کرتا ہے کہ خُدا عادل ہے اور اس کے ساتھ تکرار بلکل بے فائدہ ہے۔کیونکہ اس کی قدرت اور دانائی انسان کے قیاس کے بھید ہیں۔باوجود اس کے وہ کہتا ہے مصیبت اور تکلیف ہمیشہ گناہ کا نتیجہ تھیں۔لیکن اگر مَیں اپنے آپ کو صادق ٹھہراؤں تو میرا ہی منہ مجھے گنہگار ٹھہرے گا۔اور اگر مَیں کہو کہ مَیں سچا ہوں تو اس سے میری کجروی ثابت ہوگی۔

پھر وہ کہتا ہے کہ مَیں اپنی زندگی کی بے زار حالت میں اپنے دل کی تلخی سے بولوں گا۔اور خُدا سے کہوں گا کہ مجھے بتلا کہ تو مجھ سے کیوں مقابلہ کرتا ہے؟ اور اپنے ہاتھ سے بنی ہوئی چیز کی کیوں حقارت کرتا ہے؟ اور عرض کرتا ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے اپنا ہاتھ مجھ پر سے اُٹھالے تاکہ مجھ کو ذرا سا آرام ہو۔اس سے پہلے کہ مَیں وہاں جاؤں جہاں سے واپس نہ پھروں گا۔

نوٹ:۔ اس کتاب کے دیباچہ اور خاتمہ میں لفظ یہوواہ آیا ہے۔جو کہ بحث و مباحثہ میں کہیں کہیں ملتا ہے۔نیز لفظ ایلوہیم نہیں بلکہ الواخ آیا ہے۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں لوگ توحید میں تثلیث کی موجودگی سے ناواقف تھے۔ضوفر نعماتی کی تقریر۔گیارہواں باب:۔

ضوفر نعماتی (۱۱: ۱۔ ۶)۔ میں ایوب کو اس کی پیشن گوئی پر ملامت کرتا اور کہتا ہے کہ اس طرح تو بے گناہ نہیں ٹھہرتا اور تو اور نہ تیری لاف زنی سے کوئی سننے والا خاموش رہ سکتا ہے وہ اپنی خواہش ظاہر کرتا ہے کہ کاش خُدا ایوب سے بولے اور اس کی بدکاری اس پر ظاہر کرے اور اس کو معلوم ہو کہ اس نے اپنے گناہ کے مقابلہ میں بالکل کم سزا پائی۔

(۱۱: ۱۲۔ ۲۰)۔ ضوفر نعماتی ایوب کی گستاخی پر اس کو یہ کہا کر ملامت کرتا ہے کہ کیا تو اپنی تلاش سے خُدا کا بھید پا سکتا ہے؟ یا قادرِ مطلق کے کمال کو پہنچ سکتا ہے؟ وہ تو آسمان سے اونچا ہے تو کیا کر سکتا ہے؟ وہ پاتال سے بھی نیچے ہے سو تو کیا جان سکتا ہے؟ اس کا انداز زمین سے لمبا اور سمندر سے چوڑا ہے۔

(۱۱: ۱۲۔ ۲۰) میں ضوفر ایوب کو تاکید کرتا اور کہتا ہے کہ تو اپنے دل کو درست کر اور اپنے ہاتھ خُدا کی طرف بڑھا۔ اگر تیرے ہاتھ میں بدی ہے تو اسے دور پھینک دے اور شرارت کو اپنے ڈیرے میں نہ رہنے دے۔ تو البتہ تو اپنا منہ بے داغ اُٹھائے گا۔ تو ثابت قدم ہو گا۔ اور دہشت نہ کھائے گا۔ اور تیری عمر کا دن دوپہر کے دن سے زیادہ روشن ہو گا۔ تیری ذلت کا حال صبح سا ہو جائے گا اور تو خاطر جمع ہو گا۔

ایوب کی تیسری تقریر (ایوب ۱۲۔ ۱۴ ابواب)

(۱۲: ۱۔ ۱۲) ایوب ضوفر نعماتی کو جواب دیتا اور طعنہ زنی کے طور پر کہتا ہے کہ سچ مچ تم تو ایک گروہ ہو اور دانائی تیرے ساتھ مرے گی۔ پھر وہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مَیں عقل مندی میں تم سے کم تو نہیں ہوں اور جو کچھ آپ نے اپنی تقریر میں پیش کیا ہے۔ وہ سب مخلوق کو معلوم ہے۔ ہاں حیوانات سے پوچھیے تو وہ تم کو سب سکھلا دیں گے۔ ہوائی پرندوں سے دریافت کیجیے تو وہ تجھ کو بتلا دیں گے۔ زمین سے دریافت کرو وہ تم کو تعلیم دے گی۔ اور سمندر کے مگرمچھ تجھ سے بیان کریں گے کون نہیں جانتا کہ خُداوند کے ہاتھ نے یہ سب کچھ بنایا ہے۔ اور اسی کے ہاتھ میں سب زندوں کی جان اور سارے بشر کا دَم ہے۔ یہ تمام باتیں عام ہیں۔ دانش بوڑھوں کے پاس ہیں۔ عمر کی درازی کی وجہ سے فہم آتا۔

اس کے بعد (ایوب ۱۲: ۱۳۔ ۲۵) میں ایک درس خُدا کی قدرت اور حکمت پر دیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ دانائی اور توانائی اس کے ساتھ ہیں۔ وہ صاحبِ مصلحت اور صاحبِ فہم ہے۔ فریب کھانے والا اور فریب دینے والا دونوں اس کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ مشیروں کو غلام اور حاکموں کو بے وقوف بناتا ہے۔ وہ بادشاہوں کی زنجیریں کھولتا اور امیروں کو غلامی میں لاتا ہے وہ زبردستوں کو اُلٹ دیتا ہے۔ وہ پوشیدہ چیزیں آشکارہ کرتا اور موت کے سائے کو جلوہ گر کرتا ہے۔ الغرض اس کی دانش سب باتوں کو پرکھ لیتی ہے۔ اور اس کی قدرت سب چیزوں پر حاوی ہے۔

(ایوب ۱۳: ۱۔ ۱۳) میں ایوب اپنی ایک خواہش ظاہر کرتا ہے کہ اس کے دوست اپنی دانائی کو اپنی خاموشی سے ظاہر کریں اور اس کہ حق میں کہتا ہے کہ وہ جھوٹی باتوں کے بنانے والا اور ناکارہ طبیب ہے۔ نیز وہ خُدا سے مخاطب ہونے اور قادرِ مطلق سے بحث کرنے کی آرزو کرتا ہے۔ اور دوستوں سے مخاطب ہو کر عرض کرتا ہے کہ وہ چپ رہیں اور اس سے الگ ہو جائیں۔ چنانچہ ان سے مایوس و بے زار ہو کر اور تنگ آ کر (ایوب ۱۳: ۱۶۔ ۲۸) میں بتاتا ہے کہ اس کا بھروسہ خُدا پر ہے۔ اور دوستوں سے کہتا ہے کہ میرے گناہوں اور قصوروں کا شمار بناؤ۔ اور میری تقصیریں اور خطائیں بیان کرو ایوب کا بھروسہ اپنے خُدا پر ایسا یقینی اور کامل ہے کہ وہ کہتا کہ اگر وہ مجھ کو مار بھی ڈالے تو بھی میں اپنا بھروسہ اسی پر قائم رکھوں گا۔ چنانچہ وہ سب دوستوں کو ملامت کرتا اور چودھویں باب میں زندگی کی نہ پائیداری اور بے ثباتی پر ایک سبق دیتا ہے۔ اور موت کے بھید پر غور و خوض کر کے سوال کرتا ہے۔ کہ جب انسان کی جان نکل جاتی ہے تو وہ کہاں جاتی ہے۔ اور جب آدمی مرے تو کیا وہ پھر اُٹھے گا؟ موت اور قیامت کے راز کی تحقیق صرف خُداوند یسوع مسیح سے ہے۔ جس نے موت کو مغلوب کیا اور قیامت کا مالک بن گیا دریافت ہو سکتی ہے۔

بحث ومباحثے کا دوسرا دور

سوال۔18:۔ اس دوسرے دور کا بیان کریں؟

جواب:۔ بحث ومباحثے کا دوسرا دور ایوب کی کتاب کے سات ابواب یعنی (۱۵۔۲۱) میں ملتا ہے۔اسی دور میں ذیل کی باتیں قابلِ غور و مطالعہ ہیں۔

(1)۔(ایوب ۱۵: ۱۔۱۶) میں الیفز تیمانی ایوب پر ریاکاری کا الزام لگاتا ہے۔اور اسے کہتا ہے کہ تو بیہودہ باتیں کر کے مباحثہ کرتا ہے۔اور تیرے کلام میں فائدہ نہیں تو خُدا کے خوف کو برطرف کر کے اس کے آگے دغا کی باتیں کہتا ہے۔اور اگرچہ تو عیاروں کی باتیں کرتا ہے۔تو بھی تیرا منہ تجھے گنہگار ٹھہراتا ہے۔اور تیرے ہونٹ تجھ پر گواہی دیتے ہیں۔اس کے بعد طنز کے طور پر کہتا ہے کہ کیا تو پہلا انسان ہے جو پیدا ہوا ہے؟ کیا تو پہاڑوں سے پہلے بنایا گیا؟ تو کیا جانتا ہے کہ جس سے ہم آگاہ نہیں ہیں؟ تجھ میں کون سی سمجھ ہے۔جو ہم میں نہیں۔سفید سر اور بوڑھے لوگ ہمارے درمیان موجود ہیں۔جو کہ تیرے باپ سے بھی عمر میں بڑے ہیں۔کیا خُدا کی تسلیاں تیرے نزدیک حقیر ہیں؟ آخر میں وہ کہتا ہے کہ خُدا تو اپنے قدوسیوں کا اعتبار نہیں کرتا تو گھنونے اور بگڑے ہوئے آدمی کا کیا ذکر جو کہ بدی کو پانی کی مانند پی لیتا ہے؟

(2)۔(۱۵: ۱۷۔۳۵) الیفز تیمانی ایوب کو ریاکار ٹھہرا کر اس کو ان شریروں کی حالت کا جن سے وہ خود واقف تھا تصور دلاتا اور کہتا ہے کہ جیسے وہ ویران شہروں میں بستا تھے۔اور ان کے گھر بے چراغ ہوئے تھے۔ویسے ہی سب ریاکاروں کے خاندان اُجڑ جائیں گے۔اور آگ رشوت خوروں کے ڈیروں کو جلادے گی۔

ایوب کا چوتھا جواب۔(ایوب ۱۶۔۱۷،ابواب)۔

(الف)۔(ایوب ۱۶: ۱۔۱۵) ایوب اپنے دوستوں کی تکلیف دہ تسلّی پر ان کو ملامت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تم میری سی حالت میں گرفتار ہوتے تو مَیں تمہارے ساتھ ایسا سلوک نہ کرتا بلکہ تم کو زور بخشتا اور اپنے لبوں کی جنبش سے تمہارے رنج کو دور کرتا۔

(ب)۔(ایوب ۱۶: ۶۔۱۰) ایوب اپنی بُری حالت پر نالاں ہے اور کہتا ہے کہ وہ جو مجھ سے کینہ رکھتا ہے مجھ پر دانت پیستا ہے میرا دشمن مجھ کو دیکھ کر تیر چشمی کرتا ہے۔وہ اپنا منہ مجھ پر پسارتے ہیں اور میرے گال پر تھپڑ مارتے ہیں۔اور مجھ پر ایک ساتھ جمع ہوئے ہیں۔

(ج)۔(ایوب ۱۶: ۱۱۔۲۲) میں وہ کہتا ہے کہ خُدا نے مجھے بے انصافوں کے حوالے کیا ہے۔اور بے دینوں کے ہاتوں میں ڈالا ہے، کہ ان کے تیر اندازوں نے مجھے گھیرا ہے۔وہ میرے گردوں کو چیر پھاڑ کرتا ہے۔وہ میرا پت (عزت) زمین پر بہاتا ہے۔اس پر ایوب ایک وکیل چاہتا ہے۔جو اس کے واسطے خُدا سے بحث وحجت کرے جس طرح کہ آدمی اپنے دوست کے لیے کرتا ہے۔اور اپنی صداقت کا دعویٰ کر کے کہتا ہے کہ میرا گواہ آسمان پر ہے اور میرا شاہد عالمِ بالا پر۔

(د)۔(ایوب ۱۷: ۱۔۴) میں ایوب خُدا کے سامنے اپنے دوستوں میں سے وکیل نہ چننے پر یہ عذر پیش کرتا ہے کہ خُدا نے ان کو دانش سے خالی رکھا ہے۔

(ر)۔(ایوب ۱۷: ۵۔۱۰) میں ایوب بے وفائی کا نتیجہ پیش کرتا ہے۔اور کہتا ہے کہ سیدھے لوگ اس کے حال سے حیران ہوں گے۔اور نیکوکاروں کو ریاکاروں پر رشک آئے گا۔اس پر بھی صادق اپنی راہ میں ثابت قدم رہیں گے۔اور وہ جس کا ہاتھ صاف ہے توانائی پر توانائی پیدا کرے گا۔

(س)۔(ایوب۱۷:۱۱۔۱۶) میں ایوب زندگی سے بے زار ہو کر قبر کا انتظار کرتا ہے کیونکہ اس کی اُمید جاتی رہی ہے۔اور کہتا ہے کہ میری اُمید پاتال کے دروازوں تک اُترے گی۔اور مجھ سے مل کر خاک میں پڑی رہے گی۔

بلد دسوخی کا دوسرا جواب

(ایوب۱۸:۱۔۱۰) میں بلد دسوخی شریروں کی تباہی کی طرف اشارہ کرکے ایوب کو اس کی زیادہ گوئی اور نیز اس سبب سے بھی کہ وہ ان کو حیوان ٹھہراتا ملامت کرتا اور بتاتا ہے کہ وہ اپنے غضب میں اپنی جان کو پھاڑتا ہے۔اور کہتا ہے کہ شریروں کا چراغ ضرور بجھایا اور ان کا منصوبہ گرایا جائے گا۔کیونکہ وہ اپنے پاؤں کو جال میں ڈالتا ہے کہ اس کے لیے دام زمین میں چھپایا ہوا ہے۔

(ایوب۱۸:۱۱۔۲۱) میں ایوب کو بتلاتا ہے کہ وہ ہر طرف دہشتوں سے گھبرا جائے گا۔اور اس کا زور بھوک سے جاتا رہے گا۔اس کے بھروسے کی جڑ اس کے خیمے میں سے اُکھاڑ پھینکی جائے گی۔اور اس کی یادگاری زمین پر سے مٹائی جائے گی۔لوگوں میں نہ بیٹا نہ بھتیجا رہے گا۔اور ان سب کا حال جو خُدا کو نہیں پہچانتے ایسا ہی ہوگا۔

بلد دسوخی کو ایوب کا دوسرا جواب۔

(ایوب۱۹:۱۔۶) میں بلد دسوخی کو ایوب ملامت کرتا ہے کیونکہ وہ اس کی اذیت کی حالت میں اس کو اور بھی تنگ اور پریشان کرتا اور کچھ شرم نہیں کھاتا۔ایوب کہتا ہے کہ اگر مجھ سے خطا ہوئی تو بھی میرا قصور میرے ہی ساتھ ہے۔اور میری اذیت خُدا کی طرف سے ہے۔(ایوب۱۹: ۱۷۔۲۰) میں ایوب کہتا ہے میری حالت اس سبب سے ایسی بگڑی ہوئی ہے کہ خُدا نے میری حُرمت اُٹھالی اور میرے سر پر سے تاج اُٹھالیا ہے اس نے مجھ کو ہر طرح سے برباد کیا ہے۔سو مَیں فنا ہو چلا ہوں درخت کی مانند اس نے میری اُمید کو اکھاڑا ہے۔اور مجھ پر اپنا غضب بھڑکایا ہے۔وہ مجھ کو اپنے دشمنوں میں شمار کرتا ہے۔(ایوب۱۹:۲۱۔۲۹) میں وہ اپنے دوستوں سے رحم چاہتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ اسے آرزو ہے کہ اس کی باتیں کسی دفتر میں قلم بند کی جائیں۔یا کسی چٹان پر نقش کی جائیں تاکہ وہ ابد تک قائم رہیں۔ایوب اپنے ایک عجیب یقین کو ظاہر کرتا اور کہتا ہے کہ ہرچند میرے پوست کے بعد یہ جسم نیست کیا جائے گا۔لیکن مَیں اپنے گوشت میں سے خُدا کو دیکھوں گا۔اسے میں مَیں اپنے لیے دیکھوں گا۔میری ہی آنکھیں دیکھیں گی نہ کہ بیگانے کی ایوب کی اس اُمید سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کا متعقد اور منتظر تھا۔

ضوفر نعماتی کا ایوب کو جواب

(ایوب ۲۰ باب) ضوفر اپنے جواب میں شریروں کی بدکرداری کا حشر بیان کرتا ہے۔چنانچہ (ایوب۲۰:۱۔۱۹) وہ شریروں کی خوشی اور خوش حالی کو چندروزہ اور بے ثبات ظاہر کرتا ہے کہ شریروں کی صرف تھوڑے دنوں کے لیے ہے۔اور بے دینوں کی شادمانی ایک لمحہ کی ہے۔شریر خواب کی مانند اُڑ جائے گا اور پایا نہ جائے گا۔(ایوب۲۰:۱۰۔۱۶) میں وہ بیان کرتا ہے کہ شریروں کی شرارت ان کے جسم میں سے مصیبت انگیز ہوگی۔اور ان کے اندر زہرِ قاتل ثابت ہوگی۔اور (۲۰:۲۔۳) میں دوسے تین میں کہتا ہے کہ ان کو کامیابی نہ ہوگی کیونکہ اُنہوں نے مسکینوں کو دبایا۔اور گھر جو ان کے ہاتھ سے نہ بنا تھا مے لیا تھا۔اور (ایوب۲۰:۲۴۔۲۹) میں کہ اگر وہ آسودہ بھی ہو تو خُدا اس پر شدید قہر نازل کرے گا۔اور آسمان ان کی بدکاری کو آشکارا کرے گا۔اور زمین ان کے برخلاف اُٹھے گی۔

ایوب کا جواب ضوفر نعماتی کو

(ایوب ۲۱:۱۔۲) میں ایوب اپنے دوست کو کہتا ہے کہ میری فریاد کسی انسان کے سامنے نہیں اور(ایوب ۲۱:۷۔۱۴) میں کہتا ہے کہ شریروں کو البتہ برکت ملتی ہے ان کی زندگی دراز ہوتی اور ان کے فرزند ان کے ساتھ برقرار رہتی ہے۔ ان کے گلے بڑھتے اور وہ عیش و عشرت میں اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔(ایوب ۲۱:۱۵۔۲۱) میں کہتا ہے کہ گو شریر خُدا کو ترک کرتے ہیں۔ لیکن کامیابی ان کے قبضے میں نہیں ہے۔ اور وہ بھوسے کی مانند ہیں جو کہ ہوا سے اُڑایا جائے۔ خُدا ان کی بدکاری کو ان کے بچوں کے لیے جمع کرتا ہے۔(ایوب ۲۱:۲۲۔۳۴) ایوب ضوفر کی تسلّی کو اس سبب سے کہ ان سب کو جوابوں میں دغا ہے۔ عبث ٹھہراتا ہے۔

تیسرا دور

سوال۔19:۔ تیسرے دور کی تفصیل کریں؟

جواب:۔ اس حصے میں دس یعنی (۲۲۔۳۱) ابواب ہیں۔

بائیسویں باب میں الیفز تیمانی کی تیسری تقریر ہے چنانچہ (ایوب ۲۲:۱۔۵) میں وہ ایوب کو سخت شریر قرار دیتا ہے اور خُدا کے سامنے مجرم اور ملزم قرار ٹھہراتا ہے اور کہتا ہے کہ خُدا کو انسان سے کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور نہ اس کی راستبازی سے خوشی حاصل ہوتی ہے کیونکہ اس کی شرارتیں اور بدکاریاں بے حد ہیں۔(ایوب ۲۲:۶۔۱۱) وہ ایوب کی خطاکاریوں کی تفصیل اور نتائج بیان کرتا ہے کہ غالباً اس نے اپنے بھائی سے گرو مانگ (ادھار) لیا اور ننگے کے کپڑے کو اُتار لیا۔ تھکے ماندے کو پانی نہ پلایا نہ بھوکے کو کھانا کھلایا۔ زبردستی سے وہ زمین کا مالک بن بیٹھا۔ اور صاحبِ عزت کی طرح اس میں بسا رہا۔ نیز کہتا ہے کہ تو نے بیواؤں کو خالی ہاتھ لٹا دیا ہو گا اور یتیموں کے بازوں توڑے ہوں گے اس سبب سے تیرے چاروں طرف پھندے ہیں، اور تیرے اچانک ہول تجھ پر پڑے ہیں۔ اور ایسی تاریکی کہ جس کے سبب تو دیکھ نہیں سکتا اور پانی ایسی باڑ لایا کہ جس نے تجھ کو چھپا لیا ہے۔

(ایوب ۲۲:۱۲۔۲۰) میں وہ ایوب کو تاکید کرتا ہے کہ اپنی بُری راہ سے پھرے اور ان شریروں کی مانند نہ ہو جنہوں یہ خیال کیا کہ خُدا ان کی بدکاریوں سے واقف نہیں۔ اور جان رکھ کہ خُدا آسمان کی بلندی پر ہے۔ تو بھی وہ انسان کے احوال سے آگاہ اور خوب واقف ہے۔ اور (ایوب ۲۲: ۲۱۔۳۰) میں ایوب کو اصلاح دیتا ہے کہ وہ خُدا سے آشنائی کرے تو اس کی خیر ہو گی اور وہ سلامت رہے گا۔ اور وہ خُدا کے منہ سے اس کی شریعت کو لے اور اس کے کلام کو دل میں جگہ دے اور قادرِ مطلق کی طرف پھرے تو وہ بحال ہو گا اور کہتا ہے کہ یہ سب کچھ کرنے کے لیے اس کو بدکاری کو اپنے ڈیرے دور پھینکنی ہو گی۔ تب خُدا اس سے راضی ہو گا اور وہ اس سے دُعا مانگے گا تو وہ سنے گا۔ اور اس کو اس کے منصوبوں میں کامیاب کرے گا۔ اور اس کی راہوں میں روشنی چمکے گی۔

(1) (ایوب ۲۳۔۲۴) ابواب ایوب الیفز تیمانی کو جواب دیتا ہے۔

(ایوب ۲۳:۱۔۹) میں ایوب الیفز صلاح کے بموجب اپنی آرزو پیش کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ مَیں خدا کو ملنا چاہتا ہوں تاکہ اپنا معاملہ خُود اس کے سامنے پیش کروں۔ اور اس کے جواب کا منتظر ہوں۔ کیونکہ مجھ کو یقین ہے کہ وہ اپنی بڑی قدرت سے میرا مقابلہ نہ کرے گا بلکہ مجھے طاقت بخشے گا۔ مَیں افسوس کرتا ہوں کہ اب تک مجھ کو اس کی آشنائی اور شناسائی حاصل نہ ہوئی (ایوب ۲۳:۱۰۔۱۷) تاہم مجھ کو اس بات سے تسلّی ہے

کہ گو میں خُدا سے خوب واقف نہیں ہوں پر وہ مجھ سے بخوبی واقف ہے۔ اور اس کو معلوم ہے کہ مَیں نے اس کی راہ کو حفظ کیا ہے اور اس نے کنارہ نہیں کیا اور اس کے لبوں کے حکم سے منہ پھیرا بلکہ ان کو اپنی زندگی ضرویات سے زیادہ عزیز جان کر محفوظ رکھا تو بھی جب مَیں خُداوند کی قدرتوں کو خیال میں لاتا ہوں تو مجھ پر خوف چھا جاتا ہے۔

چوبیسویں باب میں ایوب کہتا ہے کہ از بسکہ انقلابات قادرِ مطلق سے پوشیدہ نہیں تو وہ جو اس کے آشنا ہیں اس کے ایام کو نہیں دیکھتے۔ ایسے لوگ بھی ہیں کہ جو کہ کھیت کے ڈانڈوں کو سرکاتے اور زبردستی گلوں کو لے جاتے ہیں۔ وہ مسکینوں کو رہ سے ہٹا دیتے اور زمین کے غریب غرباؤں کے خوف سے چھپتے ہیں۔ وہ طرح طرح کے ظلم اور ناراستی کرتے ہیں۔ تو بھی راستبازوں اور ان کے انجام میں کوئی نمایاں فرق معلوم نہیں ہوتا کہ قبر ان دونوں کو یکساں لے لیتی ہے۔ ان سب باتوں کی نسبت وہ اپنی لاعلمی کا اعتراف کر کے اپنے دوستوں سے اس کا جواب طلب کرتا ہے۔

(2) بلدد سوخی کی تیسری تقریر

(3) (ایوب ۲۵ باب):۔ اس میں بلدد سوخی خُدا کی عظمت اور انسان کی بے قدری کی نسبت کہتا ہے کہ سلطنت اور محبت اس کی ہے۔ وہ اپنے اونچے مکانوں میں صلح کراتا ہے پس خُدا کے حضور انسان کیوں کر صادق سمجھا جائے اور وہ جو عورت سے پیدا ہوا ہے کیوں کر پاک ٹھہرے دیکھ اس کی نظر میں نہ چاند کی روشنی اور نہ ستارے پاک ہیں۔ اور انسان جو کہ کیڑا اور آدمزاد ہے۔ وہ کیوں کر پاک ٹھہر سکتا ہے۔

(4) ایوب کی آخری تقریر (ایوب ۲۶۔۳۱) ابواب:۔ اس تقریر میں کئی ایک باتیں ہیں۔ مثلاً

(الف)۔ (ایوب ۲۶: ۱۔۵) میں وہ بلدد سوخی کی کمک کو عبث ٹھہراتا ہے۔

(ب)۔ (ایوب ۲۶: ۱۴) میں وہ خُدا کی قدرت اور دانش اور فیض عام کی تعریف کرتا ہے۔

(ج)۔ (ایوب ۲۷: ۱۔۱۲) میں ایوب خُدا کی قسم اُٹھا کر بلدد سوخی کو کہتا ہے کہ مَیں تجھے صادق نہیں ٹھہرا سکتا۔ کیونکہ مجھ کو اپنی صداقت قائم رکھنا ضرور ہے۔ ریاکاروں کو خُدا سے کیا اُمید ہو سکتی ہے؟ سو مَیں نہیں چاہتا کہ میرا دل مجھے ملامت کرے۔

(د)۔ (ایوب ۲۷: ۱۳۔۲۳) میں شریر کی بدحالی اور اس کا انجام پیش کرتا اور کہتا ہے کہ ہر حالت میں اس کی کامیابی لاحاصل ہے کیونکہ اس کو خُدا اور انسان کی طرف سے کسی طرف کی مدد نہیں مل سکتی۔

(ر)۔ (ایوب ۲۸: ۱۔۱۹) میں وہ دُنیوی علوم میں انسان کی لیاقت اور قابلیت کی تعریف کرتا ہے۔ خاص کر اس واسطے کہ زمین میں مدفون اور چھپے ہوئے خزینے (خزانہ کی جمع) دریافت کر کے نکالتا ہے۔ لیکن پھر کہتا ہے کہ اس کو معلوم نہیں کہ دانائی کہاں سے مل سکتی ہے۔ وہ فہمیدہ (سمجھ دار) کے مکان اور اس کی قیمت سے ناواقف ہے۔ کیونکہ وہ زندوں کو زمین سے حاصل نہیں ہوتی۔ گہراؤ کہتا ہے کہ دانائی مجھ میں نہیں اور سمندر کہتا ہے کہ میرے پاس بھی نہیں۔ وہ بیش قیمت ہے اور سونے چاندی یا قیمتی پتھروں کے مقابلے میں خریدی نہیں جا سکتی۔

(س)۔ (ایوب ۲۸: ۲۰۔۲۸) میں ایوب سوال پیش کرتا ہے دانائی کہاں سے آتی ہے؟ اور فہمیدہ کی جگہ کہاں ہے؟ وہ انسان کی آنکھوں سے پوشیدہ ہے۔ پھر وہ اس کو کہاں سے مل جاتی ہے۔ ہلاکت اور موت دونوں کہتی ہیں کہ ہم نے اپنے کانوں سے اس کی شہرت سنی خُدا اس سے واقف ہے اور اس کے مقام کو جانتا ہے۔ کیونکہ وہ زمین کی انتہا تک نظر کرتا ہے۔ اور آسمان کے نیچے سب جگہ دیکھتا ہے۔ اس نے انسان کو کہا کہ خُدا کا خوف دانائی ہے۔ اور بدی سے دور رہنا فہمید ہے۔

(ص)۔(ایوب۲۹:۱۔۲۵)میں ایوب اپنی پہلی حالت کا خواہش مند ہے۔اور کہتا ہے کہ جب خُدا میری نگہبانی کرتا تھا۔اس کا چراغ میرے سر پر روشن تھا۔اور مَیں اس کی روشنی میں چلتا تھا۔ قادرِ مطلق میرے ساتھ تھا۔میرے بچے میرے آس پاس تھے۔جوان اور بڈھے میری تعظیم کرتے تھے۔یتیم اور بیوائیں مدد کے لیے میرے پاس آتی تھیں۔مَیں ظالموں اور بے انصافوں کے بازوں توڑ ڈالتا تھا۔لوگ میری سنتے اور میرے منتظر رہتے تھے۔مَیں ان کے درمیان سردار تھا۔اور غم زدہ کو تسلّی دیتا تھا۔

(ط)۔(ایوب۳۰:۱۔۱۵)میں وہ اپنی موجودہ حالت کا گزشتہ حالت سے مقابلہ کرتا ہے۔اور کہتا ہے کہ اب میری حقارت ان سے کی جاتی ہے جن کے باپ دادا اگر میرے گلے کے کتوں میں بٹھائے جاتے تو بھی اسے غنیمت سمجھتے۔اب گو وہ نہایت ہی حقیر ہیں تو بھی وہ مجھ سے گھن کھاتے (نفرت کرنا)اور میرے منہ پر تھوکنے سے باز نہیں آتے۔

(ع)۔(ایوب۳۰:۱۶۔۳۱)ایوب اپنی اذیت کے سبب سے خُدا کے سامنے فریاد کرتا ہے۔اور گو وہ جانتا ہے کہ سب مصیبت خُدا کی طرف سے اور اس کو بہت کم اُمید ہے کہ اس کی سنی جائے گی۔تو بھی کہتا ہے کہ جب آدمی گرتا ہے تو خواہ مخواہ اپنے دونوں ہاتھ پھیلاتا ہے کہ شائد کسی نہ کسی طرح سے سنبھل جائے۔

(ف)۔(ایوب۳۱)باب میں ایوب اپنی وفاداری،دیانت داری،فیاضی،ہمدردی اور مسافرپروری سے اپنی زندگی کی صداقت ثابت کرتا ہے۔اور خُدا کو اپنا گواہ قرار دیتا ہے۔

الیہو کی تقریر ابواب(۳۲۔۳۷)۔

سوال۔20:۔الیہو کی کیفیت بیان کرو اور اس کی تقریر کی تفصیل کریں؟

جواب:۔(ایوب ۳۲:۲)میں ذکر ہے کہ الیہو براکیل بوزی کا جو رام کے خاندان میں تھا بیٹا تھا۔براکیل کا بہت ذکر نہیں لیکن اس کا باپ نحور کا بیٹا اور ابراہیم کا بھتیجا تھا۔

(ایوب۳۲:۲۰۔۲۱)الیہو بیٹھا بیٹھا مختلف تقریریں سن کر جوش میں آ گیا اور ایوب پر اظہارِ ناراضگی کیا کیونکہ وہ اپنے آپ کو خُدا سے زیادہ صادق ٹھہراتا تھا۔اور ایوب کے دوستوں پر اس واسطے کہ وہ ایوب کو بغیر کسی دلیل یا ثبوت کے خطاکار ٹھہراتے تھے جب کہ وہ خود اس کا قائل نہ تھا۔

(ایوب۳۲:۱۔۵)میں وہ اپنے خفا ہونے کے اسباب بیان کرتا ہے۔

(ایوب۳۲:۶۔۲۹)میں وہ کہتا ہے کہ بزرگوں کی ناکامیابی گو میں نوجوان ہوں مجبور کیا کہ ان کا مقابلہ کروں۔

(ایوب۳۳:۱۰۔۱۱)میں الیہو ایوب سے مخاطب ہو کو کہتا ہے کہ مَیں دل کی راستی سے بولوں گا اور معرفت کی صحیح باتیں کہوں گا۔اور ایوب کے اس دعویٰ کی کہ وہ پاک ہے اور خُدا اس سے دشمنی رکھتا اور اس پر سختی کرتا ہے اور اس کے پاؤں کاٹھ میں ڈالتا ہے،تردید کرتا ہے۔

(ایوب۳۳:۱۶۔۳۳)میں ایوب کو جتاتا ہے کہ اس نے منصفی(انصاف،عدل)نہیں کیا اور کہتا ہے کہ خُدا ایک بار انسان سے بولتا ہے۔اور اگر وہ نہ سنے تو دوبارہ اور بعض اوقات رات کے وقت رویا میں یا خواب میں وہ انسان کے کان کھولتا ہے اور اس کے ذہن میں تعلیم نقش کرتا ہے اور اس کو بچاتا ہے۔خُدا انسان سے ایسا عالی قدر ہے کہ وہ ہمیشہ اپنی راہ انسان پر ظاہر نہیں کرتا بلکہ حکم کرتا ہے بعض دفعہ خُدا انسان کو ایسے درد کے ذریعے تنبیہ دیتا ہے کہ وہ بستر پر پڑ جاتا اور روٹی کھانے سے بھی عاجز رہ جاتا ہے اور اس کا گوشت یہاں تک سوکھ جاتا ہے کہ اس کی ہڈیاں نظر آنے لگتی ہیں۔اور وہ قبر کے نزدیک پہنچ جاتا ہے۔اگر ایسے وقت میں کوئی پیغمبر یا ناصح(نصیحت کرنے والا)پاس ہو جو اس کو اس کے فرائض سے آگاہ کرے تو خُدا اس پر رحم

فرماتا ہے۔اور قبر میں گرنے سے بچاتا ہے وہی خُدا اسے دُعامانگتا اور خُدا اس پر رحم فرماتا ہے۔اور آدمیوں کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار بھی کرتا ہے۔خُداوند انسان سے تین بار اس قسم کا سلوک کرتا ہے تاکہ وہ قبر سے بچارہے اور زمین کی روشنی سے روشن رہے۔اس نے ایوب کو دوبارہ تاکید کی کہ وہ خاموش ہو کر اس کی بات سنے۔

(ایوب ۳۴: ۱۔۹) میں وہ ان اشخاص کی توجہ ایوب کی راستبازی کے دعویٰ کی طرف لگاتا ہے۔اور کہتا ہے کہ حالانکہ ایوب شریر کے ہمراہ ہو کر شرارت کرتا ہے۔توبھی وہ اپنے آپ کو صادق ٹھہراتا اور خُدا پر الزام لگاتا ہے۔

(ایوب ۳۴: ۱۰۔۱۶) الیہوان کے سامنے خدا کے انصاف کی تعریف کرتا اور کہتا ہے کہ ایسا نہیں ہے کہ بے انصافی کرے یا قادرِ مطلق ایسا کرتا ہے؟ بلکہ وہ ہر ایک آدمی کو اس کے چال چلن کے مطابق پھل دیتا ہے۔ہر ایک انسان اپنے اعمال کے بموجب اجر پاتا ہے۔خدا قادرِ مطلق ہے۔اور عدالت میں خلل نہیں ڈالتا۔اور خاص ان ہی سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہاس کی آنکھیں انسان کی راہوں پر لگی ہیں۔اور وہ اس کی سب روشوں پر نظر کرتا ہے۔بدکار اپنے آپ کو ہر گز چھپا نہیں سکتا۔اور وہ اس واسطے کہ وہ ان کے کاموں سے واقف ہے ان کو سزا اور جزا دیتا ہے۔(۳۴ باب ۲۹ سے ۳۷) آیت میں وہ کہتا ہے کہ ایوب کو خدا نے خاص اس واسطے اس حالت میں مبتلا کیا کہ اس کو اپنے ماتحتوں کو تنگ کرنے اور ان پر ظلم کرنے کا موقعہ نہ ملے سو اس واسطے وہ کہتا ہے کہ مناسب ہے کہ ایوب خُدا کے سامنے توبہ کرکے اقرار کرے کہ وہ پھر اس طرح نہ کرے گا۔

الیہو چاہتا ہے کہ خدا ایوب کو آخر تک آزمائے۔

(ایوب ۳۵) باب میں الیہو ایوب سے سوال کرتا ہے کہ کیا تونے جو کچھ کہا ہے اسے واجب سمجھتا ہے؟ کیا تیری صداقت سچ مچ خُدا کی صداقت سے بڑی ہے؟ اور اسے متنبہ کرتا اور کہتا ہے کہ خُدا کا مرتبہ انسان کے مرتبے اس لیے اعلیٰ اور عالی قدر ہے کہ وہ انسان سے بہت بڑا اور افضل ہے۔اور انسان اس کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔اس کی راستبازی اور بدی سے خُدا کو کچھ نفع اور نقصان نہیں پہنچتا۔ہاں البتہ تیری شرارت سے انسان کو ضرور ضرر اور صداقت سے نفع پہنچ سکتا ہے۔تیری دُعا اور تیری بدکرداری غرور اور ذاتی بھروسے کی وجہ سے لائق قبولیت اور نہیں کیونکہ خُدا ریاکار اور مغرور کی دُعا نہیں سنتا۔

(ایوب ۳۶: ۱۔۱۶) میں الیہو انسان کے خُدا کے ہر ایک سلوک کو جائز ٹھہرا کر کہتا ہے کہ وہ شریروں کو جینے نہیں دیتا۔پر مظلوموں کا انصاف کرتا ہے۔وہ راستبازوں سے چشم پوسی نہیں کرتا۔بلکہ انہیں ان کی مصیبتوں سے چھٹکارا دیتا اور ان کے گناہوں کو ان پر ظاہر کرتا اور ان کے کاموں کو کھولتا ہے کہ ان کی تربیت ہو وہ ان کو حکم کرتا ہے کہ وہ بدی اور بدکاری سے باز آئیں۔اور وعدہ کرتا ہے کہ اگر وہ متوجہ اور میری بندگی کریں تو وہ اپنے دنوں کو عیش اور برسوں عشرت میں بسر کریں گے۔لیکن اگر وہ فرمانبرداری نہ کریں تو وہ تلوار سے ہلاک کیے جائیں گے۔اور بے وقوفی میں مریں گے۔بے دینوں کی جان جوانی میں جاتی ہے لیکن وہ مصیبت کے قیدیوں کو رہائی بخشتا ہے۔

(ایوب ۳۶: ۱۷۔۳۳) الیہو ایوب کو کہتا ہے کہ شرارت سے بھرا ہوا ہے سو عدل وانصاف نے تجھ کو گفتار کیا ہے۔اور تاکید کرتا ہے کہ خُدا کی تنبیہ صبر سے برداشت کر کیونکہ وہ عادل ہے اس کی عدالت اور دانائی میں ہر گز نقص دخل نہیں پاتا۔

(ایوب ۳۷: ۱۔۱۳) وہ ایوب کے سامنے خُدا کی دانشمندی اور حکمت اور قدرت ظاہر کرتا اور اس سے استفسار (دریافت) کرتا ہے۔کہ کیا اس کا علم رکھتا ہے کہ انسان قادرِ مطلق کے بھید تک نہیں پہنچ سکتا کہ اس کی عدالت اور قدرت عظیم ہے اور اس کا انصاف فراواں (بہت زیادہ) ہے۔اور چاہئے کہ لوگ اس سے ڈریں کیونکہ وہ ان میں سے کسی پر جو اپنے دل میں عقل مند ہیں، پر نگاہ نہیں کرتا اور تصدیعہ (تکلیف) نہیں دیتا۔

سوال۔21:۔دوسرے حصے کی چوتھی بات کی تشریح کریں؟

جواب:۔اس چوتھی بات میں چار ابواب ہیں یعنی (باب ۳۸۔ ۴۲:۱۔۶ آیت تک)۔

ان ابواب میں خداوند کی تقریر بہ تفصیل درج ذیل ہے۔

(الف)۔(ایوب ۳۸باب) میں خُداوند بگولے میں سے ایوب کو دُنیا کی پیدائش اور اس کے انتظام کے سلسلے کے بارے میں چند سوالات کے ذریعے علم و عقل میں قاصر ہونے کا قائل کرتا ہے۔ چنانچہ خُداوند اس سے سوال کرتا ہے کہ جب مَیں نے دُنیا کی بنیاد ڈالی تو کہاں تھا؟ کیا اس کی پیدائش اور اس کی تنظیم (انتظام) میں شریک وشامل تھا؟ کیا تو مقدور رکھتا ہے کہ صبح پر بارش پر سمندر پر یا بجلی پر اپنا حکم چلائے؟ کیا تو جنگلی جانوروں اور کوئے کی غذا تیار کر سکتا ہے؟ جب کہ ان کے بچے خُدا کے سامنے چلاتے اور خورش (خوراک) کے محتاج ہو کر بھٹکتے پھرتے ہیں۔

(ب)۔(ایوب ۳۹باب) میں خُداوند ہرنی، گور خر، گینڈے اور شتر مرغ کی عادات پیش کر کے ایوب سے سوال پیش کرتا ہے۔ کہ کیا تو ان سے واقف ہے؟ کیا تو نے گھوڑے کو ایسا زور بخشا ہے کہ وہ دہشت پر ہنستا ہے اور جنگ میں ہرساں نہیں ہوتا؟ کیا باز تیری ہوشیاری سے اڑتا ہے؟ یا عقاب تیرے ہی حکم سے بلندی پر پرواز کرتا اور اُنچائی پر گھونسلہ بناتا ہے۔

(ج)۔(ایوب ۴۰:۱۔۵) خُداوند ایوب سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ تیرا مجھ سے جھگڑنا اور مقابلہ کرنا عبث ہے۔ ایوب نے اس سے قائل ہو کر کہا کہ مَیں اپنے منہ پر ہاتھ رکھتا ہوں۔ اور خاموش ہو رہا۔

(د)۔(ایوب ۴۰:۶۔۱۴) میں گردباد میں ظاہر ہو کر ایوب سے سوال کرتا ہے کہ کیا تو میری عدالت کو باطل ٹھہرانا چاہتا ہے؟ کیا تو مجھے مجرم قرار دے گا کہ تو صادق ٹھہرے؟ تو اپنے تئیں شوکت اور فضلیت سے سنوار اور جلال سے ملبوس ہو۔ اپنے غصے کا جوش بڑھا اور مغروروں کو پست کر۔ اور شریروں کو ان کئے مکان میں لتاڑ ڈال تو مَیں تیرا اقرار کروں گا۔ کہ تیرا دہنا ہاتھ تجھے رہائی دے سکتا ہے۔

(ر)۔(ایوب ۴۰:۱۵۔۲۴) میں خُداوند ایوب کی توجہ دریائی گھوڑے کی طرف لگاتا ہے کہ وہ اس کی عادات اور اس کے زور پر غور کرے اور پوچھتا ہے کہ کیا وہ انسان کے قابو میں آسکتا ہے؟

(س)۔(ایوب ۴۱باب) میں ایوب کی توجہ لویاتان کی طرف متوجہ کرتا ہے اور اسے بتاتا ہے کہ وہ بھی ہرگز انسان کے قابو میں نہیں آسکتا۔ سو جب کہ انسان کو جرات نہیں کہ اس کو جو مخلوق چھیڑے تو وہ کون ہے جو اس کے خالق کا مقابلہ کرے؟

(ص)۔(ایوب ۴۲:۱۔۶) میں ایوب ان سب کے جواب میں کہتا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ اور یہ ممکن نہیں کہ تیرا اور کوئی ارادہ انجام کو نہ پہنچے۔ اس قابلیت پر ایوب نے اپنے قصور مان لیے۔ اور کہا کہ مَیں نے تیری خبر کانوں سے سنی تھی۔ لیکن اب میری آنکھیں تجھے دیکھتی ہیں۔ سو مَیں اپنے سے بے زار ہوں خاک اور راکھ پر بیٹھا ہوا توبہ کرتا ہوں۔

تیسرا حصہ تتمہ

سوال۔22:۔ایوب کی کتاب کے تیسرے حصے یعنی تتمے (بقیہ) کا مختصر بیان کریں؟

جواب:۔ یہ ایوب کی کتاب کا تتمہ (ایوب ۴۲:۶۔۱۷) اس حصے میں ایوب کی بحالی سرفرازی اور خُداوند کی طرف سے اس کے دوستوں کو سوختنی قربانیاں گزراننے کا حکم دیا۔اور ایوب کو اس کی خاطر قبولیت کے وعدے پر اپنے دوستوں کے لیے دُعا مانگنے کا حکم ملنا مندرج ہے۔ایوب کی حالت کی تبدیلی اس وقت ہوئی جب اس نے اپنے دوستوں کو معاف کیا۔اور ان کے لیے دُعا مانگی۔خُداوند نے ایوب کو اس کی آخری عمر میں یعنی آزمائش کے بعد اس کی پہلی زندگی کی بانسبت زیادہ متمول (دولت مند) اور بابرکت بنایا اور وہ عمر رسیدہ ہو کر مر گیا۔

سوال۔23:۔ایوب کی کل کتاب کو بحث کرنے والوں کے لحاظ سے تقسیم کریں۔

جواب:۔ اس کتاب میں (۴۲) ابواب ہیں۔جن میں سے (۱۔۲) تمہیدی ہیں۔

(۲۰) ابواب یعنی (۳،۶،۷،۹،۱۰،۱۲،۱۳،۱۴،۱۶،۱۷،۱۹،۲۱،۲۳،۲۴،۲۶،۲۷،۲۸،۲۹ اور ۳۰) میں ایوب کی تقاریر ہیں۔(۴) ابواب یعنی (۴،۵،۱۵،۲۲) میں الیفز تیمانی کی قیل و قال (گفتگو، بات چیت) ہے۔

(۳) ابواب یعنی (۸،۱۸،۲۵) میں بلدد سوخی کی (۲) یعنی (۱۱،۲۰) ابواب میں ضوفر نعماتی کی (۶) یعنی (۳۲،۳۳،۳۴،۳۵،۳۶ اور ۳۷) میں الیہو کی اور (۵) یعنی (۳۸،۳۹،۴۰،۴۱ اور ۴۲) میں خُداوند کی تقاریر ہیں۔

نوٹ:۔

ایوب شیطان کے سوال کا جواب دیتا ہے۔اس کی وفاداری اس بات کی شاہد و ثبوت ٹھہری کہ وہ اس کی خود غرضی کے سبب سے خُدا اسے پیار نہ کرتا تھا۔اور اس سوال کا جواب ایوب کے دوستوں کی طرف سے تھا۔کہ دُنیا میں دُکھ اور مصیبت کا کیا سبب ہے؟اور کہ انسان ان میں کیوں مبتلا ہوتا ہے؟اس کا جواب خُداوند کی طرف سے دیا گیا۔کہ انسان اس کا مخلوق اور خادم ہے۔سو وہ اس کو اپنی خدمت کے واسطے تیار کرتا اور اپنا جلال اس وسیلے سے ظاہر کرتا ہے۔لہٰذا انسان کا فرض کلی یہ ہے کہ وہ خُدا سے ڈرے اور بدی سے باز رہے۔اور فرض کو پہچان کر فرمانبرداری اور اطاعت کرے۔

(تمام شد)

زبور کی کتاب

باب اوّل

تمہید اور تواریخ

سوال۔1:۔ زبور کی کتاب کی تعریف کریں؟

جواب:۔ زبور کی کتاب عبرانی کے حصے اوّل کی سوئم کتاب ہے۔ اور ہیگیا گرافی یعنی نوشتہ کہلاتی ہے۔ اس سبب سے باقی تمام نظمی کتب زبور کی کتاب پر مشتمل ہیں۔ پرانے عہد نامے میں قوم اسرائیل کی دینی تواریخ اور زبور کی کتاب میں اس قوم کے بانی مبانی نجات دہندہ اور بادشاہ کی تعریف اور کیفیت ہے۔ یہ اس قوم کی خاص عبادتی کتاب ہے۔ جس کے وسیلے وہ قوم خُدا کے حضور پہچانی جاتی تھی۔ اور یہ ان کے لیے خُدا کی طرف سے خاص روحانی برکات حاصل کرتی تھی۔ اس کتاب کے مطالعہ سے ہم کو نا صرف اس قوم کی روحانی برکات کا علم ہوتا ہے۔ بلکہ ہم خُدا کی بھی واقفیت حاصل کرتے ہیں۔ جس نے اس قوم کو برکتیں دیں۔ علاوہ ازیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب صرف اس قوم کے لیے نہ تھی بلکہ خُدا کے کل برگزیدہ لوگوں کے لیے ہے۔ جو فی زمانہ ہر قوم وملت میں سے بلائے جاتے اور اس کے گلے میں شمولیت پاتے ہیں۔ چنانچہ یہ کتاب ہمارے پاس بھی ہے۔ کہ اس کے مطالعہ اور تشخص سے ہم بھی خُدا کا پاس پہنچنے کا قابل ہوں۔ اور روحانی برکات کے بانی واقف ہوں اور ابدی زندگی حاصل کر کے روحانی برکتیں حاصل کریں۔

سوال۔2:۔ اس کتاب کے مصنفین کی کیفیت بیان کریں؟(۰۱۲۳۴۵۶۷۸۹)

جواب:۔ زبور کی کتاب ایک ہی مصنف سے ایک ہی زمانے میں تصنیف نہیں ہوئی۔ اس کے کئی ایک مصنف ہیں جو کہ اس کی تصنیف میں موسیٰ سے لے کر عزرا تک ایک ہزار سال تک مصروف رہے۔ یہ کتاب باوساطت روحِ القدس کلیسیا سے کلیسیا کے واسطے مرتب ہوئی۔ اس کتاب میں کل(۱۵۰) زبور ہیں جن میں سے ایک سو ایسے ہیں جن کے مصنفوں ان کے سرناموں میں مندرج ہیں۔ چنانچہ ان میں سے (۷۳) داؤد کے (۱۱) بنی قورح کے (۱۲) آسف کے دو سلیمان کے اور ایک موسیٰ کا باقی (۵۰) بباعثِ گمنام ہونے کے یتیم کہلاتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے زیادہ داود کی تصنیف ہوں۔

سوال۔3:۔ بنی اسرائیل کے زمانے میں یہ کتاب کن ناموں سے مشہور تھی؟

جواب:۔ بنی اسرائیل کے زمانے میں یہ کتاب عبرانی زبان میں تحلم یا سفر تحلم یعنی تعریف و حمد کی کتاب کہلاتی تھی۔ اس کو تیفلوتھ یعنی دُعاؤں کی کتاب بھی کہتے تھے۔ زبور 72 آیت اور سپوجنٹ یعنی ہفتادی ترجمہ پسالماس کہا گیا ہے۔ اور یہ لفظ مزمور کا ترجمہ ہے۔ یہودیوں کے زمانے کے بعد ویٹیکن ترجمے میں لفظ سالما ہے استعمال ہوا ہے اور یونانی زبان میں پسالٹر یا پسالیٹر کہلائی۔

سوال۔4:۔ زبور کی کتاب کی تقسیم کریں؟

جواب: اس کتاب میں پانچ حصے ہیں۔

ہر ایک حصہ ایک کتاب ہے۔اس لیے بعض نے اس کو پینٹی ٹیوک بھی کہاہے۔زبور کی کتاب مخصوص بالعبادت ہے اور ہیکل کی کتاب میں استعمال ہوتی تھی۔اس کی پانچ کتابیں حسب ذیل ہیں۔

(الف)۔(زبورا۔۴۱)یعنی شروع کے (۴۱)زبور ماسوائے(۱، ۲، ۱۰، ۳۳)زبوروں کے باقی سب کے سب داؤد کی تصنیف ہیں۔اس کا خاتمہ تمجید۔تثلیث اور دہرائی آئین سے ہوتاہے۔یہ کتاب سلیمان کے ایام میں ہیکل کی عبادت کے لیے تالیف ہوئی تھی۔

(ب)۔(زبور ۴۲۔ ۷۲)یعنی(۳۱)زبوروں کا مجموعہ۔ان میں سے اٹھارہ تو داؤد کے ہیں۔چار (۴) گمنام سات(۷)بنی قورح کی تصنیف اور ایک آسف کا اور ایک سلیمان کاہے۔یہ کتاب بھی کتاب اوّل کی طرح تمجید، تثلیث اور دہرائی آئین سے ختم ہوتی ہے اوراس کے اختتام پر بھی آیاہے کہ داؤد بن یسی کی دعائیں ختم ہوئیں۔یہ کتاب سلیمان کے وقت میں ہیکل کی عبادت کے لیے تالیف ہوئی۔

(ج)۔(زبور۷۳۔۸۹)یعنی سترہ(۱۷)زبوروں کی کتاب ان میں سے صرف ایک داؤد کاہے۔(۱۱) آسف کے۔(۴)بنی قورح کا اور(۱)ایتان اروخی کاہے۔یہ بھی کتاب اوّل اور دوئم کی طرح ختم ہوتی ہے۔غالباً حزقیاہ بادشاہ کے دنوں میں جب کہ اس نے یہودیوں کی اصلاح کرکے ہیکل کی عبادت پھر شروع کی تصنیف ہوئی دیکھو(۲۔تواریخ۲۹:۲۰۔۳۰)۔

(د)۔اس میں(۱۷)یعنی(زبور۹۰۔۱۰۶)ہیں۔ان میں سے زبور(۹۰)تو موسیٰ کاہے۔یہ سب سے پرانا زبور معلوم ہوتاہے۔(۱۴)زبور گمنام ہیں۔(۲)زبور داؤد کے ہیں۔یہ تمجید، تثلیث اور تم آمین سے ختم ہوتی ہے۔ان (۴۰)زبوروں میں سے کئی زبور یہوسفط اور حزقیاہ بادشاہ کے ایام کی تصنیف ہیں۔یہ کتاب اسیری کے بعد تالیف ہوئی اوراس کازبور(۱۰۲)ایام اسیری کی تصنیف ہیں۔جو کہ غالباً عزرا کاہے۔

(ر)۔اس میں (۴۴)یعنی(زبور۱۰۷۔۱۵۰)ہیں۔ان میں سے(۲۸)توگمنام ہیں اور یعنی ان کے مصنفین کاکچھ پتہ نہیں کہ کون تھے؟اور کب ہوئے؟(۱۵)داؤد کے اور(۱) سلیمان کایہ گمان کیاجاتاہے کہ یہ کتاب غالباً اسیری کے بعد عزرا کے ہاتھ سے تالیف ہوئی اس کے خاتمے پر کئی ایک ہالیلویاہ ہیں۔

سوال۔5:۔ مضمون کے لحاظ سے زبور کی کتاب کی تقسیم وتفصیل کریں؟

جواب:۔ بلحاظ مضمون اس کتاب کے چھ حصے ہیں۔(۱) دُعائیہ حصہ۔(۲) شکرانہ وحمد۔(۳) عبادتی۔(۴) اُصولی وتعلیمی۔(۵) مسیحانااور(۶) تواریخی۔

حصہ اوّل:۔ دعائیہ۔اس کی یوں تقسیم کی گئی ہے۔

(الف)۔گناہ کی معافی اور رحم کے واسطے دُعا(زبور۶، ۲۵، ۵۱، ۱۳۰)۔اس زبور میں(زبور ۳۲، ۱۰۲)نادمی(پشیمان، شرمسار)زبور ہیں۔

(ب)۔غمزدگی کی دُعائیں خاص کر اس وقت کی جب کہ خُدا کا پرستار اس سے محروم رکھاجاتاہے۔(زبور ۴۲، ۴۳، ۶۳، ۸۴)۔

(ج)۔مدد اور رہائی کے لیے دُعائیں جب کہ دُکھ، تکلیف اور خطرے میں ہو۔(زبور ۴، ۵، ۲۸، ۴۴، ۵۵، ۶۴، ۷۹، ۸۰، ۸۳، ۱۰۹، ۱۲۰، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲)۔

حصہ دوئم:۔ شکرانہ وحمد۔اس میں دو چھوٹے ؟حصے ہیں۔

(الف)۔شخصی برکتوں کے واسطے شکر گزاری(زبور۹، ۱۸، ۲۷، ۳۰، ۳۴، ۴۰، ۱۰۸، ۱۱۶، ۱۱۸، ۱۳۸، ۱۴۴، ۱۴۵)۔

(ب)۔عام کلیسیائی برکتوں کے لیے شکر گزاری۔(زبور۴۶، ۴۸، ۶۸، ۸۱، ۸۵، ۹۸، ۱۱۷، ۱۲۴، ۱۲۶، ۱۲۹، ۱۴۹)۔

حصہ سوئم:۔ عبادتی۔ اس میں بھی دو چھوٹے حصے ہیں۔

(الف)۔ خُدا کی صفات کی تعریف اور بزرگی اوراس کے جلال اور کاملیت کے بارے میں (زبور ۸، ۱۹، ۲۴، ۲۹، ۳۳، ۴۷، ۵۰، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۹۳، ۹۶، ۹۹، ۱۰۴، ۱۱۱، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۳۴، ۱۳۹، ۱۴۸، ۱۵۰) ہیں۔

(ب)۔ خُدا کی محافظت اس کی تعریف۔ (زبور ۲۳، ۹۱، ۱۰۰، ۱۰۳، ۱۰۷، ۱۲۱، ۱۴۶) ہیں۔

حصہ چہارم:۔ اُصولی تعلیمی۔ یہ بھی کئی ایک حصوں میں منقسم ہے۔ مثلاً

(الف)۔ پاک کلام کی خوبیاں (زبور ۱۹، ۱۱۹)۔

(ب)۔ فانی انسان کی بطالت (زبور ۳۹، ۴۹، ۹۰)۔

(ج)۔ نیک و بد اشخاص کے خصائل (زبور ۱، ۵، ۷، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۴، ۱۵، ۱۷، ۳۶، ۳۷، ۵۲، ۵۸، ۷۳، ۷۵، ۹۲، ۹۴، ۱۱۲، ۱۲۵، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۳۵)۔

حصہ پنجم:۔ مسیحانہ۔ اس حصے میں خُداوند مسیح کی آمد، عہدے، خدمت اور اذیت کی پیش گوئی اور اس کی تعریف ہے۔ جو کہ (زبور ۲، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۳۵، ۴۱، ۴۵، ۶۱، ۶۸، ۷۲، ۸۷، ۸۹، ۱۱۰، ۱۳۲)۔

حصہ ششم:۔ تواریخی۔ اس حصے میں بنی اسرائیل کی تواریخ ہے۔ اس میں پانچ زبور ہیں۔ یعنی (زبور ۷۸، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۳۵، ۱۳۶)۔

سوال۔6:۔ ہمیں داؤد کا کیوں احسان مند اور شکر گزار ہونا چاہیئے؟

جواب:۔ ہمیں داؤد کے احسان مند اور شکر گزار اس لیے ہونا چاہیئے کہ

(الف)۔ اس نے گانے کے ذریعے حمد و ثنا کو عبادت کا اوّل و ضروری حصہ ٹھہرایا۔ جس میں سب خواندہ اور ناخواندہ سب شمولیت کر سکتے ہیں۔

(ب)۔ اس کے ذریعے خُدا نے حمد و ثنا کی کتاب عطا فرمائی۔ جس کے استعمال سے ہم کو خُدا تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔ اور ہم کو ایسی برکتیں ملتی ہیں کہ جن سے ہماری زندگی تر و تازہ اور وبحال و پھل دار بنی رہتی ہے۔

(ج)۔ داؤد کے زمانے تک خُدا کی عبادت میں ثناخوانی شاذو نادر ہوتی تھی۔ لیکن داؤد نے اس کو عبادت کا ضروری حصہ قرار دیا۔ جو کہ آج تک جاری ہے۔ داؤد صرف شاعر ہی نہ تھا۔ علمِ موسیقی میں اس کو کافی دسترس و ملکہ (مہارت) تھا۔ اس صفات و باکمال کا کتاب کو داؤد نے ملہم ہو کر لکھا۔

(د)۔ یہ ضروری بات ہے کہ ہادی و پیشوا اشخاص خود خُدا شناس خُدا کی صفاتِ کاملہ کو اوروں پر ظاہر کرنے کے قابل ہوں۔ داؤد کے زبوروں کے علاوہ دیگر لکھنے والے بھی ملہم اشخاص تھے۔ اس لیے وہ اوروں کے رہبر ہونے کے قابل تھے۔

(ر)۔ غیر ملہم اشخاص کے گیتوں میں ایک خاص نقص ہوتا ہے کہ ان کے مضمونوں کا بڑا حصہ خُدا نہیں ہوتا اور نہ ہو سکتا ہے۔ زبوروں میں جو کہ الہامی ہیں خُدا مخاطب ہے جو کہ انسان سے کلام کرتا ہے اس لیے تمام زبور بے نقص صحیح ہیں۔ ان کی تعلیم میں بھی کسی قسم کا نقص نہیں۔ وہ خُدا کی سب صفات صحیح اور واضح طور پر بیان کرتے ہیں۔ اور اس تک رسائی حاصل کرنے کے ضروری اور واجبی طریقے اور طریقے بھی بتاتے ہیں۔ سو صرف زبور ہی خُدا کی عبادت معقول اور مقبول ہو کیونکہ خُدا جو اپنی صفات میں کمال رکھتا ہے۔ انسان سے کامل عبادت طلب کرتا ہے۔ خواہ علامتی ہو خواہ معنوی۔

سو اس کتاب کے لیے نا صرف داؤد کی بلکہ اس سے پیشتر خُدا کی شکر گزاری بہت ضروری ہے۔

سوال۔7:۔ زبور کی کتاب میں کن باتوں کی تعلیم ہے؟

جواب:۔ زبور کی کتاب کل بائبل کا جمال اور خلاصہ ہے۔ کیونکہ زبور کی کتاب غرض وغایت مسیح کی کلیسیاء کی آراستگی واصلاح ہے۔اس میں علمِ الٰہی کی کل تعلیم درج ہے۔ تاکہ وہ خُدا کی ذات وصفات کو صفائی سے ظاہر کرے۔اور انسان کی گناہ آلودگی، تنگ دستی، برگشتگی اور مستوجب سزا ہونے کو بخوبی بیان کرے۔ اور اس کی توجہ راہِ نجات کی طرف لگائے اور نجات کی خوبیاں انسان پر عیاں وبیان کرے۔ اس لحاظ سے اس کتاب کا مطالعہ غور اور دل سے کرنا چاہیئے۔

سوال۔8:۔ زبور کی کتاب کے نظمی ترجموں کی تواریخ بیان کرو۔

جواب:۔(۱۵۱۸ء) میں مائیلتر کو ورڈیل صاحب نے اس کتاب کا ترجمہ انگریزی زبان میں کیا۔اس کے بعد ٹامس سٹرن ھولڈ اور ہاکنز صاحبان نے ایک منظومی ترجمہ انگریزی میں تیار کیا۔اور (۱۵۶۳ء) میں انگلستان کی ملکہ الزبتھ نے اس ترجمے کو منظور فرما کر انگلستان کی کلیسیاء میں جاری کروایا۔اور(۳۵) سال کے عرصے میں اس ترجمے کی چھپوائی (۳۰۹) دفعہ ہوئی۔اس کے بعد ٹیٹ اور بریڈی صاحبان نے ایک اور ترجمہ کیا جو کہ سٹرن ھولڈ اور ہاکنز ترجمہ کی جگہ چرچ اور انگلینڈ میں استعمال ہونا شروع ہوا۔ دیگر کلیسیائیں گیتوں کی آمد تک سٹرن ھولڈ اور ہاکنز ترجمہ ہی استعمال کرتی رہیں۔(۱۶۴۶ء) میں فرانسس روز صاحب نے جو کہ چارلس اوّل شاہ انگلستان کے عہد میں پارلمنٹ کا ممبر اور بعد میں کرام ویل کے مشیروں میں شمار ہوا۔ زبوروں کا منظومی ترجمہ کیا۔ جو کہ پہلے تراجم سے بڑھ کر تھا۔ چنانچہ ویسٹ منسٹر اسمبلی نے ترجمہ کلیسیاء انگلستان کے لیے منظور کیا۔اور کچھ عرصے کے بعد ملک سکاٹ لینڈ کی پرسٹرن کلیسیاء کی جنرل اسمبلی نے بھی ترجمہ کلیسیاء سکاٹ لینڈ کے لیے منظور کیا۔اور امریکہ کی ریفارڈ اور یونائٹڈل پیرسٹرین کلیسیاؤں نے بھی اس کو عبادت میں استعمال کرنا شروع کیا۔(۱۷۱۵ء) میں آئزک واٹس صاحب نے ایک گیت مالا عین زبوروں کی مثل تیار کیا۔چند برس ہوئے کہ امریکہ کی یونائیٹڈ پرسٹرین جنرل اسمبلی روز صاحب کے ترجمے کی نظر ثانی کروائی اور اسے اپنی کلیسیاؤں میں رائج کیا۔(۱۸) صدی کے شروع میں واٹس اور ویزلی صاحبان کے بنائے ہوئے گیت زبوروں کی جگہ جو کہ ہر ایک مسیحی جماعت کے لیے خُدا کی خاص بخشش اور روحانی برکات کا سبب ہیں استعمال ہونے لگے۔ اس سے کلیسیاؤں میں ایک بدعت قیام پکڑ گئی۔ جس کا نتیجہ موجودہ زمانے میں یہ نظر آرہا ہے۔ ہر ایک مسیح فرقہ اپنی مرضی کے موافق گیت تیار کر کے عبادت میں استعمال کرتا ہے۔ ملکِ پنجاب میں داؤد کے زبوروں کا اُردو ترجمہ ڈاکٹر اینڈرو گارڈن، ڈاکٹر آئی۔ڈی شہباز اور پادری لٹمن صاحبان کا تیار کیا ہوا ہے، جو کہ کچھ عرصے تک یو۔پی کلیسیاء میں جاری رہا۔اور آج کل جو پنجابی ترجمہ یو۔پی کلیسیاء میں رائج ہے۔ وہ پادری ڈی۔ایس لائیٹنل اور ڈاکٹر آئی۔ڈی شہباز صاحبان کا تیار کیا ہوا ہے۔اس کا استعمال یو۔پی جماعت کی دوسری مسیحی جماعتوں میں بھی ہوتا ہے۔

سوال۔9:۔ زبوروں کے استعمال کی تواریخ بیان کریں؟

جواب:۔ داؤد، یسعیاہ، یرمیاہ اور کل انبیاء نے خُدا کی عبادت کے اوقات پر صرف زبوروں کا استعمال کیا کرتے تھے۔ بادشاہ اپنی فتح مندی کی خوشی پر ان زبوروں کو گاتے تھے۔ اور یہودی لوگ اسیری سے واپس آتے ہوئے گا کر خُدا کی حمد وثنا، تعریف اور تمجید کرتے تھے۔ اس طرح سے وہ ایک دوسرے کا حوصلے بڑھاتے اور دلوں کو تقویت دیتے تھے۔ تاکہ وہ دلیر ہو کر اپنے مالک خُدا اور قوم کے لیے جنگ کریں۔ ہمارے خُداوند یسوع مسیح اور اس کے شاگردوں نے عشائے ربانی کے موقع پر جب کہ مسیح صلیب کے واسطے تیار ہو رہے تھے زبور گائے۔ پولُس اور سیلاس جب کہ وہ دونوں قید خانے کی تنگ وتاریک کوٹھڑی میں زنجیروں سے جکڑے ہوئے اور پاؤں شکنجے میں تھے۔ زبور گاتے ہوئے حمد وثنا کی صدا بلند کی۔ اور دُعا مانگی جس کے جواب میں ایک بڑا بھونچال آیا۔ قید خانے کی نیو ہل گئی اور سب دروازے یک دم کھل گئے۔ اور سب کی بیڑیاں خود بخود دُاتر گئیں۔ اور وہ رہا کیے

گے۔رسولی کلیسیا برابر ان زبوروں کو استعمال کرتی رہی۔ مسیحی شہید جب کہ وہ طرح طرح کی صعوبتیں اُٹھاتے اور زندہ آگ میں جلائے جاتے تھے۔تو زبور گاتے ہوئے اپنی روحیں خُدا کے حضور پیش کرتے تھے۔بزرگ آگسٹین نے جب وہ مسیح ہوا تو شکر گزاری اور حمد میں زبور گائے۔کرساسٹم نے جلا وطنی میں ان زبوروں سے تسلی و تشفی پائی۔برنارڈ حس جیروم آف پریگ نے دَمِ نزاع (قریب المرگ) زبور گائے تسلّی پائی اور باتمام اطمینان جان بحق ہوئے۔مارٹن لوتھر اپنے مقدمہ کی پیشی پر زبور گاتا ہوا وجد اور سرور اور دل جمعی کے ساتھ شہر روم میں داخل ہوا۔یہ ہے مشتے نمونہ از خیر وارے (ڈھیر میں سے مٹھی بھر مثالیں) ان زبوروں کی تاثیر کے مطلق۔زبوروں کی تواریخ کلیسیاء اور کلیسیاء کے ہر فرد کے دل کی تاریخ ہے۔جس میں خُدا کی روح سکونت پذیر ہے۔ اس طرح ان زبوروں کا جو کہ روحانی غزلیں ہیں۔ مسیحی جماعتوں اور ہر مسیحی جماعت کے افراد کے واسطے ضروری، مفید اور موثر ہے۔

باب دوئم

زبور کی پہلی کتاب

سوال۔10:۔زبور کی پہلی کتاب کی تفصیل وتشریح بیان کرو۔

جواب:۔زبور کی پہلی کتاب میں کل(۱۵۰)زبوروں میں سے پہلے(۴۱)زبور ہیں ان میں سے(۱۲)یعنی(۳، ۴، ۵، ۶، ۱۳، ۱۶، ۲۵، ۲۶، ۲۸، ۳۱، ۳۲، ۳۴)دُعائیہ ہیں۔(۶)یعنی(۹، ۱۸، ۲۷، ۳۰، ۳۳، ۴۰)شکر گزاری کے ہیں۔(۵)یعنی(۸، ۲۳، ۲۴، ۲۹، ۳۳)عبادتی ہیں۔(۱۲)یعنی(۱، ۷، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۴، ۱۵، ۱۷، ۱۹، ۳۶، ۳۷، ۳۹)اُصولی اور تعلیمی ہیں۔اور(۶)یعنی(۲، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۳۵، ۴۱)مسیحانہ ہیں۔

ہم زبوروں کی تشریح بلحاظ مضمون نہیں بلکہ ترتیب کریں گے۔**(زبور۱)**۔یہ زبور تمہیدی سمجھا جاتا ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ عزرا نے اس کو تصنیف کیا بے شک یہ مسیحانہ زبوروں میں سے نہیں۔یہ نیک وبدکار آدمی کی خاصیت،حالت اور انجام پیش کرتا ہے۔آیات(۱۔۳)میں نیک آدمی کی خصلت(عادت)اور اس کی مبارکبادی ہے۔آیات(۴۔۶)بُرے آدمی کا حال اور انجامِ بد ملتا ہے۔

(زبور۲)۔یہ پہلا مسیحانہ زبور سمجھا جاتا ہے۔اس کی تاریخ(۱۰۴۴)قبل از مسیح ہے۔آیات(۱۔۹)میں مسیح کا شاہانہ تقرر اور دُنیا کے بادشاہوں کا اس کو تسلیم کرنا۔اور اس کے خلاف باطل منصوبے باندھتے ہیں۔آیات(۱۰۔۱۲)میں ان بادشاہوں کو تاکید ہے کہ وہ بیٹے یعنی مسیح کو چومیں یعنی مسیح کو قبول کریں تاکہ وہ برباد نہ کیے جائیں کیونکہ وہی لوگ مبارک ہیں۔جن کا توکل خُداوند پر ہے۔

(زبور۳)۔یہ زبور غالباً قبل از مسیح(۱۰۲۳)میں لکھا گیا۔جب کہ داؤد ابی سلوم کے سامنے سے بھاگا۔اس میں داؤد خُداوند کی توجہ اپنے دشمنوں کی کثرت پر لگاتا ہے۔اور کہتا ہے کہ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس کے لیے خُدا سے رہائی نہیں اور وہ خُداوند کو یقین دلاتا ہے کہ اے خُدا مَیں تجھ پر کامل بھروسہ رکھتا ہوں کہ مَیں لیٹ رہا اور سو رہا اور میں جاگ اُٹھا۔کیونکہ تو مجھ کو سنبھالتا ہے۔

(زبور۴)۔یہ قبل از مسیح(۱۰۲۳)میں تصنیف ہوا۔آیت اوّل میں داؤد خُدا سے عرض پرواز ہے کہ خُدا اس کی دُعا سنے اور آیات(۲۔۵)وہ مخالفوں کی فہمائش(نصیحت)کرکے ان کو تاکید کرتا ہے کہ وہ کانپتے رہیں۔آیات(۶۔۸)میں وہ ان کو جتاتا ہے کہ انسان کی خوشحالی خُدا کی رضامندی پر موقوف ہے۔

(زبور۵)۔یہ(۱۰۲۳)قبل از مسیح میں تصنیف ہوا۔اس میں داؤد ظاہر کرتا ہے کہ اس کا توکل خُداوند پر ہے۔چنانچہ آیات(۱۔۶)میں وہ اپنے توکل کا سبب بیان کرتا ہے کہ خُدا ایسا نہیں کہ جو انسان کی شرارت سے خوش ہو اور شریر اس کے ساتھ رہ سکے وہ جھوٹ بولنے والوں کو نابود کرئے گا۔کیونکہ وہ خونی اور دغاباز سے نفرت رکھتا ہے۔آیات(۷۔۱۲)میں داؤد دُعا کرتا ہے کہ خُدا راستبازوں کی حفاظت کرے اور یقین کرتا ہے کہ خُدا ایسا ہی کرے گا۔اس پر وہ اس پر عرض کرتا ہے کہ خُدا اپنی صداقت میں اس کی راہبری کرے اور اس کے دشمنوں کے سامنے اس کی راہ کو سیدھا رکھے۔

(زبور۶)۔ یہ غالباً(۱۰۱۵) قبل از مسیح لکھا گیا۔ اور اسے داؤد نے اپنی عمر کے آخری حصے میں تصنیف کیا۔ آیات (۱۔۷) وہ اپنی بیماری کی حالت میں خُدا سے فریاد کرتا ہے۔ آیات (۸۔۱۰) میں وہ ایمان سے کہتا ہے کہ خُداوند نے میری فریاد سن لی اور وہ اپنے دشمنوں پر فخر کرتا اور کہتا ہے کہ وہ شرمندہ ہوں۔

(زبور۷)۔ یہ زبور(۱۰۲۳) قبل از مسیح میں لکھا گیا۔ جب کہ سمعی نے داؤد پر لعنت کی تو تب یہ تصنیف کیا گیا۔ آیات (۱۔۹) میں اپنا مقدمہ خُدا کے سپرد کرتا ہے کہ اگر مَیں نے اس سے جو مجھ سے میل رکھتا تھا بدی کی ہو تو دشمن درپے ہو کر میرا جی لے۔ اور میری جان کو زمین پر پامال کرے اور میری عزت خاک میں ملادے۔ آیات (۱۰۔۱۱) معلوم ہوتا ہے کہ ایمان ہی کے وسیلے اس کی رہائی ہوئی اور اس کے دشمنوں کی بربادی ہوگی۔

(زبور۸)۔ یہ (۱۰۱۵) قبل از مسیح میں لکھا گیا۔ داؤد اس میں کہتا ہے کہ خُدا کا جلال اس کی کاری گری اور اس کی محبت سے ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ آیت اوّل میں وہ کہتا ہے کہ اے خُداوند ہمارے کیا ہی بزرگ ہے تیرا نام تمام زمین پر ہو اور تو نے اپنی شوکت آسمان پر ظاہر کی ہے۔ پھر وہ انسان کے بارے میں کہتا ہے کہ تُو نے اسے فرشتوں سے تھوڑا ہی کم پیدا کیا ہے۔ اور شان وشوکت کا تاج اس کے سر پر رکھا اور اس کو اپنے ہاتھوں کے کاموں پر حکومت بخشی ہے۔

(زبور۹)۔ یہ زبور اس وقت لکھا گیا جب داؤد نے جاتی جولیت کو مغلوب کیا۔ اس کی تاریخ تصنیف (۱۰۱۸) قبل از مسیح ہے۔ آیات (۱۔۱۰) میں داؤد خُداوند کی ستائش کرتا ہے کہ اس نے اس کے دشمنوں کو شکست دی اور اس کی تعریف میں کہتا ہے کہ خُداوند مظلوموں کے لیے محکم مکان ہے اور مصیبت کے وقت میں دُشمنوں سے پناہ گاہ ہے۔ آیات (۱۱۔۱۲) وہ ان کو جو صیحون میں کرسی نشین ہیں۔ اُبھارتا ہے کہ وہ خُداوند کی ستائش کریں اور لوگوں کے درمیان اس کے عجائبات کا ذکر کریں۔ آیات (۱۳۔۲۰) میں وہ دُعا کرتا ہے کہ خُدا اس پر ایسا رحم کرے کہ وہ صیحون کی بیٹی کے دروازوں پر اس کی ستائش کرسکے اور اس کی نجات سے شادمان ہو۔ اور وہ کہتا ہے کہ مسکین ہمیشہ فراموش نہ کیے جائیں۔ اور اس کے حضور میں قوموں کی عدالت کی۔

(زبور۱۰)۔ یہ (زبور۹) سے خاص نسبت رکھتا ہے۔ اس میں داؤد خُداوند کے آگے شریروں کی شکایت کرتا ہے۔ اس سبب سے کہ وہ خُدا کے غریبوں پر ظلم کرتے ہیں۔ چنانچہ آیات (۱۔۱۱) میں وہ خُداوند سے سوال کرتا ہے کہ وہ ان کو ان کی شرارت سے کیوں باز نہیں رکھتا؟ وہ دیہات کی گھاتوں میں بیٹھتے اور خلوت خانوں میں بے گناہوں کو قتل کرتے۔ وہ اپنے دل میں کہتے ہیں کہ خدا بھول گیا ہے اور اس نے چھپایا ہے۔ سو اس نے ہرگز نہیں دیکھا۔ آیات (۱۲۔۱۸) میں خُداوند سے عرض کرتا ہے کہ وہ اُٹھے اور اپنا ہاتھ بڑھائیں اور خاکساروں کو نہ بھولے نیز کہ شریر بُرے آدمی کا بازو ایسا توڑا جائے کہ پھر اس کی شرارت ڈھونڈنے سے نہ ملے۔

(زبور۱۱)۔ اس میں داؤد اپنا، توکل خُداوند پر ظاہر کرتا ہے۔ اور ایک سوال کرتا ہے کہ اس کی جان کو یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ یہ چڑیا سی ہے۔ اپنے پہاڑ پر جاتی رہے اور کہتا ہے کہ خُداوند اپنی مقدس ہیکل میں ہے اور اس کا تخت آسمان پر ہے۔ اس کی آنکھیں دیکھتی ہیں۔ اور اس کی آنکھیں ہیں اور اس کی پلکیں بنی آدم کو آزماتی ہیں۔ اور خُداوند جو صادق ہے۔ صداقت طلب کرتا ہے اور اس کا منہ سیدھے لوگوں کی طرف متوجہ ہے۔

(زبور۱۲)۔ اس کی پہلی دو آیات میں داؤد خُداوند سے مدد کا ملتجی (التجاء کرنے والا) ہے۔ اور کہتا ہے کہ دیندار اور خُداپرست لوگ جاتے رہے۔ اور دیانت دار بنی آدم میں غائب ہوجاتے ہیں۔ آیات (۳۔۸) میں کہ خُداوند اُٹھا ہوا ہے۔ اور اس کا کلام چوکھا کلام ہے اور کہ وہ اپنے لوگوں کا محافظ ہے۔ تسلّی پذیر ہوتا ہے۔

(زبور۱۳)۔ آیت (۱۔ ۲) میں داؤد خُداوند سے ملتمس ہے کہ وہ اس کو نہ بھولے تا کہ دشمنوں کی سربلندی قائم نہ رہے۔ اور آیت (۳۔ ۴) میں دُعا کرتا ہے کہ خُداوند اس کی طرف متوجہ ہو۔ اور اس کو دشمنوں سے رہائی بخشے۔ اور آیت (۵۔ ۶) میں رہائی پاکر خُداوند کی حمد وثنا کرتا ہے۔

(زبور۱۴)۔ اس کی پہلی دو آیات میں داؤد احمق کی کیفیت بیان کرتا ہوا کہتا ہے۔ کہ خُداوند آسمان پر سے بنی آدم پر نگاہ کرتا ہے کہ دیکھے کہ ان میں کوئی دانش مند اور خدا کا طالب ہے یا نہیں۔ اور پھر کہتا ہے کہ وہ سب گمراہ ہوئے ہیں وہ ایک ساتھ بگڑ گئے ہیں۔ کوئی نیکوکار نہیں ایک بھی نہیں۔ آیات (۴۔ ۶) میں وہ یہ سوال کرتا ہے۔ کیا ان بدکاروں کو سمجھ نہیں جو میرے بندوں کو یوں کھا جاتے ہیں۔ جیسا کہ روٹی کھاتے ہیں۔ اور بیان کرتا ہے کہ خُداوند کا نام نہیں لیتے سو وہ بڑے خطرے میں ہیں۔ کیونکہ خُدا صرف صادقوں کی نسل کے درمیان ہے۔ ساتویں آیت میں وہ یہ آرزو کرتا ہے۔ کہ اسرائیل کی نجات صیحون میں ہے۔

(زبور۱۵)۔ اس میں داؤد صیحون کے باشندوں کی سیرت اور ان کے چال چلن پر طنز کرتا ہے۔ چنانچہ آیت پنجم میں وہ خُداوند سے سوال کرتا ہے کہ اے خُداوند تیرے خیمہ میں کون رہے گا۔ اور تیرے کوہِ مقدس پر کون سکونت کرے گا اور خود ہی اس کا جواب دو حصوں میں دیتا ہے۔ حصہ اوّل میں وہ کہتا ہے کہ وہ داخل ہو گا اور سکونت کرے گا۔ جو سیدھی چال چلتا صداقت کے کام کرتا اور اپنے دل سے سچ بولتا ہے گویا یہ اس کی ثباتی (مضبوط) تعریف ہے۔ پھر نفی میں یوں تعریف کرتا ہے کہ وہ جو کہ اپنی زبان سے چغلی نہیں کرتا اور اپنے پڑوسی پر عیب نہیں لگاتا۔

حصہ دوئم میں وہ داخل ہونے والے شخص کی سیرت اور عادت کا ذکر کرتا ہے۔ یعنی وہ کہ جس کی نظر میں وہ نکما آدمی ذلیل وخوار ہے۔ اور جو کہ انھیں جو خُداوند سے ڈرتے ہیں عزت دیتا ہے۔ اور اپنے آپ پر قسم کھاتا ہے اور بدلتا نہیں۔ نفی میں اس کی یوں تعریف کرتا ہے، کہ وہ جو کہ سود کے لیے قرض نہیں دیتا۔ اور بے گناہوں کو ستانے کے لیے رشوت نہیں لیتا۔ آخر میں کہتا ہے کہ جو ایسے کام کرتا ہے ہرگز نہ ٹلے گا یعنی سلامت رہے گا۔

(زبور۱۶)۔ داؤد کا مکتام۔ اس میں اپنا کامل بھروسہ خُداوند پر ظاہر کرتا ہے۔ آیات (۱۔ ۴) میں وہ خود کو حفاظت کا مستحق ٹھہراتا ہے۔ اس لیے کہ اس کی جان نے یہوواہ کو اپنا خُداوند تسلیم کیا ہے اور کہتا ہے اس کے بغیر میری بھلائی ممکن نہیں۔ وہ بیان کرتا ہے کہ اس نے غیر معبودوں سے قدر الگ کیا ہے کہ ان کے نام کو بھی اپنے لبوں پر نہیں لاتا۔

آیات (۵۔ ۱۱) میں وہ دعویٰ کرتا ہے کہ میری جان کو کبھی جنبش نہ ہوگی۔ کیونکہ میری نگاہ خُداوند پر ہے۔ وہ میرے دہنے ہے۔ سو میرا دل خوش ہے۔ اور میری زبان شاد ہے۔ میرا جسم اُمید میں چین کرے گا۔ وہ میری جان کو قبر میں نہ رہنے دے گا۔ اور اپنے قدوس کو سڑنے نہ دے گا۔ ان آیات میں وہ صرف قیامت کی نسبت اپنا اعتقاد ظاہر نہیں کرتا۔ بلکہ یسوع مسیح کے قبر سے جی اُٹھنے کا ذکر بھی کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ وہی اس کو زندگی راہ دکھائے گا۔ اور کہ وہ اس کے حضور میں خوشیوں سے سیر ہو گا۔ نیز اس کے دہنے ہاتھ میں ابد تک عشرتیں موجود ہیں۔

(زبور۱۷)۔ یہ داؤد کی ایک دُعا ہے۔

آیات (۱۔ ۹) میں داؤد اپنی دیانت داری پیش کر کے خُدا کی حفاظت کا ملتجی ہے۔ تا کہ وہ اپنے دشمنوں کے ہاتھ نہ آئے۔

(آیات ۱۰۔ ۱۲) میں وہ اپنے دُشمنوں کی یوں کیفیت بیان کرتا ہے۔ کہ وہ اپنی چربی میں چھپ گے ہیں۔ اور اپنے منہ سے بڑا بول بولتے ہیں۔ ہمارے ہر ایک قدم پر ہم کو گھر لیتے ہیں کہ ہمیں زمین پر گرادیں۔ آیات (۱۳۔ ۱۵) میں یقین کرتا کہ خُداوند ضرور بالضرور مجھ کو ان سے بچائے گا۔ اور مَیں صداقت سے اس کا چہرہ دیکھوں گا۔ اور جب مَیں اس کی صورت پر ہو کر جاؤں گا۔ تو مَیں سیر ہوں گا۔

(زبور۱۸)۔ سر دار میر مغنی کے لیے خدا کے بندہ داؤد کا زبور۔

اس زبور کی باتیں داؤد نے اس وقت خُداوند سے کہیں کہ جب کہ خُداوند نے اسے اس کے تمام دُشمنوں اور ساؤل کے ہاتھ سے بچایا۔اس میں خُداوند کا شکر اور اس کی تعریف اپنے عجیب بچاؤ اور مختلف نعمتوں کے لیے کرتا ہے۔اور خُداوند کو یقین دلاتا ہے کہ مَیں تجھ کو پیار کرتا ہوں۔اور مَیں قوموں کے درمیان تیرا اقرار کروں اور تیرے نام کے گیت گاؤں گا۔

(زبور۱۹)۔اس میں خُداوند داؤد کی تعریف۔آیات(۱۔۶) میں وہ کہتاہے کہ فطرت اور خاص کر آسمان اس کا جلال ظاہر کرتا ہے۔اور فضا اس کی دست کاری دکھاتی ہے۔

آیات(۷۔۱۱) میں بتاتا کہ اس کا کلام اس کے فضل کا اظہار کرتا ہے۔اور کہتاہے کہ خُداوند کی توریت کامل ہے۔وہ دل کے پھیرنے والی خُداوند کی شہادت سچی ہے۔وہ سادہ دلوں کو تعلیم دینے والی ہے۔وہ سونے بلکہ کندن یعنی سونے سے بھی نفیس ہے۔وہ شہد اور چھتے کے ٹپکو سے بھی شیریں تر ہیں۔

آیات(۱۲۔۱۴) رہائی کے لیے اس طرح عرض کرتا ہے کہ اے خُداوند میری چٹان اور میرا فدیہ دینے والے میرے دل کی سوچ اور میرے منہ کی باتیں تیرے حضور پسند آئیں۔

(زبور۲۰،۲۱،۲۲)۔یہ تینوں مسیحانہ زبور ہیں۔**(زبور۲۰)**۔ مسیح کے شاہی عہدے کو ظاہر کرتا ہے اس کی پہلی پانچ آیات میں کلیسیا کے شرکا کی اپنے بادشاہ کے لیے سفارش پائی جاتی ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ کسی مقابلہ کی تیاری ہے۔یہ سفارش اس موقعہ کی ہے جب بادشاہ کاہن کی حیثیت سے قربانی گزرنتا ہے۔آیات(۶۔۸) میں کوئی بول اٹھتاہے۔کہ اب مَیں جانتاہوں کہ خُداونداپنے مسیح کا چھڑانے والا ہے۔کیونکہ ذبیحہ کی منظوری ہوئی ہے۔

(۹ آیت) میں کل جماعت پکارتی ہے کہ اے خُداوند ہم پکاریں تو ہم کو رہائی دے اور ہمارے بادشاہ کی سن۔(زبور۲۱،اور ۲۲) سے ایک خاص برکت رکھتا ہے (زبور۲۰) مقابلے سے پہلے سے ہے۔اور (زبور۲۱) اس سے بعد کا ہے(زبور۲۰) میں سفارش ہے۔اور (زبور۲۱) میں شکر گزاری ہے۔(زبور۲۱: ۱۔۷) ہیں۔داؤد یہ کہتاہے کہ اے خُداوند تیری توانائی کے باعث بادشاہ خوش ہے۔تیری نجات کیا ہی دل شاد ہے کہ بادشاہ کی شوکت عظیم خُداوند کی نجات ہی سے ہے۔فتح مندی کے موقع پر لوگوں کے دل کے جو کیفیت تھی۔اس کا یوں بیان ہے کہ ان کو یقین ہوا کہ اس فتح مندی کا یہ سبب تھا کہ بادشاہ نے خُداوند پر توکل رکھا اور حق تعالیٰ کی رحمت سے اس کو جنبش نہ ہوئی۔

آیات(۸۔۱۲) میں رعایا بادشاہ کو یقین دلاتی ہے۔کہ یہ فتح آئندہ فتح کا بیعانہ ہے۔آیت(۱۳) میں خُداوند کی یوں تعریف کرتا ہے کہ اے خداوند تو اپنی قوت سے بلند ہو ہم تیری قدرت کی مدح اور ثنا گائیں گے۔

(زبور۲۲)۔پہلا زبور ہے جس میں مسیح کی صلیبی موت کی اذیت کا ذکر ہے مسیح نے جب وہ مصلوب ہوا تھا۔(۹) گھنٹے کے بعد اس زبور کی پہلی آیت استعمال کی۔اور بڑے زور سے چلا کر فرمایا کہ ”ایلی ایلی لما شبقتنی یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا“۔اس زبور کے دو حصے ہیں۔

حصہ اوّل۔ آیات (۱۔۲۱) پہلی (۱۰) آیات داؤد ایک خاص بات یعنی خُدا کی حضوری کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔اور سوال کرتا ہے کہ اس نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔اور (۱۱۔۲۱) آیت میں وہ داد خواہ (فریادی) ہے۔اور ملتمس (التماس کرنے والا) ہے کہ خُداوند اس سے دور نہ رہے۔ کیونکہ تنگی پہنچ رہی ہے اور مدد گار کوئی نہیں۔

حصہ دوئم۔ آیات (۲۲۔۳۱) میں وہ پختہ اُمید کا ذکر کرتا ہے کہ سارے جہاں کو یہ یاد آئے گا اور وہ خُداوند پر رجوع کریں گے۔سب قوموں کے گھرانے اس کے آگے سجدہ کریں گے۔کیونکہ سلطنت خُداوند کی ہے اور قوموں کے درمیان وہی حاکم ہے۔

(زبور۲۳)۔اس میں ایک شخص کی دو مختلف تصویریں نظر آتیں ہیں۔چنانچہ تصویر میں اوّل میں وہ آیات (۱۔۴) میں ایک چوپان کی حیثیت میں دکھایا گیا ہے۔وہ اپنے گلہ کے آگے چلتا نظر آتا ہے۔جب کہ وہ اسے بھیڑ خانے سے نکالتا ہے۔اور عمدہ سے عمدہ چراگاہوں میں لے جاکر ان کی تمام جسمانی حاجات وضروریات کو بہم پہنچاجاتا ہے۔وہ اپنے گلہ کی رہنمائی اور رکھوالی کرتا ہے۔اور اسے آرام دیتا اور آسودہ کرتا ہے اور اس طرح اس کی زندگی بحال رکھتا ہے۔اور اپنے نام کی خاطر ان کو اپنی راہوں کی طرف لے چلتا ہے۔

تصور دوئم میں وہ ایک میزان (ترازو) ہے اس میں وہ شخص یعنی خُداوند یسوع اپنے شاگردوں کے ساتھ میز پر کھانا کھاتے دکھائی دیتا ہے۔ جب کہ اُن کے گرداگرد دشمن شیروں کی مانند بیٹھے ہوئے ہیں۔اور چاہتے ہیں ان کو پھاڑڈالے لیکن برگزیدہ لوگ بڑی دل جمعی اور اطمینان میں مشغول ہیں۔میزبان ان کے لیے خوراک ہی مہیا نہیں کرتا۔بلکہ تمام ممکن طریقوں سے ان کی خاطر تواضع ومدارات کرتا ہے۔چنانچہ ایک مہمان کی شہادت ہے کہ تومیرے سر پر تیل ملتا ہے۔میرا پیالہ لبریز ہوکر چھلکتا ہے۔کلام، مہربانی اور رحمت عمر بھر میرے ساتھ رہیں گی۔اور مَیں خُداوند کے گھر میں رہوں گا۔

(زبور۲۴)۔معلوم ہوتا ہے کہ یہ زبور اس وقت کی تصنیف ہے۔جب داؤد شہر یروشلیم پر قابض ہوا۔اور اپنا دارالسلطنت مقرر کیا۔اور اس یعنی یروشلیم سے نظر اٹھاکر آسمانی یروشلیم کی طرف نگاہ کرتا ہے۔اور خُداوند کو اس پر چڑھتا ہوا دیکھتا ہے۔

آیات (۱۔۲) میں وہ کہتا ہے کہ چونکہ خُداوند کل زمین کا خالق ہے۔اور اس کی سب معموری اور اس کے رہنے والوں کا مالک ہے۔اس کو حق حاصل ہے کہ وہ اہلِ یروشلیم پر چڑھے۔

آیات (۳۔۶) میں مسیح کی روحانی بادشاہت کی حیثیت وکیفیت بیان کی گئی ہے۔جب داؤد نے سوال کیا کہ خُداوند کے پہاڑ پر کون چڑھ سکتا ہے۔اور اس کے مکان مقدس پر کون کھڑا رہ سکتا ہے۔تو اس کا جواب یہ ملا کہ جس کا ہاتھ صاف ہے۔اور دل پاک ہے۔اور اپنا دل بطلان پر نہیں لگاتا اور مکر سے قسم نہیں کھاتا۔

آیات (۷۔۱۰) میں اس بادشاہت کے اہلکار پکارتے ہیں کہ اے پھاٹکو اپنے سر اونچے کرو اور وہ ابدی درو دروازے اونچے ہوں کہ جلال کا بادشاہ داخل ہو۔اور جب استفسار (دریافت کرنا) ہوتا ہے کہ یہ جلال کا بادشاہ کون ہے؟ تو جواب دیتے ہیں کہ وہ قوی اور قادر ہے وہ جنگ میں زور آور اور لشکروں کا خُدا ہے۔

(زبور۲۵)۔یہ زبور ایک دھیانی یعنی گہری سوچ کی ایک دُعا ہے۔جو کہ عبرانی حروف تہجی کے سلسلے پر ہے۔چنانچہ عبرانی حروفِ تہجی کی تعداد کے مطابق اس زبور کی (۲۲) آیات ہیں۔جو کہ تین حصوں میں منقسم ہیں۔

حصہ اوّل۔(۱۔۷) میں داؤد اپنا بھروسہ خُداوند پر ظاہر کرتا ہے۔اس سے رہنمائی حفاظت اور معافی کے لیے دُعا کرتا ہے۔

حصہ دوئم۔ آیات (۸۔ ۱۴) میں وہ خُداوند کی قدرت اور صفات پر غور کرکے پھر گناہ کی معافی اور مغفرت کے لیے دُعا کرتا ہے اس کو یقین ہے کہ خُداوند کی راہیں۔ان کے لیے جو اس کے عہد اور اس کی شہادتوں کو یاد کرتے ہیں رحمت اور صداقت ہیں۔

حصہ سوئم۔ آیات (۱۵۔ ۲۲) میں وہ دعوے سے کہتا ہے کہ میری آنکھیں ہمیشہ خُداوند کی طرف لگی رہتی ہیں۔کیونکہ وہ میرے پاؤں کو پھندے سے نکالے گا۔اور دُعا گو ہے کہ راستی اور سدھائی میری نگہبان ہوں کہ مجھے تجھ سے اُمید ہے کہ غرض وہ تکلیف سے رہائی چاہتا ہے۔

(زبور۲۶)۔ یہ (زبور ۲۵) زبور سے کچھ نسبت رکھتا ہے۔داؤد اس کی پہلی تین آیات میں اپنی صداقت کا دعویٰ کرکے خُداوند کے سامنے آرزو ظاہر کرتا ہے کہ وہ اسے آزمائے۔اور کہتا ہے کہ مجھ کو یقین ہے کہ میرا توکل خُداوند پر ہے اور کہ میں اس کی شفقت کو یاد رکھتا ہوں۔

آیات (۴۔ ۷) میں اپنے دعوے کے ثبوت میں یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ مَیں بے ہودہ لوگوں کے ساتھ نہیں بیٹھتا اور ریاکاروں کے ساتھ نہیں چلتا۔اور وعدہ کرتا ہے کہ مَیں شریروں کے ساتھ نہ بیٹھوں گا اور بے گناہی میں اپنے ہاتھ دھوؤں گا۔

آیات (۸۔ ۱۲) میں ابتدائی آیات لاکر کہتا ہے کہ اے خُداوند تیری سکونت کا گھر بلکہ وہ مکان جہاں تیرا جلال رہتا ہے۔مجھ کو دل پسند آیا اور دُعا کرتا ہے کہ اے خداوند میری جان کو گنہگاروں میں شامل نہ کر اور میری حیات کو خون ریز آدمیوں کے ساتھ نہ ملا۔

(زبور۲۷)۔ آیات (۱۔ ۲) میں داؤد خُداوند پر اپنا فخر ظاہر کرتا ہے چونکہ خُداوند میری روشنی اور میری نجات ہے۔مَیں کسی سے خوف نہ کھاؤں گا۔اگر ایک لشکر بھی میرے خلاف خمہ زن ہو۔تو میرے دل کو کچھ خوف نہ ہو گا۔اگر میری مخالفت میں جنگ برپا ہو جائے تو بھی میرا توکل خُداوند پر ثابت رہے گا۔کیونکہ مصیبت کے وقت وہ مجھ کو چھپائے گا۔اپنے ڈیرے کے پردے میں وہ مجھ کو پوشیدہ رکھے گا۔اور مجھ کو چٹان پر چڑھائے گا۔آیات (۷۔ ۱۴) میں وہ دُعا مانگتا ہے۔کہ اے خُداوند مجھ کو اپنی راہ بتا۔اور اپنے دشمنوں کے سبب اس راہ میں جو کہ برابر ہے۔یعنی ہموار ہے لے چل مجھے دشمنوں کی مرضی پر مت چھوڑ آخر میں وہ اپنے آپ سے کہتا ہے کہ خُداوند کی انتظاری کر اور مضبوط رہ۔

(زبور۲۸)۔ آیات (۱۔ ۵) داؤد عرض کرتا ہے کہ خُداوند اس کی سنے ورنہ وہ ان کی مانند ہو جائے گا۔جو کہ گھڑے میں گرنے والے ہوں۔وہ نہیں چاہتا کہ خُداوند اسے شریروں اور بدکاروں میں شریک وشامل کرے۔جن کے دلوں میں شر ہوتا ہے۔اپنے ہمسایہ سے سلامتی کی باتیں کرتے ہیں۔

آیات (۶۔ ۸) میں وہ خُداوند کو مبارک کہتا ہے کیونکہ اس نے اس کی سنی اور کہتا ہے، کیونکہ خُداوند میری سپر اور میرا زور ہے۔میرا دل نہایت شاد ہے مَیں گیت گا کر اس کی مدح کروں گا۔(۹) آیت میں عرض کرتا ہے کہ خُداوند اپنے لوگوں کو نجات عطا کرے اور اپنی میراث کو برکت بخشے ان کی رعایت فرمائیں اور ان کو ہمیشہ تک سرفراز رکھے۔

(زبور۲۹)۔ آیت (۱۔ ۲) میں داؤد لوگوں کی توجہ خُداوند کی قدرت اور جلال کی طرف یہ کہہ کر معطوف (موڑا ہوا) کرتا ہے۔کہ خُداوند کی قدرت اور اس کے جلال پر لحاظ کرو اور حسنِ تقدس سے اسے خُداوند کہا کرو۔

آیات (۳۔ ۹) میں وہ خُداوند کی تعریف کرتا اور کہتا ہے کہ وہ بادلوں میں ہے۔اور زورآور اور جلالی ہے۔اور وہ لبنان کی دیوداروں کو توڑتا ہے۔اور انہیں بچھڑوں کی مانند کوداتا ہے۔اور لبنان اور سریون کے جوان بھینسوں کی مانند۔اس کی آوز آگ کے شعلوں کو چیرتی ہے۔دشت کو لرزاتی ہے۔اس سے ہرنیوں کے حمل گرتے ہیں۔اور وہ جنگلوں کو صاف کرتا ہے۔خُداوند ہمیشہ کے لیے سلطنت کے تخت پر بیٹھا ہے اور اپنے لوگوں کو زور بخشا ہے۔اور ان کو سلامتی کی برکت دیتا ہے۔

(زبور۳۰)۔ داؤد کا زبور جو کہ گھر کو مخصوص کرنے کے وقت گایا جاتا ہے۔ وہ اس میں خُداوند کی تعظیم کرتا ہے۔ اوراس کے سرنامے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زبور کسی گھر کی مخصوصیت کے وقت گایا گیا۔ ممکن ہے کہ ہیکل یاداؤد کے شاہی محل کی مخصوصیت پر گایا ہو۔ لیکن اس سے یہ بات ظاہر نہیں ہے کہ داؤد اس کو ایسے موقع کے لیے تصنیف کیا تھا بلکہ ایسے موقع کے لیے مخصوص کیا گیا ہے۔ داؤد اس میں خُداوند کی تعظیم کے اوصاف یوں بیان کرتا ہے۔

آیت اول میں اس کی سرفرازی کے لیے کہ اس کے دشمنوں کو موقعہ نہیں ملا کہ وہ اس پر خوشی کریں۔ اور یہ گویااس کی دُعا کے جواب میں تھا۔

آیات (۲۔۳) سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بیماری میں وقت نزاع خُداوند نے اس کی شفاعت کی یا یہ کہ وہ اپنی گنہگاری اور بدکرداری کے سبب غم میں مبتلا تھا۔ اور خُداوند نے اسے معافی بخشی۔ چنانچہ وہ چوتھی آیت میں سب مقدسوں کو طلب کرتا ہے کہ خُداوند کی تعظیم کریں اور کہتا کہ اس کی قدوسیت کی یادگاری میں اس کا شکر ادا کرو۔

آیات (۵۔۱۲) میں خُداوند کے رحم اور مہربانی کی تعریف کرتا ہے۔

(زبور۳۱)۔ داؤد تکلیف اور مصیبت کی حالت میں خُود کو خُداوند کے سپرد کرتا ہے۔ اور اس کا ایمان اس کو سنبھالتا اور خُداوند کے چہرے کی روشنی اس کو نجات بخشتی ہے اس میں تین حصے ہیں۔

حصہ اوّل۔ آیات (۱۔۸) میں وہ اپنا توکل خُداوند پر ظاہر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے خُداوند تو میری چٹان اور میرا گڑھ ہے۔ اپنے نام کے لیے تومیری رہبری اور رہنمائی کر۔

حصہ دوئم۔ آیت (۹۔۱۸) میں وہ اپنی محتاجی پر زور دیتا اور کہتا ہے کہ میری نوبت یہاں تک پہنچی کہ مَیں اس شخص کی مانند ہوں جو کہ مرا اور اسے کوئی یاد میں لائے۔ مَیں ٹوٹے ہوئے باسن کی مانند ہوں اور دُعا کرتا ہے کہ خُداوند اسے شرمندہ نہ ہونے دے۔

حصہ سوئم۔ آیات (۱۹۔۲۴) میں وہ خُداوند کے احسان کے لیے اس کی بڑی تعریف کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے خُداوند تیرا کیا ہی مجھ احسان ہے۔ جو تو اپنے ڈرنے والوں کے لیے۔ چھپائے رکھتا ہے۔ اور خُداوند کے سب مقدس لوگوں کو کہتا ہے کہ اس سے محبت رکھو کہ خُداوند دینداروں کا نگہبان ہے۔ اور مغروروں کو بدلہ دیتا ہے۔ تب ان سب کو تاکید کرتا ہے کہ وہ جو خُداوند سے اُمید رکھتے ہیں زور پکڑیں۔ تو وہ ان کے دلوں کو مضبوطی بخشے گا۔

(زبور۳۲)۔ خیال ہے کہ یہ زبور داؤد نے اس وقت لکھا جب کہ اس کو معلوم ہوا کہ خُداوند نے حتی اوریا اور بت سبع کی نسبت اس کا گناہ معاف کردیا۔ یہ زبور مشکیل داؤد کہلاتا ہے۔ زبور کی کتاب میں (۱۳) زبور اس نام کے ہیں اس لفظ کے ٹھیک معنی معلوم نہیں بعض کہتے ہیں اس کے معنی تعلیمی زبور کے ہیں۔ اور بعض دھیانی زبور۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کے معنی عقلمندی کے ہیں۔ اور بعض خیال کرتے ہیں کہ اس کے راگ بہت ہی عجیب اور علمِ موسیقی کی رو سے بہت ہی عمیق وعاقلانہ ہیں۔ اور یہ کہ یہ نام صرف راگ سے ہی نسبت رکھتا ہے۔ یہ زبور نادمی زبوروں میں سے دوسرا زبور ہے۔ چھٹازبور پہلا نادمی زبور ہے۔

پہلے زبور سے ظاہر ہے کہ اس شخص کی مبارکبادی کامل ہے۔ جس نے گناہ نہ کیا ہو۔ اور (زبور ۲۲) کی پہلی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص بھی جس نے گناہ کے بعد سچی اور اصلی توبہ کی ہے۔ وہ مبارک ہے۔ چنانچہ آیت (۱) میں ذکر ہے کہ مبارک ہے وہ جس کا گناہ بخشا گیا۔ اور خطا

ڈھانپی گئی۔(۵) آیت میں وہ خُداوند سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ مَیں نے تیرے پاس اپنے گناہ کا اقرار کیا۔ مَیں نے اپنی بدکاری نہیں چھپائی۔ مَیں نے کہا کہ اپنے خُداوند کے آگے اپنے گناہ کا اقرار کروں گا۔ سو تونے میری بدذاتی کا گناہ دیا ہے۔

آیات(۸۔۹) خُداوند اسے فرماتا ہے کہ مَیں تجھے تعلیم دوں گا۔ اور تاکید کرتا ہے کہ تو گھوڑوں اور خچروں کی مانند نہ ہو جن کی راہنمائی باگ اور لگام سے کی جاتی ہے۔(۱۱) آیت میں وہ صادقوں کو تاکید کرتا ہے کہ خُداوند کے سبب خوش ہو اور شادمانی کرو اور تم جو راست دل ہو خوشی سے چلاؤ۔

(زبور۳۳)۔ آیت (۱۔۳) میں صادق طلب گار ہیں کہ خُداوند کی حمد کریں۔ اور بربط کو چھڑتے ہوئے اس کی ستائش کریں۔ اور اس کے لیے ایک نیا گیت گائیں۔ کیونکہ

(زبور۳۳:۱) آیت حمد کرنا سیدھے لوگوں کو زیب دیتا ہے۔

(زبور۳۳:۴۔۵) آیات خُداوند کا کلام سیدھا ہے۔ اور اس کے سب کام باوفا ہیں۔ وہ دُنیا کا خالق ہے۔ جو اس نے کہا وہ ہو گیا۔ اس نے تو سب کچھ برپا ہوا۔

(زبور۳۳:۱۲۔۱۹) آیت میں وہ آسمان پر سے دیکھتا اور سب بنی نوع انسان پر نگاہ کرتا ہے۔

(زبور۳۳:۲۰۔۲۲) آیت داؤد صادقوں کی رضامندی ظاہر کرتا ہے۔ اور ان سب کی طرف سے عرض کرتا ہے کہ اے خُدا جیسا کہ ہمیں تجھ پر توکل ہے۔ ویسے ہی تیری رحمت ہم پر ہو۔

(زبور۳۴)۔ اس کے سرنامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ داؤد یہ زبور اس وقت تصنیف کیا جب ابی ملک یعنی کہ جب داود نے اپنی وضع بدلی اور اپنے آپ کو دیوانہ بنایا(۱۔سموئیل۲۱:۱۰۔۱۵)۔

یہ (زبور۲۵) زبور کی طرح عبرانی حروفِ تہجی پر ہے۔ آیت(۱۔۱۰) میں داؤد خُداوند کی ستائش کرتا ہے۔ اوروں کو بھی طلب کرتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ مل کر خُداوند کی ستائش کریں اور بڑائی کریں۔ اور مل کر اس کے نام کو سرفراز کریں(۸ آیت) ایک دعوتِ عام کا اشتہار دیتا ہے۔ آؤ چکھو کہ دیکھو کہ خُداوند مہربان ہے۔ وہ! جس کا بھروسہ اس پر ہے وہ مبارک ہے۔

(۹ آیت) میں وہ اس کے مقدسوں کو کہتا ہے کہ خُداوند سے ڈرو کیونکہ جو اس سے ڈرتے ہیں۔ انہیں کچھ کمی نہیں۔

آیات(۱۰۔۲۲) ایک استاد کی حیثیت میں لڑکوں کو بلاتا ہے کہ آؤ اور میری سنو میں تمہیں خُداترسی سکھاؤں گا۔ اور خُداوند کے خوف کے اوصاف بیان کر کے کہتا ہے کہ وہ جو زندگی کا مشتاق ہے۔ اور بڑی عمر چاہتا ہے۔ چاہیے کہ اپنی زبان کو بدی سے اور اپنے لبوں کو دغا کی بات بولنے سے باز رکھے۔ پھر نصیحت کرتا ہے کہ بدی سے بھاگ نیکی کر اور سلامتی کو ڈھونڈو جو خُداوند کے نزدیک ہے۔ وہ جو شکستہ اور ان کو جو خستہ جان ہیں بچاتا ہے۔

(زبور۳۵)۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ زبور اس وقت کی تصنیف ہے جب ساؤل داؤد کا دشمن بن گیا۔ اور اس کو رگیدتا تھا کہ اسے جان سے مارے۔ آیت(۱۔۸) داؤد خُود کو خُدا کے سپرد کر کے عرض کرتا ہے کہ خُداوند ان سے جھگڑے جو اس سے یعنی داؤد سے جھگڑتے ہیں۔ اور اُن سے لڑے جو اس سے لڑتے ہیں۔ وہ اس سبب سے کہ ساؤل خُداوند کا مقرر کیا ہوا تھا۔ اسے مارنا نہ چاہتا تھا۔(۱۔سموئیل ۲۴:۵۔۱۱)۔

آیات (۹۔۱۰) میں وہ رہائی پر خُداوند کی شکر گزاری کرتا ہے۔اور (۱۱۔۲۱) میں اپنی عصمت کا دعویٰ کرکے خُداوند سے عرض پرداز کہ اس کو ان سب دشمنوں سے بچائے کہ جو سلامتی کی باتیں نہیں کہتے۔ بلکہ ملک کے سلیم طبع لوگوں پر مل کر منصوبے باندھتے اور مجھ پر منہ پسارتے ہیں۔اور کہتے ہیں کہ آہا۔ ہاہا۔ ہماری آنکھوں نے یہ دیکھا ہے۔ یعنی میری رسوائی۔

آیات (۲۲۔۲۸) میں وہ پھر عرض کرتا ہے کہ خُداوند اس سے دور نہ ہو۔ بلکہ اپنی صداقت کے مطابق اس کا انصاف کرے۔

(زبور۳۶)۔ خُداوند کے بندے داؤد کا زبور۔ ہم ان زبوروں کو دل جمعی و بغیر کسی شک وشبہ کے استعمال کرسکتے ہیں۔ کیونکہ ان کا مصنف خُداوند کا بندہ ہے۔اس کی پہلی (۴) آیات داؤد ظاہر کرتا ہے۔ کہ شریروں کی شرارت ان کی دہریت (خُدا کو نہ ماننا) کی وجہ سے ہے۔وہ خُدا کا خوف اپنے دلوں میں نہیں رکھتے سو وہ بدی اور بدکرداری میں ترقی کرتے ہیں۔

آیات (۵۔۹) میں وہ خُداوند کی ماہیت کے جلال کی تعریف کرتا ہے کہ اس سے خُداوند انسان کو فیض پہنچاتا ہے۔اور (۱۰۔۱۲) میں وہ برکت اور حفاظت کے لیے دُعا گو ہے اور یقین سے کہتا ہے کہ خُدا ضرور بدکرداروں کو گرادے گا۔

(زبور۳۷)۔ یہ زبور بھی حروفِ تہجی کے سلسلہ کی طرح ہے۔اس میں خاصیت یہ ہے کہ اس میں اکثر حروف دو شعروں کے شروع میں آئے ہیں۔اس حساب سے اس میں کل (۴۰) شعر ہیں کیونکہ چند ایک حروف سے صرف ایک ہی شعر شروع ہوا ہے۔اور ہر ایک میں خاص بات پیش کی گئی ہے۔ مثلاً (الف) کا شعر صرف اتنا مطلب بیان کرتا ہے کہ تو شریروں سے مت کڑھ اور (بیتھ) کا کہ خُدا پر توکل رکھ ہر ایک حرف سے ایک نئی بات شروع ہوتی ہے۔اس طرح اس زبور میں (۲۲) باتیں ہیں۔اور وہ چار حصوں میں منقسم ہے۔

حصہ اوّل۔ آیات (۱۔۱۱) میں یہ تعلیم ہے کہ کڑکڑاہٹ کو دور رکھیں اور ایمان میں مضبوط رہنا چاہیے۔

حصہ دوئم۔ آیات (۱۲۔۲۰) میں بیان ہے کہ شریروں کی فتح کی خوشی چند روز ہے۔اور جلد اختتام کو پہنچتی ہے۔

حصہ سوئم۔ آیات (۲۱۔۳۱) میں ذکر ہے کہ راستبازوں کا اجر یقینی اور دائمی ہے۔

حصہ چہارم۔ آیات (۳۲۔۴۰) میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ نیکوکاروں اور شریروں کے انجام میں بہت فرق ہے۔

(زبور۳۸)۔ نادمی (پشیمانی) زبور کے سلسلے میں یہ تیسرا زبور ہے۔ زبور کی کتاب میں سات یعنی زبور (۶، ۳۲، ۳۸، ۵۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۴۳) نادمی زبور ہیں۔ داؤد کا یہ زبور تذکیر یعنی یاد دلانے کے واسطے ہے۔اور یہ تین حصوں میں تقسیم ہے۔

حصہ اول۔ آیات (۱۔۸) میں داؤد اپنی جسمانی تکالیف اور دردوں کو خُداوند کے آگے پیش کرتا ہے۔(۸) آیت میں وہ کہتا کہ مَیں بے تاب ہوگیا ہوں اور دل کی گھبراہٹ سے چلاتا ہوں۔

حصہ دوئم۔ آیات (۹۔۱۴) داؤد خُداوند کے آگے فریاد کرتا ہے۔ کہ اے خُدا میرے دوست اور آشنا میری تکلیف کے وقت مجھ سے الگ کھڑے رہے۔اور میرے رشتے دار مجھ سے دور جا کھڑے ہوئے۔ یہ زبور غالباً ان دنوں کی یاد میں ہے۔ جب داؤد ابی سلوم بھاگا تھا اور اس کی اس حالت میں اس کے جانی دوست اور رشتے داروں نے بھی اسے چھوڑ دیا۔

حصہ سوئم۔ آیات (۱۵۔۲۵) میں وہ خداوند سے رہائی کی درخواست کرتا ہے۔اور عرض کرتا ہے کہ وہ اس کو ترک نہ کرے۔اور اس سے دور نہ رہے۔اور کہتا ہے کہ اے خُدا میرے نجات دینے والے میری مدد کے لیے جلدی کر۔ داؤد کی اس وقت کی حالت ایوب کی حالت کے برابر ہے۔

(زبور۳۹)۔ یہ زبور (۳۸ زبور) سے ایک خاص نسبت رکھتا ہے۔ تو اس میں مندرجہ ذیل چار خاص باتیں ہیں۔

(1) آیات (۱۔۳) میں داؤد ظاہر کرتا ہے کہ اس کا ارادہ تھا کہ چپ ہو رہے۔ لیکن جب اس نے اپنی حالت شریروں کی سی دیکھی تو وہ بے اختیار ہو گیا۔ اور خاموشی قائم نہ رکھ سکا۔

(2) آیات (۴۔۶) میں وہ دُعا کرتا ہے کہ اے خُداوند مجھ کو بتا کہ میرا انجام کیا ہے؟ اور میری عمر کتنی ہے؟ تا کہ مَیں جانوں کہ اس کی کتنی مدت ہے؟ گویا وہ اپنے آپ کو تیار و آراستہ کرنا چاہتا ہے۔

(3) آیات (۷۔۹) میں وہ کہتا ہے کہ میری اُمید صرف یہواوہ پر ہی ہے۔ سو وہ اس سے عرض کرتا ہے۔ مجھ کو میرے سارے گناہوں سے نجات دے۔ اور مجھ کو جاہلوں کی طرح تنگ نہ کر۔

(4) آیات (۱۰۔۱۳) میں وہ خُداوند کی رہنمائی کا خواہشمند ہے۔ اور کہتا ہے کہ اے خُداوند میری دُعا سن۔ اور میرے نالے پر کان دھر۔ میرے آنسوں دیکھ کر چپ نہ رہ کیونکہ تیرے سامنے میں پردیسی اور اور اپنے سارے باپ دادوں کی مانند مسافر ہوں۔

(زبور ۴۰)۔ اس کے دو حصے ہیں۔

حصہ اوّل۔ آیات (۱۔۱۱) داؤد مندرجہ ذیل باتیں پیش کرتا ہے۔

(الف)۔ اسے (۳ آیت) میں وہ کہتا ہے کہ مَیں نے صبر سے خُداوند کی انتظاری کی۔ اور وہ میری طرف مائل ہوا۔ اس نے میری فریاد سنی اور مجھے ہولناک گھڑے اور دلدل کی کیچ (دلدل، کیچڑ) سے باہر نکالا۔ اس نے میرے پاؤں چٹان پر رکھے اور ان کو ثابت قدمی بخشی۔

(ب)۔ (۴۔۵) آیت میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ خُداوند پر بھروسہ رکھنا انسان کی مبارکبادی کا ایک خاص سبب ہے۔

(ج)۔ (۶۔۸) آیت میں وہ کہتا ہے کہ خُداوند انسان سے ہدیہ اور ذبح طلب نہیں کرتا بلکہ اس کی شخصیت کا خواہش مند ہے۔

(د)۔ (۹۔۱۱) آیت میں وہ کہتا ہے کہ یہ بہت ہی مناسب ہے کہ خُداوند کی صداقت اور اس کی خوبیوں ہم اپنے میں چھپا نہ رکھیں بلکہ جماعت میں ان کی بشارت دیں۔

حصہ دوئم۔ آیات (۱۲۔۱۷) میں وہ فریاد کرتا ہے کہ دشمن متواتر اس کا پیچھا کرتے اور متواتر اس کو تنگ کرتے ہیں۔ سو وہ خُداوند سے محافظت کا خواہشمند ہے۔ اور اس کا شکریہ ادا کرتا ہے۔

(زبور ۴۱)۔ آیات (۱۔۳) داؤد ظاہر کرتا ہے کہ وہ شخص مبارک ہے جو مسکین کا فکر رکھتا ہے۔ خُداوند مصیبت کے وقت اس کو رہائی دے گا۔

آیات (۴۔۹) میں داؤد بحالی کے واسطے دُعا کرتا ہے۔ اور دشمنوں کے خلاف ایک شکوہ بیان کرتا ہے۔

آیات (۱۰۔۱۲) وہ اپنا منہ دُشمنوں کی طرف سے پھر کر خُداوند کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اور اس کی رحمت چاہتا ہے۔ اور اپنی دیانتداری کا دعویٰ بھی کرتا ہے۔

آیت (۱۳) میں وہ خُداوند کی تمجید میں یہ کہتا ہے کہ خُداوند اسرائیل کا خُدا ازل سے ابد تک مبارک ہے۔ آمین ثم آمین۔

باب سوئم

زبور کی دوسری کتاب

زبور(۴۲۔۷۲)

سوال۔11: زبور کی دوسری کتاب کی کیفیت بیان کریں؟

جواب: زبور کی دوسری کتاب (۳۱) یعنی(۴۲۔۷۲) زبور ہیں۔ غالباً سلیمان کی ہیکل کی عبادت کے لیے تالیف ہوئے تھے۔ان میں(۸) یعنی (۴۲۔۴۹)بنی قورح کے ہیں۔

(۵۰زبور)۔ آسف کا ہے۔(۱۸) یعنی(۵۱۔۶۵،۶۸۔۷۰) زبور کے ہیں۔زبور(۶۶،۶۷،۷۱) گمنام ہیں۔اور (زبور ۷۲) سلیمان کا ہے۔اس کتاب کی یہ خاصیت ہے کہ کسی نامعلوم وجہ سے لفظ ایلوہیم بجائے یہوواہ کے بکثرت استعمال ہوا ہے۔زبور کی پہلی کتاب میں لفظ یہوواہ(۲۷۲) دفعہ اور ایلوہیم(۱۵) دفعہ استعمال ہوا ہے۔اور دوسری کتاب میں لفظ ایلوہیم (۲۰۷) دفعہ استعمال ہوہے۔اور یہوواہ(۴۷)بار استعمال ہوا ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب میں کئی ایک قابل اور قادرِ کلام شاعروں کی فکر رسائی کے نتائج ہیں۔جن کی مفصل کیفیت پر حتی المکان غور کریں گے۔اوپر ذکر ہوا ہے کہ اس کتاب کے (۳۱) زبوروں میں سے (۸) زبور بنی قورح کے ہیں۔اب دریافت کرنا چاہیے کہ یہ بنی قورح کون تھے؟اور ان زبوروں کی خاص وجہ اور موقع کیا تھا؟

(خروج۶: ۱۶) آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی لاوی جیر سوم ،مراری اور قہات تھے۔اور اس باب کی (۱۸) آیت سے یہ بھی ظاہر ہے کہ بنی قہات عمرام۔اور اضہار اور عزیئیل تھے۔پھر (۲۱) آیت سے ظاہر ہے کہ بنی اضہار قورح نفج اور زکری تھے چنانچہ قورح بن قہات بن لاوی تھے۔

(گنتی ۱۶: ۱۔۳۵) میں ذکر ہے کہ یہ وہ قورح ہے جس نے داتن اور ابیرام سے مل کر موسیٰ کے ساتھ فتنہ سازی کی تھی۔اور عجیب طرح سے مارا گیا۔اور (گنتی ۲۶: ۱۱) سے ظاہر ہے کہ قورح کے لڑکے اس ہلاکت سے محفوظ رہے چونکہ وہ لاوی تھے اور گانے بجانے میں کافی دسترس رکھتے تھے۔داؤد نے ہیکل کی عبادت کے لیے مقرر کیا۔چنانچہ (۱۔تواریخ ۱۶باب)۔میں ذکر ہے کہ جب داؤد نے یروشلیم میں عہد کے صندوق کے لیے جگہ تیار کی تو اس نے لاویوں کے سرداروں کو فرمایا کہ اپنے بھائیوں میں سے گانے والوں کو مقرر کریں کہ موسیقی کے ساز یعنی بربطیں،ستار اور منجیر بجاو اور بلند آواز سے گائیں سو لاویوں نے ہمیان بن یوایل کو اور اس کے بھائیوں میں سے آسف بن برکیاہ کو اور بنی مراری میں سے ایتان کو مقرر کیا۔اور ان کے ساتھ کئی ایک اور بھی تعینات ہوئے اور عہد کے صندوق کو عوبیدادوم کے گھر سے نکال کر یروشلیم میں بخوشی چڑھائیں۔اور (۱۔تواریخ ۲۵: ۱) سے ظاہر ہے کہ داؤد اور لشکر کے سرداروں نے آسف اور ہیمان یدوتون کے بیٹوں میں سے بعض کو عبادت کے لیے تعین کیا۔اور بربطوں اور ستار اور جھانجوں سے نبوت کریں۔اس باب کی(۵) آیت میں ہیمان بادشاہ کا غیب بین بتلایا گیا ہے۔اور ذکر ہے کہ ہیمان کے بیٹے خُدا کے معاملوں میں سینگ بلند کرنے کو تھے۔

سینگ کا باجا زور سے اور بلند آواز سے بجاتے تھے۔اور خدا اس کو(۱۴) بیٹے اور (۳) بیٹیاں دی۔اور وہ اپنے باپ کی صلاح وہدایت کے مطابق خُداوند کے گھر میں جھانجھ ،بربط اور ستار سے گانے کو حاضر تھے۔کہ خُدا کے گھر کی خدمت کریں۔جیسا کہ ہیمان یدوتون اور آسف کو خُداوند کی طرف

سے حکم ہوتا تھا۔(ا۔تواریخ ۶:۳۱۔۳۲) میں مرقوم ہے کہ یہ وہ ہیں جنہیں داؤد نے بعد اس کے کہ آرام گاہ میں پہنچا۔ گانے والوں کے گروہوں پر مقرر کیا۔ سو وہ خیمہ کے مسکن کے آگے جب تک کہ یروشلیم میں سلیمان نے خُداوند کا گھر تعمیر نہ کیا وہ گانے کی خدمت کرتے تھے۔ اور اپنی اپنی باری پر خدمت کے لیے حاضر ہوتے تھے۔(ا۔تواریخ ۶:۲۳) میں مرقوم ہے کہ وہ جو اپنے لڑکوں سمیت خدمت گزاری کرتے تھے۔ یہ ہیں بنی قہات میں ہیمان سرودی اور (ا۔تواریخ ۶:۴۳۔۴۴) سے ظاہر ہے کہ آسف لاوی کے بیٹے جیرسون سے نکلا اور ایتان مراری کے خاندان میں سے تھا۔ یہ سب کے سب لاوی تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جب ضرورت پڑی تو انہوں نے موقعہ کے مطابق ملہم (الہام کیا گیا) ہو کر زبور تصنیف کیے۔

سوال۔12:۔ دوسری کتاب کے بنی قورح کے آٹھ زبوروں کی تفصیل بیان کریں؟

جواب:۔(زبور ۴۲،۴۳)۔ کی ترکیب اور ترتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع میں یہ ایک ہی زبور تھا۔(زبور ۴۲) کا سرنامہ یہ ہے کہ "سردار مغنی کے لیے بنی قورح کا مشکیل جب کہ (زبور ۴۳) کا بالکل کوئی سرنامہ نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ (زبور ۴۳، زبور ۴۲) کا تیسرا حصہ ہے۔ یہ دونوں (زبور ۴۲:۵) کے ان الفاظ سے تینوں حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں کہ "میرے دل تو کیوں گرا جاتا ہے اور تو مجھ میں کیوں بے آرام ہے۔ خُدا پر بھروسہ رکھ کہ مَیں آگے کو بھی اس کی ستائش کروں گا۔ کہ اس کا چہرہ نجات دینے والا ہے۔ ان زبوروں کا حصہ اوّل (زبور ۴۲:۱۔۵) میں ہے کہ جس میں مصنف خُدا کی حضوری کے لیے ایک ہرنی کی طرح جو کہ پانی کے سوتوں کی پیاسی ہو۔ پیاسا اور آرزومند ہے۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ مصنف گانے والوں میں سے تھا۔ اور ان دنوں یروشلیم سے دور اور ہیکل کی عبادت سے محروم تھا۔ اور عید کے ایام میں اس گروہ کے ساتھ جو کہ خوشی کی آواز سے گاتا ہوا اور شکر گزاری کرتا ہوا خُداوند کے گھر کو جاتا تھا۔ شریک و شامل نہ ہو سکا۔

حصہ دوئم۔ یعنی آیات (۶۔۱۱) میں مصنف اپنی حالت پر غور کرتا اور خُدا سے فریاد کرتا اور کہتا ہے کہ اے میرے خُدا میرا جی گرا جاتا ہے۔ مَیں دوسروں کی زمین میں اور حرموں میں کوہِ مصفا پر تجھے یاد کروں گا۔ گو وہ ہیکل میں عبادت نہ کر سکا۔ تو بھی یہاں ہی سے خُدا کو یاد کرتا ہے۔

حصہ سوئم۔ یعنی (زبور ۴۳) میں دُعا کرتا ہے کہ خُداوند اس کو اس کے دشمنوں سے رہائی بخشے تا کہ وہ پھر بدستور عبادت میں شریک ہو سکے اور کہتا ہے کہ تب مَیں خُدا کے مذبح کے پاس خُدا کے حضور کمال خوشی سے بربط بجا کر ستائش کرتا ہوا جاؤں گا۔ اس حصے کی پانچویں آیت میں وہ اپنے جی کو تقویت دے کر کہتا ہے کہ اے میرے جی! تو کیوں گرا جاتا ہے۔ اور تو مجھ میں کیوں بے آرام ہے۔ خُداوند پر توکل کر کہ مَیں آگے کو بھی اس کی ستائش کروں گا۔ جو میرے چہرے کی نجات اور میرا خُدا ہے۔

(زبور ۴۴)۔ بنی قورح کا مشکیل جو سردار مغنی کے سپرد کیا گیا۔ خُدا کے حضور میں گایا جائے۔ اس میں بنی قورح بنی اسرائیل کا وکیل ہو کر بیان کرتا ہے کہ گو اسرائیل کی صداقت اور وفاداری مستقل رہی تو بھی خُدا نے ان کو مصائب میں گرفتار کیا۔ اور وہ خُدا کی مہربانی کا طلب گار ہے۔

اس زبور میں پانچ مختلف باتیں ہیں۔

(1) آیات (۱۔۳) میں وہ خُدا کو یاد دلاتا ہے کہ سابق زمانہ میں باپ دادوں کی شہادت کی وجہ سے اس نے اس کے ساتھ نیک سلوک کیا اور اس ملک سے قوموں کو نکال کر انہیں بسایا۔

(2) آیات (۴۔۸) میں وہ خُدا کو اپنا بادشاہ تسلیم کر کے دعوے کرتا ہے کہ اس کی مدد سے میں اپنے دشمنوں کو دھکیل دوں گا۔ اور اس کے نام سے ان کو جو مجھ پر چڑھتے اور حملہ کرتے ہیں۔ پامال کروں گا۔ نیز وہ یہ بھی گمان رکھتا ہے کہ خُداوند خود بغیر ان کی مدد کے بچانے والا ہے۔ اور کہتا ہے کہ وہ ان کو جو ہم سے کینہ رکھتے ہیں رسوا کرتا ہے۔ کہ ہم ابد تک اسی کی ستائش کریں گے۔

(3) آیات (۹۔۱۶) میں وہ خُدا کے سامنے فریاد کرتا ہے کہ وہ گزشتہ کی طرح ان کی مدد نہیں کرتا۔ اس نے ان کو ترک کر رکھا ہے۔ اور ان کو ان کے دشمنوں کے آگے بھگادے گا۔ اور مفت میں بیچ ڈالا ہے اور ہم کو قوموں کے درمیان ضرب المثل کیا ہے۔

(4) آیات (۱۷۔۲۲) میں اسرائیل دعوے کے کہتے ہیں کہ ہم ایسے سلوک کے سزاوار نہ تھے۔ کیونکہ ہم خُدا کو نہیں بھولے۔ اور اس کے عہد میں بے وفائی نہیں کی بلکہ ہم خُدا کے لیے سارادن مارے جاتے ہیں۔ اور ذبح کی ہوئی بھیڑوں کی مانند گنے جاتے ہیں۔

(5) آیات (۲۳۔۲۶) میں وہ سب مل کر عرض کرتے ہیں۔ کہ خُدا جاگے اور بیدار ہو۔ اور ان کو ہمیشہ کے لیے ترک نہ کرے۔ نیز وہ ایک سوال بھی کرتے ہیں۔ کہ۔ وہ اپنا منہ کیوں چھپاتا ہے؟ اور اس ظلم کو جو ہم پر ہوتا کیوں بھلا دیتا ہے۔ آخر میں عرض بھی کرتے ہیں۔ وہ اپنی رحمتوں کے واسطے ان کو رہائی دے۔

(زبور ۴۵)۔ بنی قورح کا مشکیل یعنی غزل معشوقوں کی بابت جو سوسنوں کے سرپر گائی جائے۔ اس میں دُلہا اور دُلہن کی تشبیہ سے مسیح اور کلیسیاء کے مبارک اتحاد کا تصور دلایا گیا ہے۔ اس کی پہلی آیت تمہیدی ہے۔ اس میں مصنف وجہ تصنیف بیان کرتا ہے۔ آیات (۲۔۹) میں وہ بادشاہ کا حسن، عزت، جلال اور صداقت ظاہر کرتا ہے۔ اور اس کی شاہانہ خوبیوں اور اوصافِ کاملہ کا بیان کرکے تاکید کرتا ہے۔ کہ وہ اپنی بزرگواری سے سوار ہو۔ اور سچائی، ملائمت اور صداقت کے واسطے آگے بڑھے۔ اور کہتا ہے کہ تیرا دہنا ہاتھ تجھ کو مہیب کام سکھائے گا۔

آیات (۱۰۔۱۲) میں مصنف دُلہن کی طرف مخاطب ہو کر تاکید کرتا ہے کہ اے بیٹی سن سوچ اور اپنا کان ادھر لگا۔ اپنے لوگوں اور اپنے باپ کے گھر کو بھول جا۔ غرض کہ کلیہ مخصوصیت طلب کیا گیا ہے۔ آیات (۱۳۔۱۵) میں وہ آراستہ دُلہن خوشی اور شادمانی کے ساتھ دولہا کے ساتھ پہنچائی جاتی ہے۔ اور وہ بادشاہ کے محل میں داخل ہوتی ہے۔

آیات (۱۶۔۱۷) میں مصنف بادشاہ کو کہتا ہے کہ تیرے بیٹے تیرے باپ دادا کے قائم مقام ہوں گے۔ اور تو ان تمام زمین کے سردار مقرر کرے گا۔ اور سب لوگ ابدالاباد تیری ستائش کریں گے۔ (زبور ۴۶، ۴۷، ۴۸) بنی قورح کے یہ تین زبور جو کہ بنی اسرائیل کی ایک خاص رہائی کی یادگار اور اس کی شکر گزاری میں تصنیف ہوئے جو کہ باسلسلہ ہیں۔ (زبور ۴۶) میں یہ حقیقت پیش ہے کہ یروشلیم کی حفاظت کی وجہ اس میں خُدا کی حضوری تھی۔ (زبور ۴۷) خُدا کی تعریف ہے کہ وہ مہیب ہے۔ اور تمام زمین کے اوپر بادشاہ عظیم ہے۔ اور (زبور ۴۸) میں بیان ہے کہ یروشلیم کی فوقیت اس سبب سے کہ یہوواہ اس میں بودوباش کرتا ہے۔ اور کہ وہ شاہِ عظیم کا شہر ہے۔ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ زبور اس وقت تصنیف ہوئے حزقیاہ نے خُداوند سے دُعا مانگی۔ اور شاہِ اسور سنہیرب سے بچ گیا۔ (۲۔ سلاطین ۱۹: ۲۴۔۲۷) اگر یہ خیال درست ہے تو ان زبوروں کی تالیف کا وقت جیسا کہ بعض مصنفوں کا گمان ہے یہ زمانہ سلیمان ہو سکتا ہے۔ ان تینوں زبوروں کی تفصیل اس طرح ہے۔ (زبور ۴۶: ۱۔۳) میں یقین دلایا گیا ہے کہ اگر خداوند موجود ہو تو زمین کے انقلابات سے کچھ بھی خوف وخطر نہیں ہو سکتا۔

آیات (۴۔۷) میں شہر یروشلیم کی حفاظت کا سبب یوں بیان کیا گیا ہے۔ کہ خدا اس کے بیچوں بیچ ہے۔ سو اس کو ہرگز جنبش نہ ہو گی۔ اور اہلیانِ شہر کمال خوشی اور اطمینان سے بودوباش کریں گے۔

آیات (۸۔۱۱) میں تاکید ہے کہ خُدا کی کارروائی پر غور کیا جائے۔ اور (۱۰) آیت میں خُدا فرماتا ہے کہ تھم جاؤ۔ اور جانو کہ مَیں خُدا ہوں۔ مَیں قوموں میں بلند اور زمین پر سربلند ہوں گا۔

(زبور۴۷)۔ میں بنی قورح سردار مغنی کی معرفت سب لوگوں کو طلب کرتا ہے۔ کہ تالیاں بجائیں اور کہتا ہے کہ خوشی کی آواز سے خُداوند کے حضور نعرہ مارو۔ اس کی پہلی چار آیات میں ایک دعوتِ عام ہے۔ کہ یہوواہ کی جو کہ کل دُنیا کا بادشاہ ہے۔ستائش کرو اور خوشی سے للکارتے ہوئے اوپر چڑھاتے ہیں۔وہ سب جہان کا بادشاہ ہے۔ سوچاہیے کہ سوچ سمجھ کر اس کی ستائش کے گیت گائیں۔

آیات(۸-۹) ظاہر کرتی ہے کہ دُنیا کی سب اقوام خُدا کی عالمگیر حکومت کو تسلیم کرکے ابرہام کے خُدا کے لوگوں کے ہمراہ جمع ہوئی ہیں۔

(زبور۴۸)۔ میں بنی قورح صیحون کی خوش نمائی اور جلال کی تعریف کرتے ہیں۔اس کی پہلی دو آیات میں وہ یہوواہ کی بزرگی کی تعریف کرکے کہتے ہیں کہ وہ اس قابل ہے کہ ہمارے خُدا کے شہر میں اس کے مقدس پہاڑ پر اس کی ستائش کی جائے۔اور اس کی تعریف تمام زمین پر ہو۔

آیات(۳-۸) میں وہ کہتے ہیں کہ یہوواہ کا جلال اس شہر میں اس قدر موجود تھا کہ دشمن دیکھ کر فوراً دنگ ہوئے۔اور گھبرا کر بھاگ گئے۔

آیات(۹-۱۴) میں وہ بیان کرتا ہے کہ اس رہائی کا ان پر کیا اثر ہونا چاہیے۔یعنی یہ کہ وہ اس کی ہیکل میں خُدا کی مہربانی پر غور کرکے اس کی عدالتوں کے سبب خوشی کریں، نیز چاہیے کہ وہ اس شہر پر خوب اپنا دل لگائیں۔ تاکہ آنی والی پشتوں کو اس کی خبر دینے کے قابل ہوں گے۔اور بتا سکیں کہ یہ خُدا ابدالآباد تک ہمارا خُدا ہے اور مرتے دم تک ہماری ہدایت کرے گا۔

(زبور۴۹)۔ بنی قورح کا زبور پہلی چار آیات میں دیباچہ ہے۔جس میں سب اُمتیں طلب کی گئیں ہیں۔کہ کان لگائیں اور سنیں کیونکہ وہ ایک راز کی بات پیش کرنا چاہتے ہیں۔اور وہ راز یہ ہے کہ دولت انسان کی بہبود کے لیے لاحاصل ہے۔کسی فضول شخص کو مقدور نہیں کہ وہ بھائی کو اس کا کفارہ دے کر چھڑا سکے۔ چنانچہ آیات(۵-۱۳) میں وہ دعویٰ سے کہتے ہیں کہ مصیبت کے ایام میں دولت بالکل بے سود اور بے اثر ہے۔کیونکہ دولتمند بھی اوروں کی طرح مرتے ہیں۔اور اپنی دولت اوروں کے لیے چھوڑ جاتے ہیں۔

آیات(۱۴-۱۵) میں متمول(مال دار) ملحدین(کافر) کی کیفیت پیش کرکے اس کا دینداروں کی آخری حالت سے مقابلہ کرتا ہے۔یہ دو آیات بہت ہی غور طلب ہیں۔ان میں ذکر ہے کہ بے دین دولتمند بھیڑوں کی طرح پاتال میں ڈالے جاتے ہیں۔اور کہ موت انہیں چیر جائے گی۔راست رو صبح کے وقت ان پر مسلط(غالب) ہوں گے اور ان کا جمال پاتال ہی کھولے گا۔ اور ان کا کوئی گھر نہ رہے گا۔لیکن اپنی بابت وہ یقین سے کہتا ہے کہ خُداوند میری جان پاتال سے چھڑادے گا۔اور مجھے لے رکھے گا۔ آیات(۱۶-۲۰) میں وہ ایک تاکید کرتے ہیں کہ جب کوئی آدمی دولت مند ہونے لگے۔تو یہ خوف وہراس کا باعث نہیں۔لوگ اس کی تعریف کریں گے۔ مگر موت کے وقت وہ کچھ ہمراہ نہ لے جائے گا۔اس کی شوکت اس کے پیچھے قبر میں نہ اترے گی۔ آخری آیت میں ذکر ہے کہ وہ انسان جو حشمت والے ہیں مگر بے سمجھ ہیں بالکل حیوانوں کی مانند ہیں جو کہ فنا ہو جاتے ہیں۔

(زبور۵۰)۔ آسف کا زبور ہے چونکہ آسف لاوی کے خاندان اور مشہور ماہرینِ موسیقی میں سے تھا۔ہم اس کے زبور کا مطالعہ بنی قورح کے زبوروں کے ساتھ کریں گے۔ زبور کی کتاب میں بنی قورح کے بارہ(۱۲) زبور ہیں۔یعنی زبور(۵۰، ۷۳، ۸۳) یہ سب زبور کتاب کے تیسرے حصے میں ہیں۔ہم ان زبوروں کے مطالعہ کے وقت آسف کی کیفیت پر غور کرتے ہیں۔

آسف کے سب زبور خصوصاً نبوت سے تعلق رکھتے ہیں۔ان میں مصنف کل بنی آدم سے مخاطب نہیں بلکہ صرف یہوواہ کے لوگوں سے مخاطب ہے۔زبور پچاس(۵۰) میں وہ ان لوگوں کی توجہ عدالت کی طرف لگاتا ہے اور ان کو بتاتا ہے کہ خُداوند مدعی اور قاضی ہے۔

(1) (۱-۶) آیات میں وہ خُداوند کی عدالت کے واسطے آنے کا ذکر کرکے بتاتا ہے کہ جس طرح کوہِ سینا پر بادل گرجتے اور بجلی تھی۔ویسے ہی عدالت کے لیے اس کی آمد ہوگی۔ چنانچہ آیات(۲-۴) میں بیان ہے کہ ہمارا خُدا آئے گا۔اور چپ چاپ نہ رہے گا۔ آگ اس کے

آگے فنا کرتی جائے گی۔ اور اس کے گرداگرد شدت سے طوفان ہوگا۔ اس میں وہ آسمان وزمین کو طلب کرتا ہے، تاکہ وہ اپنے لوگوں کی عدالت کرے۔ یہ عدالت خاص انہیں کی ہے۔ جن سے کہ اس نے عہد کیا۔ دیکھو (آیت ۵)۔

(2) آیات (۷۔ ۱۲) میں خُدا قاضی کی حیثیت ان سے مخاطب ہوتا ہے۔ جو کہ رسم پرستی سے اس کی عبادت کرتے ہیں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو کہ قربانیاں پیش کرتے اور اس وہم میں ہیں کہ چونکہ بپتسمہ یافتہ ہیں۔ اگر صرف گاہے بگاہے وہ عبادت میں شریک اور حاضر ہوں توبس وہ خُدا کے لوگ ہیں۔ لیکن خُدا ان پر ظاہر کرتا ہے کہ وہ ان کی قربانیوں کا محتاج نہیں۔ کیونکہ سب جاندار اسی کے ہیں۔

سو مصنف کہتا ہے کہ شکر گزاری کی قربانیاں خُدا کے آگے گزارو اور حق تعالیٰ کے حضور اپنی نظریں ادا کرو۔ اور خُدا خود فرماتا ہے کہ مصیبت کے دن مجھ سے فریاد کرو۔ میں تمہیں مخلصی دوں گا۔ اور تم میرا اجلال ظاہر کروگے۔ غرض کہ خُدا اپنے لوگوں سے رسمی اور ظاہری نہیں بلکہ روحانی پرستش طلب کرتا ہے۔ خُدا روح ہے اس کے پرستاروں پر لازم ہے کہ رُوح اور راستی سے اس کی پرستش کریں۔

(3) آیات (۱۶۔ ۲۱) خُدا ریاکاروں سے مخاطب ہوکر فرماتا ہے، کہ تم کیوں اپنے منہ سے میرے عہد کا ذکر کرتے ہو۔ حالانکہ تربیت سے نفرت رکھتے ہو۔ اور میرے کلام کو پیچھے پھینکتے ہو۔ وہ لوگ دینی اور روحانی معاملات میں تو بہت کچھ خرچ کرتے تھے۔ یعنی ہونٹوں سے خدا کی بزرگی اور ستائش کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑتے تھے۔ لیکن بدی اور بے دینی سے اپنے آپ کو باز نہیں رکھتے تھے۔ سو خُدا کہتا ہے کہ میں تمہیں تنبیہ دوں گا۔ اور تمہارے کاموں کو تمہاری آنکھوں کے سامنے ایک ایک کرکے دکھاؤں گا۔

سوال۔13۔ زبور کی دوسری کتاب داؤد کے جو (۱۸) زبور ہیں۔ ان کی تفصیل بیان کریں؟

جواب۔ اس کتاب کے باقی ماندہ زبور داؤد کے ہیں۔ اور ان میں (۱۸) کے سرناموں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب کسی خاص تواریخی واقعہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان (۱۸) زبوروں کے علاوہ باقی تعلیمی اور نصیحت دینے پر مبنی ہیں۔ ان (۱۸) زبوروں میں زبور (۵۱) نادمی زبور ہے۔ یاد کہ کل سات یعنی (۶، ۳۲، ۳۸، ۵۱، ۱۰۲، ۱۳۰، ۱۴۳) زبور نادمی ہیں۔ یہ زبور دعائیہ بھی ہیں۔

(زبور ۵۱)۔ کے سرنامے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زبور میں پائی جانے والی دُعا داؤد نے اس وقت مانگی جب ناتن نبی نے اس کو حتی اوریا اور بت سبع کے گناہوں کی نسبت قائل کیا۔ (۲۔ سموئیل ۱۲ باب)۔ زبور (۵۱) پانچ حصوں میں منقسم (تقسیم) ہے۔

حصہ اوّل۔ (۱۔ ۴) آیات میں داؤد اپنے گناہوں اور گنہگاری کا اقرار اس طرح کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مَیں اپنے گناہوں کو مان لیتا ہوں۔ اور میری خطا ہمیشہ میرے سامنے ہے۔ مَیں نے تیرا گُناہ کیا ہے۔ اور تیرے حضور بدی کی ہے۔

حصہ دوئم۔ (۵۔ ۸) آیات میں وہ اپنی سرگزشت کی اخلاقی ناقابلیت کا اس کامل سرشت سے مقابلہ کرتا ہے کہ جو کہ خُدا اس سے طلب کرتا ہے۔ اور عرض کرتا ہے کہ اے خُدا میرے باطن میں دانائی سکھلا۔ اور زوفہ سے مجھ کو پاک کر کہ مَیں صاف ہو جاؤں۔ مجھ کو دھو تو مَیں برف سے زیادہ سفید ہو جاؤں۔

حصہ سوئم۔ (۹۔ ۱۲) آیات میں پھر وہ معافی کے واسطے عرض کرکے کہتا ہے کہ اے خُدا میرے اندر ایک پاک دل پیدا کر اور ایک مستقیم روح نئے سرے سے میرے باطن میں ڈال دے۔ اور مجھ کو اپنے حضور سے مت ہانک اور اپنی پاک روح مجھ سے نہ نکال، بلکہ مجھ کو اپنی آزاد روح سے سنبھال۔

حصہ چہارم۔ آیات (۱۳۔۱۷) میں وہ وعدہ کرتا ہے کہ جب تو میری عرض کے مطابق مجھ سے سلوک کرے گا۔ تو مَیں تیری رہیں خطاکاروں کو سکھلاؤں گا۔ اور گنہگار تیری طرف رجوع کریں گے۔ وہ یہ بھی عرض کرتا ہے کہ اے خُدا مجھ کو خون کے گناہوں سے رہائی دے کہ میری زبان تیری صداقت کے گیت بلند آواز سے گائے۔

حصہ پنجم۔ آیات (۱۸۔۱۹) کل جماعت سے فرماتا ہے کہ خُدا صیحون کے ساتھ بھلائی کرے گا۔ اور یروشلیم کی حفاظت کرے۔

(زبور ۵۲)۔ اس زبور کے سرنامے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اس وقت کی تصنیف ہے۔ جب ادومی دوئیگ نے سال کو اطلاع دی کہ داؤد نے اخیملک کے پاس جاکر اس سے مقدس روٹی یعنی نذر کی روٹیاں لی۔ اس زبور کے دو حصے ہیں۔

حصہ اوّل۔ (۱۔۵) آیات میں بدکردار کو ملامت کی جاتی اور اس کے حق میں کہا جاتا ہے کہ اس کی زبان خرابیاں ایجاد کرتی ہے اور تیز اُسترے کی مانند دغابازیاں پیدا کرتی ہے۔ نیز اس کی بدکرداری کا نتیجہ بھی مذکور ہے۔ کہ خُدا اس کو ابد تک برباد کرے گا اور وہ زندگی کی زمین سے اکھاڑ دیا جائے گا۔

حصہ دوئم۔ (۶۔۹) آیات میں دکھایا گیا ہے کہ اس کا اثر صادقوں پر کیا ہو گا۔ کہ وہ ڈریں گے اور خُدا کے گھر میں ہرے بھرے درخت مانند ہوں گے۔ اور خُدا کی رحمت پر ابد تک بھروسہ رکھیں گے۔ بھروسے کی دلیل دُعا اور عبادت ہے۔

(زبور ۵۳)۔ داؤد کا مشکیل جو کہ بانسریوں کے ساتھ گایا جائے۔ اس زبور کا مضمون احمق کی جماعت اور شرارت ہے۔ اس کی پہلی تین آیات میں اس کی حالت کا سبب یوں بیان ہے۔ کہ چونکہ وہ خُدا کا منکر ہے اور اس کا طالب نہیں وہ خراب ہوا ہے۔ اس کا کام مکروہ ہے۔ ان میں سے کوئی نیکوکار نہیں۔

آیات (۴۔۵) میں سوال ہے کہ کیا ان بدکاروں کو عقل نہیں کہ وہ خُدا کے لوگوں سے بے دھڑک بدی کرتے ہیں۔ اور یہاں خوف کا مقام نہیں وہاں ڈرتے ہیں۔ خُدا کی حضوری کا عدم احساس باعثِ خوف وہراس ہے۔ (۶ آیت) میں دُعا ہے کہ اسرائیل کی نجات صیحون ہی سے ہو تو اس کی شادمانی ہو گی۔

(زبور ۵۴)۔ اس کے سرنامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زبور اس وقت کی اور اس واقعہ کی یادگار ہے جب کہ زیف کے لوگوں نے جبعہ میں آکے ساؤل کو خبر دی کہ داؤد ان کے ہاں چھپا ہوا ہے۔ (۱۔ سموئیل ۱۹:۲۳) آیت یہ زبور لفظ سلاہ سے حصوں میں منقسم ہے۔

حصہ اوّل۔ (۱۔۳) آیات میں داؤد اپنے دین کے دشمنوں سے رہائی پانے کے لیے دُعا کرتا ہے کہ خُدا اپنے نام کی خاطر مجھ کو بچا اور اپنی قوت سے میرا انصاف کر۔

حصہ دوئم۔ (۴۔۷) میں مصنف اپنا یقین ظاہر کرتا ہے۔ خُدا ضرور ہی اس کو بچائے گا۔ اور کہتا ہے کہ دیکھو خُدا میرا مددگار ہے اور وہ ان کے درمیان ہے۔ میری جان کو سنبھالتے ہیں۔

(زبور ۵۵)۔ اس کے سرنامے سے اس کے موقع تصنیف کا کچھ پتہ نہیں لگتا۔ تو بھی خیال ہے کہ یہ اس موقع کی یادگاری میں تصنیف ہوا۔ جب ابی سلوم نے داؤد سے بغاوت کرکے اجلونی اخیتیفل کو جو داؤد کا مشیر تھا۔ اس کے شہر اجلون میں سے جب کہ وہ قربانیاں گزرانتا تھا بلایا۔ (۲۔ سموئیل ۱۵:۱۲۔۳۱) شائد داؤد کو اپنے بیٹے کی محبت مجبور کرتی ہے کہ اس کو بدنام نہ کرے۔ اس زبور کے چار حصے ہیں۔

حصہ اوّل۔(۱۔۸) آیات میں داؤد خُدا سے عرض کرتا ہے کہ اس کی دُعا سن لے۔اور اس کی منت سے منہ نہ پھیرے اور کہتا ہے کہ مجھ پر ظلم کیا چاہتا ہے اور غضب سے مجھ سے کینہ رکھتا ہے اور مَیں موت کے ہولوں (خوف) میں پڑا ہوں۔ڈرنا اور کانپنا مجھ پر پڑا کپکپی مجھ پر غالب آئی۔کاش کہ کبوتر کے سے میرے پنکھ ہوتے تو مَیں اڑ جاتا اور آرام پاتا۔

حصہ دوئم۔(۹۔۱۱) آیات میں وہ خُدا سے اپنے دشمنوں کی ہلاکت کے واسطے عرض کرتا ہے۔اور چاہتا ہے کہ ان کی زبانوں میں تفرقہ ڈالا جائے۔کیونکہ ان ہی کے سبب شہر میں ظُلم اور جھگڑا پیدا ہوتا ہے۔

حصہ سوئم۔(۱۲۔۱۵) آیات میں وہ دشمنوں کی کیفیت بیان کرتا ہے۔ان میں سے ایک کے حق میں وہ یوں کہتا ہے کہ وہ میرا ہم درجہ آدمی ہے۔یہ غالباً اس کا بیٹا ابی سلوم ہے۔ایک اور کی نسبت کہتا ہے کہ وہ میرا رفیق اور دلی دوست تھا۔ہم مل کر اختلاطی (پیار اور محبت کی باتیں) کرتے تھے۔اور گروہ کے ہمراہ خُدا کے حضور جایا کرتے تھے۔یہ شخص غالباً اخیتیفل اس کا مشیر تھا۔جس کے حق میں داؤد نے دُعا بھی مانگی تھی کہ اے خُدا مَیں تجھ سے منت کرتا ہوں کہ اخیتیفل کی اصلاح کو حماقت اور بطالت سے بدل دے۔

(۲۔سموئیل ۱۵: ۳۱) آیت ۔۔۔وہ اپنے سب دُشمنوں کے واسطے مجموعی طور پر یہ منصوبہ رکھتا ہے کہ ان سب پر ناگہاں موت آپڑے۔وہ جیتے جی پاتال میں اُتریں۔کیونکہ ان کے گھروں میں اور ان کے بیچ میں شرارت ہے۔

حصہ چہارم۔ آیات (۱۶۔۲۳) میں اس کا بھروسہ جاتا رہتا ہے۔اور وہ بلکل مایوس ہو جاتا ہے۔اور کی طرف توجہ کرنے سے اس کا اطمینان بحال ہوتا ہے۔وہ کہتا ہے کہ مَیں خُدا کو پکاروں گا تو خُداوند مجھ کو بچالے گا۔کیونکہ جو کوئی اپنا بوجھ خُداوند پر ڈالتا ہے وہ ضرور ہی سنبھالا جاتا ہے۔وہ صادق کو لغزش کھانے نہ دے گا۔

(زبور۵۶)۔اس کے سرنامے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس موقعہ کی تصنیف ہے جب فلسطینیوں نے جات میں داؤد کو پکڑا (زبور ۳۴، ۵۶) داؤد کی آوارہ گردی کی حالت بتاتے ہیں۔جب وہ ساؤل سے رگیدہ جارہا تھا۔یہ زبور آیات (۴، ۱۱) کے ان الفاظ سے کہ میرا بھروسہ خُدا پر ہے۔میں ڈرنے کا نہیں۔انسان میرا کیا کر سکتا ہے۔دو حصوں پر مشتمل ہے۔

حصہ اوّل۔ آیات (۱۔۴)۔ حصہ دوئم آیات (۵۔۱۱) آخری دو یعنی (۱۲۔۱۳) میں تتمہ ہے۔حصہ اوّل وہ خُدا پر اپنا توکل رکھنے کا پہلا سبب بیان کرتا ہے کہ خُدا نے اپنے لوگوں کی حفاظت کرنے کا وعدہ کیا ہے۔داؤد کو کامل یقین ہے کہ خدا ضرور بالضرور اپنے قول اور فرمودہ کو پورا کرے گا۔اس کو اس بات کا علم ہے کہ خُدا میں صرف ارادہ ہی نہیں بلکہ وہ قادرِ مطلق ہے۔اسے کل قوموں پر قدرت حاصل ہے۔اس واسطے وہ کہتا ہے کہ میرا توکل خدا پر ہے مَیں ڈرنے کا نہیں انسان میرا کیا کر سکتا۔

حصہ دوئم۔داؤد اپنے دُشمنوں کی کل کارروائی اور اس کی تفصیل خُدا کے سامنے پیش کرتا ہے۔اور یقین رکھتا ہے کہ خُدا ان کی تمام حیلہ سازیوں کو باطل و بے کار کرے گا۔چنانچہ وہ پکار اُٹھتا ہے کہ میرا توکل خُدا پر ہے۔مَیں ڈرنے کا نہیں۔انسان میرا کیا کر سکتا تتمہ (باقی حصہ جو آخر میں ہو) میں خُدا کی شکر گزاری یہ کہہ کر کرتا ہے۔کہ اے خدا تیری منّتیں مجھ پر ہیں۔مَیں تیرا شکر ادا کروں گا۔کیونکہ تو نے میری جان موت سے بچائی۔اور میرے پاؤں پھسلنے نہ دیا۔تاکہ مَیں تیرے آگے زندوں کے نور میں چلوں۔

(زبور۵۷)۔جیسا کہ اس کے سرنامے سے ظاہر ہے۔داؤد نے یہ زبور اس وقت لکھا کہ سلیمان نے اس رگیدہ اور وہ اپنی حفاظت کے لیے مغارے میں بھاگ گیا۔جہاں کہ اس نے یہ زبور لکھا۔وہ اس میں اپنا کامل بھروسہ خُدا پر ظاہر کرتا ہے۔(زبور۵۶) میں وہ اپنی نسبت خیال کرتا اور کہتا

ہے کہ میرا توکل خُدا پر ہے۔ مَیں ڈرنے کا نہیں۔ انسان میرا کیا کر سکتا ہے۔ لیکن اس زبور میں وہ اپنے دل میں خُدا کا خیال مقدم رکھتا۔ اور اس کی فرازی (بلندی) محسوس کر کے کہتا ہے کہ مَیں تیرے پروں کے سایہ کے تلے پناہ لیے رکھوں گا۔ جب تک کہ یہ آفتیں ٹل نہ جائیں۔ یہ زبور ان الفاظ سے کہ تو آسمانوں پر سر فراز ہو اے خُدا۔ اور ساری زمین پر جلال ظاہر ہو۔ دو حصوں میں تقسیم ہو تا ہے۔ مصنف چاہتا ہے کہ الوہیم ایل یوں اپنی فوقیت اور عالمگیر حکومت ظاہر کرے۔ اس کے حصہ اوّل میں (ا۔۵) آیات ہیں۔ جن میں داؤد خُدا کی رحمت کے واسطے خُدا سے دُعا کرتا ہے۔ اور اگرچہ وہ کہتا ہے کہ میری جان شیروں کے بیچ میں ہے۔ اور میں آتش مزاج لوگوں میں رہتا ہوں۔ تو بھی اس کو یقین ہے کہ خُدا اس کے ہر ایک انجام دے گا۔

حصہ دوئم۔(۶۔۱۱) آیات وہ خُدا سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ میرا دل قائم ہے۔ میں لوگوں کے درمیان تیرا شکر ادا کروں گا۔ اور اُمتوں کے درمیان تیری مدح سرائی کروں گا۔ اے خُدا تو آسمانوں پر سر فراز ہو اور کل زمین پر تیرا جلال ظاہر ہو۔

(زبور۵۸)۔ داؤد کا زبور جو کہ التشت کے سر پر گایا جائے۔ التشت کے معنی ہیں "برباد نہ کرنا" اس کے سر نامے کے کچھ ظاہر نہیں کہ یہ زبور کس خاص واقعہ کی یاد کی تصنیف ہے۔ مگر بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ زبور ابی سلوم کی مکاری سے نسبت رکھتا ہے۔ جب کہ اس نے کوشش کی یروشلیم کے باشندوں کو ور غلائے (۲۔ سموئیل ۱۵: ۲۔۶)۔ اس میں دو تین خاص باتیں ہیں۔

(1) آیات (ا۔۵) میں مصنف شریروں کی مکاری کی خاصیت پیش کرتا ہے۔ اور ان کے حق میں کہتا ہے کہ ان کا زہر سانپ کا زہر ہے۔ وہ اس بہرے ناگ کی مانند ہیں جو اپنے کان بند رکھتا ہے۔ اور منتر پڑھنے والوں کی آواز نہیں سنتا۔

(2) آیات (۶۔۸) میں اس نے شریروں کی بربادی کے بارے کے عرض کرتا ہے۔

(3) آیات (۹۔۱۱) میں اپنا یقین ظاہر کرتا ہے کہ خُدا ان کو ضرور برباد کرے گا۔ اور کہتا ہے کہ صادق ان کی بربادی سے خوش ہوں گے۔ اور وہ یقین کریں گے کہ ایک خُدا ہے جو زمین پر انصاف کرتا ہے۔

(زبور۵۹)۔ اس کے سر نامے ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زبور اس وقت کی تصنیف ہے کہ جب ساؤل نے داؤد کے گھر پر ہرکارے (قاصد) بھیجے کہ اس کی خبر رکھیں اور صبح اسے مار ڈالیں۔ مگر اس کی بیوی میکل نے کھڑکی کی راہ اسے نکال دیا اور وہ بھاگ کر بچ گیا۔ (ا۔ سموئیل ۱۹: ۱۱۔۱۲) آیات سو یہ زبور داؤد کی دُعا ہے۔ جس میں وہ دشمنوں سے حفاظت کے واسطے عرض کرتا ہے۔ اس کی تقسیم آیات (۹۔۱۷) کی یکساں عبارت سے دو حصوں میں ہوئی ہے۔

حصہ اوّل۔(ا۔۹) آیات میں دو باتیں ہیں۔

(1) (ا۔۵) آیات میں وہ خطرہ محسوس کر کے بچاؤ کے لیے عرض کرتا ہے۔ کیونکہ اس کو معلوم ہوا تھا کہ اس کے دشمن زور آور لوگ ہیں۔ اور کہ وہ دوڑتے ہیں اور خود کو تیار کرتے ہیں۔ اور اس کے درپہ ہوتے ہیں۔ حالانکہ وہ بے قصور ہے۔

(2) آیات (۶۔۹) میں وہ کہتا ہے کہ شریر لوگ بڑے استقلال سے اس کے تعاقب میں مشغول ہیں۔ وہ شام کو لوٹتے ہیں اور کتے کی مانند بھونکتے ہیں۔ اور شہر میں ہر طرف پھیلتے ہیں۔ باوجود اس کے اس کو کامل یقین ہے۔ خُدا اس کو ان کے ہاتھوں سے محفوظ رکھے گا۔ کیونکہ وہ اس کی پناہ ہے۔ اور وہ پناہ گیری کے لیے اس پر بھروسہ رکھتا ہے۔

حصہ دوئم۔(۱۰۔۱۷) آیات میں وہ پہلے عرض کرتا ہے کہ خُدا ان شریروں کو بالکل ہلاک نہ کرے بلکہ صرف پست کردے۔ تاکہ وہ لوگوں کے لیے نمونہ اور باعثِ عبرت ٹھہریں۔(۱۳) آیت میں وہ خُدا سے عرض کرتا ہے۔ کہ وہ ان کو اپنے قہر فنا کرے کہ وہ باقی نہ رہیں۔ اور لوگ خُدا کی حکومت عالمگیر دیکھیں۔

آیات(۱۴۔۱۷) میں وہ کہتاہے کہ اگرچہ وہ کتے کی مانند شام کو لوٹیں۔ اور بھونکتے ہوئے شہر کے ہر طرف پھریں۔ تو بھی اے خُدا میں تیری ثناگاؤں گا کہ تومیرا محکم قلعہ اور مصیبت کے روز میری پناہ ہے۔

(زبور ٦٠)۔اس کے سرنامے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زبور اس وقت لکھا گیا۔ جب داؤد آرام نہرایئم اور آرام کے صوبے سے لڑا۔ اور یوآب پھرانمک کی نشیب وادی میں بارہ ہزار آدمیوں کو مارا(۲۔ سموئیل ۸:۱۳۔۱۴؛ ۱۔ سلاطین ۱۱: ۱۵۔۱۷)۔

دوسری تواریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب داؤد شمال میں آرام نہرایئم اور آرام صوبے سے جنگ کررہا تھا۔ تو جنوب میں ادوم یہوداہ کے جنوبی حصے پر لشکر کشی کی اور جب اس کی تباہی میں مشغول تھا۔ تو داؤد کو اپنی فوج کی تقسیم کرنی پڑی اور ایک حصہ یواب کو دے کر بھیجا کہ وہ ادومیوں کا مقابلہ کرے۔ چنانچہ وہ گیا اور ادومیوں کو نیست کردیا۔(۱۔ سلاطین ۱۱: ۱۵۔۱۷) آیات پیشتر اس کے کہ وہ دُشمنوں پر قابض ہوئے۔ داؤد نے یہ زبور بنایا۔ اس وقت اسے ایسا محسوس ہوا کہ گویا خُدا نے اس کو رد کردیا۔ اور ضرور فوج کی تقسیم کے سبب سے برباد ہوں گے۔ سو وہ اس زبور میں فریاد پیش کرتا ہے۔ اس زبور کے تین حصے ہیں۔

حصہ اوّل۔(۱۔۴) آیات میں داؤد اس واسطے خُدا سے حجت کرتا(تکرار کرنا، دلیل دینا) ہے کہ اس کے خیال میں خُدا نے ان کو رد کرکے پراگندہ کردیا تھا۔ وہ عرض کرتا ہے کہ خُدا ان کی طرف پھر متوجہ ہو۔

حصہ دوئم۔(۵۔۸) آیات میں وہ خُدا کو یاد دلاتا ہے کہ اس نے اسرائیل کے ساتھ وعدہ کیا تھا۔ کہ وہ ملکِ کنعان ان کے قبضے میں کردے گا۔ اور ان کو قوموں پر فتح بخشے گا اور عرض کرتا ہے کہ خُدا اپنے وعدے کے مطابق ان سے سلوک کرے۔ جلعاد دریائے یردن کے یورپ کی طرف یہاں روبن، جد اور منسی کا نصف فرقہ بسایا گیا تھا۔ افرایئم اور یہوداہ یردن کے پچھم کی طرف دلالت کرتے ہیں۔ مواب اس برتن کی مانند ہوگا۔ اور ادوم اس غلام کی مانند ہے جس کی طرف فتح مند بادشاہ اپنا جوتا اتار کر پھینک دیتا ہے کہ وہ اُٹھالے۔ مطلب یہ ہے کہ ادوم ضرور ان کے قبضے میں آئے گا۔

آیات(۹۔۱۲) میں وہ دعویٰ سے کہتا ہے۔ کہ رہائی صرف خُدا کی طرف سے ہوسکتی ہے۔ کیونکہ اس نے اسے رد کردیا تھا۔ سو بحالی بھی اس کی طرف سے ہوگی۔ وہ رہائی جو انسان کی طرف سے ہے عبث ہے کہ صرف خُدا ہی اس کے دُشمنوں کو پایمال کرسکتا ہے۔

(زبور ٦١)۔ اس کے سرنامے سے اس زبور کی وجہ تصنیف یا تواریخی موقعہ نہیں بتایا گیا۔ تو بھی خیال ہے کہ یہ اس وقت تصنیف ہوا جب داؤد منہایئم میں تھا۔ اس کے بعد کہ ابی سلوم شکست کھا کر مارا گیا۔ اور داؤد منتظر تھا کہ اس کی رعایا اس کو یروشلیم لے جا کر تخت نشین کرے۔(۲۔ سموئیل ۱۹: ۱۱۔۱۵) آیت میں داؤد صرف رعایا کی رضامندی سے بحالی کا ہی خواہش مند نہیں بلکہ یہ یہ بھی چاہتا ہے کہ خُدا خود اس کو اپنے مسکن میں لے چلے۔ اس زبور کے (۲) حصے ہیں۔

حصہ اوّل۔(۱۔۴) آیات میں مصنف اپنا اعتماد خُدا پر ظاہر کر کے عرض پرداز ہے کہ جس طرح ایامِ سابقہ میں وہ اس کی دُعا قبول ومنظور فرماتا تھا۔اسی طرح اب بھی کرے۔اور اس کو اس چٹان تک جو کہ اس سے اونچی ہے پہنچادے۔اس سے اس کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ خُدا اس کو اس جائے محفوظ سے میں پہنچادے جہاں کہ خود اپنی طاقت اور بل بوتے پہ پہنچ نہیں سکتا۔اور وہ جگہ خُدا کے سایہ میں ہے۔

چنانچہ (یوحنا۶: ۴۰) آیت میں مسطور ہے کہ کوئی شخص میرے پاس آ نہیں سکتا۔اس حال میں کہ باپ جس نے مجھے بھیجا ہے۔اسے کھینچ نہ لائے۔

حصہ دوئم۔(۵۔۸) آیت میں وہ اپنی گزشتہ دُعاؤں اور عرضوں کی قبولیت کو یاد کر کے تسلی پذیر ہوتا ہے اور یقین کرتا ہے کہ خُدا اس کی زندگی بہت بڑھائے گا۔وہ خُدا سے عہد کرتا ہے کہ اے خُدا میں ابد تک تیری ثنا گاؤں گا۔اور ہر روز اپنی نذریں گزرانوں گا۔زندگی بھر کی مستقل بحالی زندگی بھر کی شکر گزاری طلب کرتا ہے۔

(زبور۶۲)۔خیال ہے کہ یہ زبور بھی ابی سلوم کی بغاوت کے دنوں میں لکھا گیا۔چنانچہ داؤد اس کے شروع ہی میں کہتا ہے کہ میری جان فقط خُدا ہی کی منتظر ہے۔مصنف انسان پر بھروسہ نہیں کرتا۔بلکہ اپنی دل جمعی اور تسلّی صرف خُدا ہی میں دیکھتا اور پاتا ہے۔کیونکہ وہی اس کی مضبوط چٹان، اونچا برج، حفاظت، نجات اور اُمید ہے۔اس زبور کے تین حصے ہیں۔

حصہ اوّل۔آیات (۱۔۴) میں مصنف کہتا ہے کہ اس کا بھروسہ صرف خُدا پر ہی ہے۔کیونکہ وہی اکیلا قابلِ اعتماد ولائق واعتماد ہے۔انسان منصوبے باندھتے ہیں اور جھوٹ سے خوش ہوتے ہیں۔

حصہ دوئم۔آیات (۵۔۸) میں وہ اپنی جان کو تاکید کرتا ہے کہ چھپ کر فقط اسی کے انتظار میں رہ۔کہ میری اُمید اسی سے ہے۔وہی اکیلا میری چٹان اور میری رہائی اور میرا گڑھ ہے۔سو مجھ کو جنبش نہ ہوگی۔مصنف اوروں کو بھی تاکیداً کہتا ہے کہ سب لوگ ہر ایک اس پر توکل رکھیں۔

حصہ سوئم۔آیات (۹۔۱۲) وہ بڑے یقین سے کہتا ہے کہ زور صرف خدا کا ہے۔سو لازم وانسب (مناسب) ہے کہ صرف اسی پر بھروسہ رکھا جائے کہ عالی قدر اشخاص جھوٹے ہیں اور ظلم اور لوٹ پاٹ پر تکیہ کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

(زبور۶۳)۔داؤد کا زبور۔جب وہ دشت یہوداہ میں تھا۔جب کہ وہ اپنے بیٹے ابی سلوم کی بغاوت سے بھاگا۔تو تھکا ماندہ دشت یہوداہ میں مقیم ہوا (۲۔سموئیل ۱۵۔۱۶ ابواب)۔(۲۔سموئیل ۱۵: ۱۴) میں وہ اپنے ہمراہی ملازموں کو جو کہ یروشلیم میں تھے۔کہتا ہے کہ اُٹھو بھاگ چلیں ورنہ ہم ابی سلوم کے ہاتھ سے نہیں بچیں گے۔جلد چلو ایسا نہ ہو کہ وہ اچانک ہمیں پکڑ لیں ہم پر آفت لائے اور تلوار کی دھار سے شہر کو غارت کرے غرض کہ وہ شہر میں ٹھہرنے سے کل شہر کی بربادی وتباہی کا موجب نہیں بننا چاہتا۔

چنانچہ (۲۔سموئیل ۱۵: ۲۴۔۲۵) کاہن کو جس نے خُداوند کے عہد کا صندوق لیا ہوا تھا۔کہتا ہے کہ عہد کا صندوق شہر میں پھر لے جا۔اگر خُدا کے کرم کی نظر مجھ پر ہوگی تو وہ مجھے بچالے گا۔اور پھر لے آئے گا اور اپنا آپ اور اپنا مکان مجھ کو پھر دکھائے گا۔یہ زبور خاص طور پر روحانی زبور ہے۔اس کی روحانیت کے سبب قدیم کلیسیا نے اس کو صبح کے واسطے استعمال کیا تھا۔

اس میں ایک ہی مضمون ہے۔یعنی خُدا کی صحبت کے واسطے داؤد کی خواہش مندی اس لحاظ سے اس کی تقسیم تو نہیں ہوسکتی تو بھی تفصیل کے لیے مصنف کی خواہش تقسیم ہوسکتی ہے۔پہلی دو آیات میں وہ الوہیم کو اپنا خُداوند تسلیم کر کے شخصی طور اس سے ملاقات کا خواہش مند ہے۔اور کہتا ہے

کہ میری جان تیری پیاسی ہے۔اور میرا جسم تیرا مشتاق ہے۔ آیات (۳۔۵) میں وہ کہتاہے کہ خُدا کی مہربانی زندگی سے بہتر ہے۔ سوائے خُدا جب تک مَیں جیتاہوں تجھ کو مبارک کہوں گا۔

آیات (۶۔۷) میں وہ گزشتہ برکتوں کے لیے شکر گزاری کرتا اور کہتاہے کہ مَیں تیرے پروں کی چھاؤں کے نیچے خوشی مناؤں گا۔

آیات (۸۔۱۱) میں وہ اپنے یقین کی بناپر دعوے کرتا ہے کہ خُدا اس کو بچائے گا۔اس کے دُشمن تلوار سے کھیت رہے گے۔ بادشاہ خُدا سے مسرور ہوگا۔

(زبور۶۴)۔ داؤد کا زبور سردار مغنی کے لیے اس کے دوحصے ہیں۔

حصہ اوّل۔(۱۔۶) آیات میں مصنف خُدا سے عرض کرتا ہے کہ وہ اس کی فریاد سن لے اور اس کی جان دہشت سے جو کہ دُشمنوں کے سبب سے بچالے اور خُدا کے آگے شریروں کی پنہانی (پوشیدہ) مشورت اور حملہ آوری کی تحریکوں کی تفصیل کرتا ہے۔

حصہ دوئم۔ آیات (۷۔۱۰) میں وہ یقین کرتا ہے کہ گو شریر خفیہ طور پر اپنے کاروبار کرتے ہیں۔ تو بھی ان کو کامیابی نصیب نہ ہوگی۔ کیونکہ خُدا ان پر ایک تیر چلائے گا۔ اور وہ ناگہاں گھائل ہو جائیں گے۔ دیکھنے والے بھاگیں گے۔ اور سب لوگ ڈریں گے۔ اور اس کے کام بیان کریں گے اور صادق خُدا کے سبب خوش ہوں گے۔

(زبور۶۵)۔ اس کے سرنامے میں اس کی تصنیف کی وجہ یا موقعے کا کوئی ذکر نہیں۔ تو بھی اس کی چند ایک آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کی غرض یہ تھی کہ یہ زبور اس وقت گایا جائے جب لوگ فصل کے پہلے پھل لا کر خُدا کے حضور پیش کریں۔ چنانچہ اس دو آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ مسکن میں فراہم ہوا کرتے تھے کہ خُدا کے لیے نذریں گزاریں۔ آخری آیت سے ظاہر ہے کہ فصل کے شکرانے کے لیے وہ فراہم ہوا کرتے تھے۔ اس میں تین حصے ہیں۔

حصہ اوّل۔(۱۔۴) آیات میں مصنف خُدا سے مخاطب ہو کر اس کو یقین دلاتا ہے کہ صیحون میں اس کا انتظار چپکے سے ہوتا ہے اور اس کی حمد وثنا ہوتی ہے۔ اور اس کو اور نذر کی جائے گی۔

حصہ دوئم۔(۵۔۸) آیت میں خُدا کی تعریف اور تعریف کے اسباب بیان ہیں کہ وہ صداقت سے ہولناک چیزیں میں جواب دیتا ہے اور کہ وہ ان کا جواب دینے والا ہے۔ اور زمین کے سب کناروں اور ان سب کا جو کہ دریا کے بیچ میں ہیں بھروسہ ہے۔

حصہ سوئم۔(۹۔۱۳) آیات میں مصنف اس بات پر زور دیتا ہے کہ چاہیے کہ اسرائیل اس کی شکر گزاری کرے۔ کیونکہ اس نے زمین کو سیر ابی بخشی ہے۔ اور اس کی ریگھاریوں کو خوب تر کیا ہے۔ اور مینہ سے نرم کیا ہے۔ اور اپنے لطف سے سال کو تاج بخشا ہے۔ یہاں تک کہ بیابان پر چراگاہوں پر قطرے ٹپکتے ہیں۔ اور پہاڑیاں ہر طرف خوشی سے گھری ہوئی ہیں۔ اور چراگاہیں گلوں سے ملبس ہیں۔ اور نشیب گلے سے ڈھک گئے۔ اور خوشی سے للکارتے بلکہ گاتے ہیں۔

(زبور۶۶)۔ یہ ایک گمنام زبور ہے۔ کیونکہ اس کے مصنف اور موقعہ تصنیف کا کچھ پتہ نہیں۔ اس میں مصنف خُدا کے عجیب کاموں کے لیے اور خصوصاً اس واسطے کہ اس نے اس کی دُعا سن لی۔ اس کی شکر گزاری ادا کرتا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ (زبور۵۶) کی طرح عیدِ فسح کے ایام کے استعمال کے لیے تھا۔ اور چونکہ اس کی نسبت (زبور۶۵) سے ہے۔ ضرور ہے کہ اس کا مصنف بھی داؤد ہی ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔

حصہ اول: میں متکلم کے لیے صیغہ جمع اور حصہ دوئم میں صیغہ واحد آیا ہے۔ ان ہر دو حصوں میں کئی ایک باتیں ہیں۔ مثلاً حصہ اوّل۔

(1) آیات(۱۔۴) میں کل دُنیا کے باشندگان طلب ہوئے ہیں کہ خُدا کی حمد کریں۔اور حمد کرتے ہوئے اس کی حشمت ظاہر کریں۔اور اس کی حکومت تسلیم کریں۔

(2) آیات(۵۔۷) میں ان کو کہا گیا ہے کہ خُدا کا کام دیکھو کہ وہ سب بنی آدم حق میں مہیب ہیں۔اس نے سمندر کو خشکی بنا ڈالا۔اس کی سلطنت ابدی ہے۔

(3) (۸۔۱۲) آیات میں لوگوں کو تاکید ہے کہ وہ اسرائیل کے خُدا کو مبارک کہیں کیونکہ اس نے ان کو آزمائش کرکے سیر اب جگہ میں پہنچایا۔

حصہ دوئم۔

(1) آیات(۱۳۔۱۵) میں لوگوں کا وکیل کہتا ہے کہ مَیں سوختنی قربانی کے لیے تیرے گھر میں جاؤں گا۔مَیں تیرے لیے اپنی نظریں ادا کروں گا۔جو کہ مَیں نے بپتا کے وقت اپنے لبوں سے مقرر کی تھیں۔اور اپنے منہ سے مانی تھیں۔

(2) (۱۶۔۲۰) آیات میں وہ خُدا ترسی کی طرف مائل ہو کر ان لوگوں کو کہتا ہے کہ آؤ اور جانو کہ اس سبب سے کہ خدا نے اس کی سنی اور اسے رہائی بخشی۔اس کا مقدمہ معقول ہے۔اور وہ خُدا کو جس نے اس کی دُعا کو نہ پھیرا اور اپنی رحمت سے محروم نہ مبارک کہتا ہے۔

(زبور۶۷)۔یہ بھی گمنام زبوروں کے سلسلے میں سے ہے۔اور گیت یا زبور کہلاتا ہے۔جو کہ بین کے ساتھ گایا جائے۔اس کی نسبت خیال ہے یہ عید پینتکوست کے واسطے تصنیف ہوا تھا۔یعنی اس موقع کے واسطے جب لوگ فصل کے بعد عبادت گاہ میں فراہم ہوتے تھے۔کہ خُدا کی شکر گزاری کریں۔اس میں تین حصے ہیں۔

حصہ اوّل۔آیات(۱۔۲) میں مصنف کاہن کے طور پر برکت چاہتا ہے کہ خُدا کی راہ زمین پر جانی جائے۔اور کہتا ہے کہ اے خُدا تیری نجات سب قوموں پر ہو(گنتی ۶: ۲۱)۔

حصہ دوئم۔(۳۔۴) آیت میں وہ اپنی خواہش ظاہر کرتا ہے کہ کل اقوام خُدا کی عبادت میں شریک ہوں۔اور اس بادشاہت دُنیا پر قیام پزیر ہو۔اور سب اس پر خوش وخرم ہوں۔کیونکہ اس کی حکومت راستی سے ہوگی۔اور وہ زمین پر اُمتوں کی ہدایت فرمائے گا۔

حصہ سوئم۔آیت(۵۔۷) میں وہ مندرجہ بالا برکات اور واقعات کی تاثیر جو کہ دُنیا پر ہو گی بیان کرتا ہے۔کہ زمین اپنا حاصل پیدا گی۔اور خُدا اہم کو برکت دے گا۔اور زمین کے کنارے اس کا ڈر مانیں گے۔

(زبور۶۸)۔اس کے سرنامے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی داؤد ہی کا زبور ہے۔لیکن اس میں اس کی تصنیف کا موقع یا سبب نہیں بتایا گیا۔
اس زبور سے بعض کا گمان ہے کہ مصنف خُدا کی سابقہ کارروائی پر غور کرتے ہوئے تسلی پزیر ہو کہ وہ ضرور بالضرور سب اقوام مطیع ومسخر کرکے اپنی بادشاہت عالمگیر بنائے گا۔(زبور۶۷) مرشدانہ یا کہانت کی برکات کے کلمات سے شروع ہوتا ہے۔اور (زبور۶۸) کے مطلع میں وہ الفاظ ہیں جو کہ موسیٰ جب عہد کا صندوق کوچ کے موقع پر اٹھایا جاتا تھا۔اور استعمال کرتا تھا(گنتی ۱۰: ۳۵) میں مرقوم ہے کہ اُٹھ اے خُدا تیرے دشمن تتر بتر ہوں۔اور وہ جو تجھ سے کینہ رکھتے ہیں تیرے سامنے سے بھاگیں۔اس میں تین خاص حصے ہیں۔

حصہ اوّل۔آیت(۱۔۶) میں تمہید ہے۔اس میں پہلی بات یہ ہے کہ خُدا کی آمد اس کے دُشمنوں کے خوف اور بربادی اور اپنے برگزیدوں کی مبارک حالی اور خوشی کا موجب ہے۔اور دوسری بات(۴۔۶) آیت میں اس طرح ہے۔کہ خُدا کے لوگ طلب ہوتے ہیں اور خُدا کی آمد پر اس کے

گیت گائیں۔ اور اس کے نام کی تعریف کریں۔ جو کہ اپنے نام یاہ سے سوار ہو کر بیابانوں سے گزر جاتا ہے۔ اور اس کے حضور خوشی کریں۔ اور اس کے راستوں کو سیدھا بنائیں۔ خُدا کے لوگوں کا یہ ضروری کام اور فرض ہے کہ خُدا کے لیے راستہ تیار کریں۔ یہ یوحنا بپتسمہ دینے والے کا کام ہے اور ہمارا بھی۔

حصہ دوئم۔ (۷۔۱۸) اسرائیل کے گزشتہ احوال کا جائزہ لیتا ہے۔ اور اس کو کامل یقین ہو جاتا ہے کہ خُدا ضرور اس قوم کے ذریعے اپنے کام کو انجام دے گا۔ چنانچہ (۸۔۱۰) آیات میں خدا کی کمال رحمت اس میں دیکھتا ہے کہ اس نے اسرائیل کو ملکِ مصر سے نکال کر اپنے آپ کو ان پر کوہِ سینا پر ظاہر فرمایا۔ اور ان کو شریعت دی اور ملکِ کنعان میں پہنچا دیا۔ اور (۱۱۔۱۴) آیات میں ملکِ کنعان پر ان کے غلبہ اور ظفریابی پر غور کرتا ہے۔ اور اس میں ان کو خُداوند کی رحمت و برکت سے مال دار پاتا ہے۔ وہ خُدا صیحون کو اپنی جائے سکونت کے واسطے منتخب کرنے پر بھی سوچتا ہے۔

حصہ سوئم۔ (۱۹۔۳۵) آیات میں وہ گزشتہ باتوں کو چھوڑ کر حال اور مستقبل کے واقعات دریافت کرتا ہے۔ چنانچہ (۱۹۔۲۳) آیات میں وہ اس بات سے تسلی پذیر ہوتا ہے کہ خُدا ہر حالت میں اپنے لوگوں کا شاملِ حال ہوتا ہے۔ اور ضرور ان کو تمام اعدا سے محفوظ رکھتا ہے۔ (۲۴۔۲۷) آیت میں وہ اپنا یقین ظاہر کرتا ہے کہ اسرائیل یک دل ہو کر خُدا کی حمد و تعریف کریں گے۔ (۲۸۔۳۱) آیت میں وہ دُعا کرتا ہے کہ خُدا اپنی قدرت اس طرح ظاہر کرے کہ دُشمنوں کی تمام مخالفت اور مخاصمت موقوف کر دے۔ وہ کامل بھروسہ رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ اقوام جمع ہو کر خُدا کی تعریف کریں گی۔ آیت (۳۲۔۳۵) میں وہ سب قوموں کو طلب کرتا ہے کہ وہ خُدا کی تعریف و توصیف میں اسرائیل کے ہم آواز ہمنوا ہوں۔ اور خُدا کی حکومت کو تسلیم کریں۔ اور نیز کہ اقوام اس بات کا اقرار کریں کہ خُدا اپنی مقدس ہیکل میں مہیب ہے اور اسرائیل کا خُدا وہ ہے جو اپنے لوگوں کو زور اور طاقت بخشتا ہے۔ اور وہ مبارک ہے۔

(زبور ۶۹)۔ اس زبور کے سرنامے میں صرف یہ آیا ہے کہ "داؤد کا زبور جو کہ سوسنوں کے سر پر گایا جائے"۔ بعض کا دعویٰ ہے کہ یہ زبور داؤد نے نہیں لکھا۔ بلکہ یرمیاہ نبی نے لکھا ہے کیونکہ اس کے مصنف کی حالت یرمیاہ کی حالت سے کچھ نہ کچھ نسبت رکھتی ہے۔ مثلاً وہ لوگ بے سبب اس سے کینہ رکھتے ہیں۔ لیکن اس کی چند ایک آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فی الحقیقت داؤد کا ہے۔ مثلاً آیت (۳۰) میں مصنف کہتا ہے کہ میں گیت گا کر خُدا کے نام کی حمد کروں گا۔ اور شکر گزاری کر کے اس کی بڑائی کروں گا۔ یرمیاہ نوحہ کرنے والا تھا۔ تعریف کرنے والا نہیں۔ یہ زبور خاص کر خُداوند یسوع مسیح کی اس حالت پر دلالت کرتا ہے۔ جب کہ وہ اکیلا بغیر مونس (دوست) غم خوار مصلوب ہونے کو تھا۔ اور اس کے پاس کوئی تسلی دینے والا یا ہمدرد نہ تھا۔ اور اس کی پیاس بجھانے کو سرکہ پلایا گیا۔ یہ زبور کسی گناہ آلودہ شخص سے بھی نسبت رکھتا ہے۔ کیونکہ اس کا مصنف اپنی نادانی اور تقصیروں کو تسلیم کر کے عرض کرتا ہے کہ خُدا کی نجات اسے سرفراز کرے۔ پانچویں آیت میں وہ یہ دُعا کرتا ہے کہ خُدا کی نجات اسے سرفراز کرے۔ اور اے خُدا تو میری نادانی سے واقف ہے اور میری تقصیریں تجھ سے چھپی نہیں۔ اس کتاب کے آخری زبور میں یعنی (۷۲) میں یہ مسطور ہے کہ داؤد کی دعائیں تمام ہوئیں۔ اور چونکہ یہ زبور ان زبوروں کے سلسلے میں ہے ہم اس کو داؤد کا زبور تسلیم کریں گے۔ اس زبور میں دو خاص حصے ہیں۔ آیات (۱۔۱۸) اور (۱۹۔۳۶)۔

حصہ اوّل۔ آیات (۱۔۱۸) کی تفصیل ذیل میں ہے۔ (۱۔۶) میں وہ خُدا سے عرض کرتا ہے کہ وہ اس کو بچالے۔ کیونکہ وہ ایسی حالت میں مبتلا ہے کہ اپنے آپ کو بچا نہیں سکتا۔ وہ کہتا ہے کہ پانی میری جان تک پہنچے ہیں۔ مَیں گہرے کیچڑ میں دھنس چلا۔ یہاں کھڑے ہونے کی جگہ نہیں۔ مَیں گہرے پانی میں پڑا ہوں۔ سیلاب میرے اوپر سے گزر چلے۔ اور مَیں چلاتے چلاتے تھک گیا۔ دُعا ایسے موقع پر کارگر ہوتی ہے۔ جب کہ انسان اپنی بے کسی کی حالت کو محسوس کرتا ہے اور صرف خُدا ہی پر بھروسہ رکھتا ہے۔

آیت (۷۔ ۱۲) میں وہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کی مصیبت اور خطرہ اس سبب سے ہے کہ وہ خُدا کو پیار کر کے اس کی تابعداری کرتا ہے۔ چنانچہ ساتویں آیت میں وہ کہتا ہے کہ تیرے لیے مَیں نے ملامت اٹھائی۔ اور نویں آیت میں کہتا ہے کہ تیرے گھر کی غیرت نے مجھ کو کھالیا۔ اور ان کی ملامتیں جو تجھ کو ملامت کرتے ہیں مجھ پر آپڑیں۔ (۱۳۔ ۱۸) آیت میں وہ جانفشانی سے کرتا ہے کہ خُدا اس کو اس کیچڑ سے نکالے کہ وہ غرق نہ ہو اور کینہ پروروں سے محفوظ رہے۔

حصہ دوئم۔ دوسرے حصے کی تفصیل اس طرح ہے۔ (۱۹۔ ۲۱) آیت میں وہ دعویٰ کرتا ہے کہ خُدا اس کی رسوائی اور بدنامی سے واقف ہے۔ اس کی ملامت کرنے والوں نے اس کے دل کو پھوڑا۔ اور وہ اس سبب سے بیماری میں گرفتار ہوا۔ (۲۲۔ ۲۸) آیت میں عرض کرتا ہے کہ خُدا اپنا غضب ان پر انڈیلے اور قہر شدید سے ان کو پکڑلے کیونکہ اُنھوں نے اس کو جو تیر مارا ہوا ہے ستایا ہے۔ اور میرے زخموں کی تکلیف دہ باتوں سے بڑھاتے ہیں۔ اور (۲۹۔ ۳۶) آیت میں وہ خُدا کی تعریف اس سبب سے کرتا ہے کہ وہ پریشان لوگوں کو تسلی دیتا ہے اور مسکینوں کی سنتا ہے کہ وہ ان کو جو کہ صحیح ہیں ان کو ضرور بچائے گا۔

(زبور ۷۰)۔ اس کے سرنامے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مصنف داؤد ہے۔ اور کہ یہ تذکیر (مرد ہونا) کے لیے تصنیف ہوا ہے۔ یہ زبور کی (۱۳۔ ۱۷) آیت انتخاب کیا ہوا ہے۔ اس میں کچھ الفاظ تبدیل ہیں۔ مگر مطلب وہی ہے۔ اس زبور میں صرف پانچ آیات ہیں۔ اور داؤد کی دعا کے واسطے ہے۔ اور اس کے سرنامہ میں لکھا ہے کہ تذکیر کے واسطے ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ داؤد نے خُدا کو یاد کرنے کے لیے اس زبور میں چالیس (۴۰) زبور میں سے چند آیات لے کر انہیں دوبارہ خُدا کے حضور پیش کیا ہے۔ کیونکہ اس کو ازحد رہائی کی ضرورت تھی۔ اس کی پہلی آیت میں وہ خُدا سے عرض کرتا کہ اس کی رہائی کے واسطے جلد آئے۔ اور خُدا کی طرف مخاطب ہو کر عرض کرتا ہے کہ میری کمک کے واسطے جلد آ۔ (۲۔ ۳) آیت میں وہ اپنی آرزو ظاہر کرتا ہے کہ جو اس کی جان کے درپہ ہیں۔ وہ شرمندہ اور خجل کیے جائیں۔ اور پھر اپنی بے کسی کو یاد کر کے عرض کرتا ہے کہ خُدا اس کی طرف جلد آئے۔ کیونکہ وہ کہتا ہے کہ وہی اس کا چارہ ہے۔ اور خُداوند کو اپنا نجات دہندہ سمجھ کر اس سے عرض کرتا ہے کہ وہ دیر نہ کرے۔

(زبور ۷۱)۔ یہ زبور (۲۲، ۳۱، ۳۵، ۴۰) سے انتخاب کیا ہوا ہے۔ جن کا مصنف داؤد ہے۔ سو ہم اس کو بھی داؤد کا ہی کہیں گے۔ اگرچہ یہ بات ممکن ہے کہ کسی دوسرے کے ہاتھ سے تالیف ہوا ہو۔ یہ زبور اس شخص کے مستقل ایمان کو ظاہر کرتا ہے۔ جس نے بہت دُکھ اور مصیبت سہہ کر خُدا کی عجیب محبت اور وفاداری کو خوب آزما کر معلوم کیا کہ وہ قابل بھروسہ ہے۔ اس زبور کی یہ خاص تقسیم نہیں ہے۔ کیونکہ ہر ایک آیت اس کی قرین آیت سے پیوستہ ہے۔ اور ایک ہی مضمون کو پیش کرتی ہے۔ تاہم کے واسطے اس کو دو حصوں میں تقسیم کی گیا ہے۔

حصہ اوّل۔ (۱۔ ۱۳) آیات میں خاص کر دُعا ہے۔ حصہ دوئم (۱۴۔ ۲۴) میں تعریف زیادہ ہے۔

حصہ اوّل۔ اس کی آیات (۱۔ ۳) (زبور ۳۱) کی آیات (۱۔ ۳) الفاظ اور معنی میں نسبت رکھتی ہیں۔ اس میں مصنف خطرے کے موقع پر پورے بھروسے سے خُدا سے دعا کرتا ہے کہ جس طرح پہلی آیت سے ظاہر ہے۔ اس میں وہ کہتا ہے کہ اے خداوند میرا بھروسہ تجھ پر ہے۔ تو مجھ کو کبھی شرمندہ نہ ہونے دے۔ میرے رہنے کی چٹان ہو جہاں میں جایا کروں۔

آیات (۴۔ ۸) میں یہ کہہ کر اپنی التماس کی وجہ پیش کرتا ہے کہ اے خُداوند یہوواہ تو میری اُمید ہے۔ میرے لڑکپن سے ہی میرا بھروسہ تجھ پر ہے۔ اس حصے کی پانچ سے چھ آیات زبور (۲۲) کی آیات (۹۔ ۱۰) سے ملتی ہیں۔

(۹۔۱۳) میں وہ عرض کرتا ہے کہ خُداوند اس کو بڑھاپے میں نہ پھینک دے۔اور ضعیفی (کمزوری) کے وقت اس کو ترک نہ کرے۔نہ اس سے دور ہو۔

تفصیل حصہ دوئم۔ آیات (۱۴۔۱۶) میں وہ وعدہ کرتا ہے کہ مَیں ہر دم اُمید رکھوں گا۔ تیری ساری ستائش زیادہ کرتا جاؤں گا۔اور آیات (۱۷۔۲۰) میں وہ اپنے آپ کو اس سے مستحق حفاظت جانتا ہے کہ خُدا اس کی طفولیت (بچپن) سے تربیت کرتا رہا ہے۔وہ کہتا ہے کہ مَیں تیری عجیب قدرتیں بیان کرتا رہا ہوں۔

(۲۱۔۲۴) آیت میں وہ ان الفاظ میں دعویٰ کرتا ہے کہ مَیں بین بین (متوسط، درمیانی) تیری ستائش اور تیری امانت کی ستائش کروں گا۔ اور اسرائیل کے قدوس کی طرف مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ مَیں بربط بجا کر تیرے گیت گاؤں گا اور اپنی زبان سے سارا دن تیری صداقت کی باتیں کہتا رہوں گا۔

(زبور۷۲)۔اس زبور کے سرنامے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سلیمان کا ہے۔ تاہم بعض لوگوں کا دعویٰ ہے کہ یہ داؤد نے اس وقت تصنیف کیا جب کہ اس نے سلیمان کو بادشاہ مقرر کیا تھا۔لیکن اکثر یہ زبور سلیمان کا سمجھا جاتا ہے اور معلوم ہوتا کہ اس نے اس وقت تصنیف کیا جب کہ وہ بادشاہ ہو کر چاہتا تھا کہ خُدا اس کو ایسی برکت بخشے کہ وہ اپنی بادشاہی کے فرائض اچھے طریقے سے سرانجام دے۔یہ زبور راستبازی کے نتائج کو ظاہر کرتا ہے۔اس میں تین حصے ہیں۔

حصہ اوّل۔ آیات (۱۔۷) میں وہ بادشاہ کے لیے دُعا کرتا ہے کہ وہ خُدا کی عدالتوں سے خوب واقف ہو کر ان کے مطابق چلے۔اور اپنے مسکینوں کا انصاف کرے اور محتاجوں کے فرزندوں کو بچائے اور ظالم کو ٹکڑے ٹکڑے کرے اور لوگ ہمیشہ خُدا سے ڈرتے رہیں۔

حصہ دوئم۔(۸۔۱۴) آیات میں وہ اس بات کے لیے عرض کرتا ہے کہ اس کی حکمرانی سمندر سے سمندر تک اور دریا سے انتہا زمین تک ہو۔اور سارے بادشاہ اس کے تابع ہو کر اس کے حضور سجدہ کریں۔اور ساری گرہیں (نوستارے) اس کی بندگی کریں۔ چنانچہ یہ سب کچھ وقوع پذیر ہوا۔

حصہ سوئم۔(۱۵۔۱۷) آیت میں بادشاہ کے وسطے دُعا ہے کہ اس کی عمر دراز ہو۔ پیش گوئی ہے کہ صبا کا سونا اسے دیا جائے گا۔اور اس کے حق میں سدا دُعا کی جائے گی۔اس کتاب کے تتمہ یعنی (۱۸۔۲۰) آیات میں خُدا کی جو کہ اسرائیل کا ہے تمجید ہے۔کیونکہ وہی اکیلا عجیب کام کرتا ہے۔اس کا جلیل نام ابد تک مبارک ہے۔سارا جہاں اس کے جلال سے معمور ہو۔ آمین ثم آمین۔اور کہا جاتا ہے کہ داؤد بن یسی کی دعائیں تمام ہوئیں۔

باب چہارم

زبور کی تیسری کتاب کے بیان میں

(۷۳۔۸۹زبور)

سوال۔14:۔ اس تیسری کتاب کی کیفیت بیان کریں؟

جواب:۔ اس میں(۱۷)زبور ہیں جن میں سے صرف ایک ہی یعنی زبور(۸۶)داؤد کا ہے۔(۱۱)آسف کے ہیں۔(۷۳۔۸۳)چار یعنی(۸۴، ۸۵، ۸۷، ۸۸)بنی قورح کے ہیں۔اور ایک یعنی(۸۹)ایتان اررُوخی کا ہے۔خیال ہے کہ حزقیاہ بادشاہ نے اس کتاب کو تالیف کیا۔جب اس نے صلاح جاری کر کے ہیکل کی مرمت کروائی۔اور عبادت کو پھر جاری کیا(۲۔تواریخ۲۹:۲۰۔۳۰)۔

سوال۔15:۔ آسف کی مختصر کیفیت بیان کریں؟

جواب:۔ جب ہم کسی کی تصنیفات پر غور کرنا چاہتے ہیں۔تو ہم کو اوّل یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کون ہے؟اور کیا حیثیت رکھتا ہے؟

(1) آسف نے(۱۲)زبور تصنیف کیے۔اور وہ داؤد کے زبوروں کے ہم پلہ سمجھے جاتے ہیں۔پاک کلام میں سے ہم آسف کی نسبت کئی ایک باتیں معلوم کر سکتے ہیں۔مثلاً(۱۔تواریخ۱۵:۱۶۔۱۹)آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ داؤد عہد کے صندوق کو عوبید ادوم کے گھر سے نکال کر یروشلیم میں پہنچانے لگا۔تو اس نے لاویوں کو حکم دیا کہ اپنے بھائیوں میں سے گانے والوں کو مقرر کریں۔موسیقی کے ساز یعنی بربطیں، کنارتیں، اور منجیرے چھیڑیں۔اور بلند آواز سے خوشی سے گائیں۔چنانچہ لاویوں نے ہیمان بن یوایل کو مقرر کیا۔اور اس کے بھائیوں میں سے آسف بن برکیا کو اور بنی مراری میں سے ایتان بن قوسیاہ کو اور گانے والے ہیمان ایتان مقرر ہوئے کہ پیتل کی جھانجوں سے گاتے بجاتے رہیں۔ اور(۱۔تواریخ۱۶:۴، ۵، ۷، ۳۷)آیات سے معلوم ہوتا ہے داؤد نے لاویوں میں سے بعض کو مقرر کیا کہ خُداوند کے صندوق کے آگے خادم مقرر ہوں۔اور خُداوند اسرائیل کے خُدا کا ذکر شکر اور حمد کریں۔سو آسف سردار مقرر ہوا۔اور وہ جھانجھ سے گاتا بجاتا اور سناتا تھا۔اس وقت داؤد نے آسف اور اس کے بھائیوں کے ہاتھ میں یہ گیت کہ جس سے وہ خُداوند کا شکر کریں پہلی دفعہ سپرد کیا۔یہ گیت(۱۰۵)آیت(۱۔۱۵)اور زبور(۹۶)آیات(۱۔۱۳)،زبور(۲۹)آیات(۱۔۲)زبور(۹۸)آیت(۷)،زبور(۴۲)آیت(۱۸)سے بنا ہے۔اور(۱۔تواریخ۱۶:۳۷)آیت میں ذکر ہے۔کہ داؤد نے خُدا کے عہد کے صندوق کے آگے آسف اور اس کے بھائیوں کو چھوڑا کہ روزانہ ضروری کام کے مطابق ہمیشہ کی خدمت کریں۔

(2) (۱۔تواریخ۲۹:۳۰)میں مرقوم ہے کہ حزقیاہ بادشاہ اور امیروں نے لاویوں کو حکم دیا کہ خُداوند کی حمد و ثنا کے لیے۔داؤد اور آسف غیب بین کے زبور استعمال کیا کریں۔

(۱۔تواریخ۲۵:۱۔۷)آیات معلوم ہوتا ہے کہ آسف ہیمان اور یدتون کے بیٹوں میں سے بعض داؤد کے لشکر کے سرداروں کی طرف سے تعینات ہوئے کہ اپنے والدوں کی ہدایت کے بموجب خُدا کے گھر میں خدمت کریں۔

(۲۔تواریخ ۳۵: ۱۵) آیت میں ذکر ہے کہ جب یوسیا بادشاہ نے عید فسح منائی تو گانے والے یعنی بنی آسف اور ہیمان اور بادشاہ کے غیب بین یعنی یدتون کے حکم اور صلاح کے بموجب اپنی جگہوں پر ٹھہرے اور دربان ہر ایک دروازہ پر حاضر تھے کہ انہیں اپنے اپنے منصبی فرائض کی ادائیگی لازم اور ضروری تھی۔ اور ان کے واسطے ان کے دیگر لاوی بھائیوں نے فسح تیار کی۔ آسف کے سب زبور قریباً قومی ہیں، نہ کہ شخصی۔ بعض تواریخی یا پیغمبرانہ جن میں التماس، شکر گزاری، نصیحت اور تعلیم ہے۔

سوال۔16:۔ آسف کے گیارہ زبوروں کی تفصیل باترتیب کریں۔

جواب:۔(زبور۷۳)۔ کا مضمون ایمان کی آزمائش اور فتح یابی ہے۔ اور اس مضمون کے مطابق یہ زبور دو حصوں میں تقسیم ہو سکتا ہے۔

حصہ اوّل۔(۱۔۱۴) آیات میں مصنف اپنی تکلیف اور آزمائش کا مفصل بیان کرتا ہے۔ چنانچہ (۱۔۱۱) آیات میں وہ بیان کرتا ہے کہ جب مَیں نے شریروں کی کامیابی اور ترقی دیکھی اور اسرائیل کی خستہ حالی اور کس مپرسی (ایسی حالت جس میں کوئی پُرسان حال نہ ہو) پر غور کیا تو ان میں قریب خُدا کی وفاداری اور محبت کی نسبت اپنا ایمان کھو بیٹھا۔ میرے پاؤں کا لغزش کھانا اور پھنسنا نزدیک تر اور میرے قدموں کا اکھڑنا قریب تھا۔ کیونکہ مَیں نے نادان مغروروں پر جب کہ مَیں نے شریروں کی کامیابی دیکھی حسد کرتا تھا۔

آیات (۱۳۔۱۴) میں کہتا ہے کہ جب مَیں نے دیکھا کہ شریر ہمیشہ اقبال مند رہتے ہیں۔ اور اپنی دولت فراوان کرتے ہیں تو مَیں پشیمان ہوا۔ اور اپنے دل میں کہا کہ مَیں نے عبث اپنے دل کو صاف کیا اور بے گناہی سے اپنے میں بے فائدہ دن بھر بے آرامی کی حالت میں رہتا ہوں اور صبح کو تنبیہ پاتا ہوں۔ غرض کہ مصنف پر یہ آزمائش آئی کہ وہ روحانی برکات کے مقابلے میں دُنیاوی مال ومتاع پر دل لگائے۔

حصہ دوئم۔ آیات (۱۵۔۲۸) میں وہ بیان کرتا ہے کہ اس کا ایمان کس طرح راسخ اور بحال رہا۔ چنانچہ (۱۵۔۱۶) آیات میں اس کا خیال گزرا کہ وہ اسرائیل کو ان خیالات کے بموجب جن کا اظہار حصہ اوّل میں کیا ہے۔ تعلیم دے تو گویا وہ خُدا کے گروہ کی اولاد سے بے وفائی کرے گا۔ اور یہ اس کو بہت ہی ناگوار معلوم ہوا۔

(۱۷۔۲۰) آیات میں وہ بیان کرتا ہے کہ جب مَیں خُدا کے مسکن میں داخل ہوا تو مَیں نے سمجھ لیا کہ جسمانی برکات حقیقی نہیں بلکہ چند روزہ اور باعثِ خطرہ ہیں۔

(۲۱۔۲۲) آیات میں وہ کہتا ہے کہ ایسے لوگوں یعنی شریروں سے کینہ وری کرنا محض جہالت ہے۔

(۲۷۔۲۸) آیات میں وہ اپنے ایمان کا اظہار کرتا ہے کہ دیکھو جو تجھ سے یعنی جو خُدا سے دور ہیں، فنا ہو جاتے ہیں۔ اور میری بھلائی خُدا کے نزدیک رہنے سے ہوتی ہے۔ مَیں نے خُداوند یہوواہ پر توکل کیا ہے۔ تاکہ مَیں اس کے سب کاموں کو شہرت دوں۔

(زبور۷۴۔۷۹)۔ یہ دونوں مضمون اور عبارت میں ایک دوسرے سے موافقت رکھتے ہیں۔ اور بموجب سرناموں کے دونوں ہی آسف کی تصنیف ہیں۔ موقعہ تصنیف کی نسبت بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ دونوں زبور یروشلیم کی بربادی پر تصنیف ہوئے۔ جو کہ شاہ نبوکدنظر نے مسیح سے (۵۸۶ ق م) سال پہلے کی۔ بعض گمان رکھتے ہیں کہ ان کی تصنیف کا موقع اہالیانِ یروشلیم کی ایذا یابی ہے۔ جو کہ قبل از مسیح (۱۶۸ یا ۱۶۵ ق م) میں واقع ہوئی۔ جب کہ انٹی اوکس اپفینی نے ہیکل کو ناپاک کیا اور یہودیوں میں سے ہزارہا تلوار کی گھاٹ اتار دیئے۔ اگر یہ زبور جو کہ آسف کے کہلاتے ہیں۔ قبل از مسیح پانچ سو چھیاسی (۵۶۸ء) یا ایک سو ستر (۱۷۰ء) میں تصنیف ہوئے۔ تو کسی صورت میں آسف کی تصنیف نہیں ہوسکتے۔ آسف تو داؤد کا ہمعصر

تھا۔ البتہ ممکن ہو سکتا ہے کہ آسف کیفیت ِبنی ازراہ نبوت اسرائیل کے مستقبل کا بیان کرتا ہے۔ یا ملہم ہو کر ان کی روحانی حالت پیش کرتا ہے۔ یہ زبور تین حصوں میں منقسم ہے۔

حصہ اوّل۔(۱۔۹) آیات میں مصنف اس لیے کہ خُدا نے اپنے لوگوں کو درماندگی اور مصیبت کی حالت میں چھوڑا ہے۔ اس لیے حجت وہ حجت کرتا ہے۔ اور عرض کرتا ہے کہ خُدا آکر ان کی مدد فرمائے۔ چنانچہ دوسری آیت میں کہتا ہے کہ اپنی اس قوم کو جس تونے قدیم سے خریدا ہے۔ اور اپنے میراثی فرقہ کو جسے تونے خلاصی بخشی۔ اور کوہِ صیحون کو جس میں تونے سکونت کی یاد فرما۔ گویا کہ اپنے استحقاق اور حقوق کا دعویٰ کرتا ہے کہ واجب اور ضروری ہے کہ خُدا اپنے لوگوں کو رہائی بخشے۔ ساتویں آیت میں وہ اپنے دشمنوں کی کارروائی کا یوں بیان کرتا ہے کہ اے خُدا انہوں نے تیرے مسکن میں آگ لگائی ہے۔ اور تیرے نام کے مسکن میں آگ لگائی ہے۔ اور تیرے نام کے مسکن کو زمین پر گرا کر ناپاک کیا ہے۔ سو ان دو باتوں یعنی بنی اسرائیل کی پستی اور ذلت ان کے دشمنوں کی کارروائی کو پیش کر دہ خُدا کو اُبھارتا اور مشتعل کرتا ہے کہ وہ کچھ کرے۔ اور اپنی بے کسی کا یوں اعتراف کرتا ہے کہ ہم لاچار ہیں۔ ہمارا کوئی نبی نہیں اور ہمارے درمیان کوئی شخص نہیں جو معلوم کرے کہ یہ حالت کب تک جاری رہے گی۔

حصہ دوئم۔(۱۰۔۱۷) آیت میں وہ خُدا کو جتاتا ہے کہ اس کی عظمت اور بزرگی اس بات میں ہے کہ وہ مقتضی ہے اپنے لوگوں کو بچائے اور یاد دلاتا ہے کہ اس نے سابق زمانے میں اپنے لوگوں سے کیسا سلوک کیا۔ جب ان کو ملکِ مصر سے نکال کر کنعان کی سرزمین میں پہنچا دیا۔

حصہ سوئم۔ آیات (۱۸۔۲۳) میں وہ اپنے دلائل کو دھر کر اپنے خُدا سے خوب عرض کرتا ہے کہ اپنی فاختہ کی جان بھیڑے کے قابو میں نہ دے۔ اور اپنے مسکینوں کے گروہ کو ہمیشہ نہ بھول بلکہ اپنے عہد پر لحاظ کر اور ایسا نہ ہونے دے کہ مظلوم رسوا ہو کر اُلٹا پھرے۔ بلکہ ایسا ہو کہ مساکین و محتاج تیرے نام کی ستائش کریں۔

(زبور۷۵)۔ سردار مغنی کے لیے آسف کا زبور جو کہ التشیت کے سر پر گایا جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ (زبور۷۵، ۷۶) زبور(۷۴) کے جواب میں ہیں۔ چنانچہ (زبور۷۵) کی پہلی تین آیات میں بنی اسرائیل ان الفاظ میں خُدا کی تعریف کرتے ہیں کہ اے خُدا ہم تیری حمد کرتے ہیں۔ کیونکہ تیرا نام ہم سے نزدیک تر ہے۔ اور تیرے عجیب کاموں کی منادی ہوتی ہے۔ اس کے جواب میں خُدا فرماتا ہے کہ جب موقع ہوتا ہے مَیں عدالت کرتا ہوں۔ اور اگرچہ سرزمین اور اس کے کل باشندے پگل گئے ہیں۔ تو بھی مَیں نے اس کے ستونوں کو سنبھالا ہے۔

آیات(۴۔۸) مصنف مغرور مخالفین سے مخاطب ہو کر ان سے کہتا ہے کہ گھمنڈ نہ کرو اور شریروں سے کہتا ہے کہ سینگ نہ اٹھاؤ۔ کہ سرفرازی نہ پورب سے آتی ہے نہ پچھم سے اور نہ دکھن سے بلکہ خُدا عدالت کرنے والا ہے۔ وہ ایک کو پست کرتا ہے دوسرے کو سرفراز یعنی کہ وہ ایک کو اس کے کام کے مطابق سزا اور جزا دیتا ہے۔

(۹۔۱۰) آیات میں وہ دعویٰ سے کہتا ہے کہ جو ہو ابد تک بیان کروں گا۔ اور یعقوب کے خُدا کی حمد گاؤں گا۔ اور شریروں کے برخلاف ہو کر ان کا مقابلہ کروں گا اور صادقوں کی مدد کروں گا۔

(زبور۷۶)۔ یہ بھی آسف کا زبور ہے اور اس کی عبارت سے ظاہر ہے کہ یہ بھی دُعا کا جواب ہے۔ اس میں چار حصے ہیں۔

حصہ اوّل۔ آیات (۱۔۴) میں بیان کرتا ہے کہ خُداوند نے پھر سے اپنے آپ کو صیحون پر ظاہر کیا۔ اور اس کے دُشمنوں کو تتر بتر کیا۔ چنانچہ زبور (۷۶) میں مسطور ہے کہ اس نے کمانوں کے تیر، سپریں اور تلواریں توڑیں اور لڑائیاں موقوف کردیں۔

حصہ دوئم۔(۴۔۶) آیات میں خُدا کی فتح مندی اور نصرت کی تعریف ہے۔ آیات (۳۔۶) میں لکھاہے کہ تیری ڈپٹ سے اے یعقوب کے خُدا گاڑیاں اور گھوڑے نیند سے مستغرق ہوئے۔ بعض لوگ خیال کرتے ہیں۔ یہ آیت سنہریب کی افواج کی بربادی کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔جب کہ حزقیاہ نبی نے خُدا سے دُعا کی تھی (۲۔سلاطین ۱۹: ۳۵۔۳۶)۔

حصہ سوئم۔ آیت (۷۔۹) میں مصنف کہتاہے کہ خُدا انتظام کے لیے اُٹھے تو کوئی اس کے حضور نہیں رہ سکتا کہ اس کا مقابلہ کرنا محال مطلق ہے۔

حصہ چہارم۔(۱۰۔۱۲) آیات میں بیان ہے کہ آدمی کا غضب بھی کا خُدا کی ستائش کا باعث ہے۔اس میں مصنف سب کو تاکید سے کہتاہے کہ خُداوند خُدا کی نذر میں اور انہیں ادا کرو اور سب لوگ اس کے حضور جس سے کہ ڈرنا چاہیئے ہدیے لائیں۔

(زبور ۷۷)۔یہ دوتین سردار مغنی کے لیے آسف کا زبور ہے۔اس زبور کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کی حالت تصنیف کے وقت حبقوق نبی کی حالت کی سی تھی۔ جب کہ اس نے وہ دُعا مانگی جو اس کی کتاب کے تیسرے باب میں ہے۔اب چونکہ یہ زبور حبقوق کے باب سوئم سے موافقت رکھتاہے۔ بعض لوگ خیال کرتے ہیں۔ آسف نے حبقوق کی دُعا کے مطالعہ کے بعد یہ زبور تصنیف کیا۔اور بعض برعکس اس کے یہ گمان رکھتے ہیں کہ حبقوق نے اس زبور کو دیکھ کر اپنی دُعا تصنیف کی۔ ممکن ہے کہ دونوں کی حالت یکساں تھی دونوں ہی نے ملہم ہو کر علیٰحدہ علیٰحدہ بغیر ایک دوسرے کے صلاح مشورے یا ایک دوسری تصنیف کے مطالعہ سے اپنی حالت بیان کی ہو۔اس زبور کے دو حصے ہیں۔

حصہ اوّل۔اس حصے میں ایک مسئلہ پیش ہے۔اور حصہ دوئم میں اس کا اصل ہے۔

حصہ اوّل۔(۱۔۹) آیات پہلی تین میں اپنی گھبراہٹ کا یوں بیان کرتا ہے کہ اگرچہ بپتہ کے روز میں مانے خُداوند کی تلاش کی اور میرے ہاتھ رات کو اُٹھے اور گرے نہیں تو بھی میری جان نے تسلّی سے انکار کیا۔ مَیں خُدا کو یاد کرتا اور گھبراتاہوں۔ مَیں سوچتاہوں اور میرا جی ڈوبتا جاتا ہے۔

آیات (۴۔۹) میں مصنف بنی اسرائیل کی گزشتہ حالت پر غور کرکے اپنے سے سوال کرتا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ خدا اپنے لوگوں کو ہمیشہ کے واسطے ترک کرے؟(۹) آیت میں یہ سوال ہے کہ کیا خُدا اپنے رحم کو بھول گیا؟ کہ کیا اس نے اپنی رحمتوں کو بند کر دیا؟

حصہ دوئم۔(۱۰۔۲۰)اور (۱۰۔۱۲) آیات میں مصنف دعویٰ کرتا ہے کہ مَیں خُداوند کی گزشتہ کارروائیوں پر خوب غور کروں گا۔(۱۲ آیت) میں کہتاہے کہ مَیں تیرے سب کاموں کے بارے میں ہمیشہ سوچوں گا۔اور تیرے فعلوں پر دھیان کروں گا۔

(۱۳۔۱۵) آیت میں وہ اسرائیل کے بچاؤ اور ان کی حفاظت یاد کرکے کہتاہے کہ تونے اپنے بازوں سے اپنے لوگوں بنی یعقوب اور بنی یوسف کو مخلصی بخشی۔

آیات (۱۶۔۲۰) میں مخلصی کی نسبت خُدا کی عجیب کارروائی کا بیان کرکے کہتاہے کہ تیری راہ سمندر میں ہے۔اور تیرا گزر پانیوں میں۔ تیرا نقشِ قدم معلوم نہیں۔

آیت (۲۰) میں وہ کہتاہے کہ تونے گلے کی مانند موسیٰ اور چاروں کے ذریعے اپنے لوگوں کی راہنمائی فرمائی۔ان سب باتوں پر غور کرکے وہ تسلّی پاتا ہے۔اور اُمید رکھتا ہے کہ خُدا آئندہ بھی اپنے لوگوں کی حفاظت اور راہنمائی فرمائے گا۔خُدا چاہتا ہے کہ ہم اس کی کل کارروائی کا بغور مطالعہ کریں۔ اور اسے سوچیں۔

(زبور ۷۸)۔یہ زبور آسف کا مشکیل ہے۔

(زبور ۷۷)۔ میں خُداکے عجیب کام اس غرض کے لیے بیان ہیں کہ آدمی پیتا اور مصیبت کے وقت ان پر غور کرے اور ایمان کی تقویت حاصل کرے۔(زبور ۷۸) بھی تواریخ کے ذریعے خُداکاوہ عجیب سلوک بیان کرتاہے جو کہ اس نے بنی اسرائیل کے ساتھ روارکھا۔ تاکہ اسرائیل اس پر غور کریں۔ اور باپ دادوں کی سرکشی اور شرارت سے اجتناب کریں۔ اور اپنی زندگی خُداکی نیک مرضی اور ارادوں کے مطابق بسر کریں۔ اس زبور میں داؤد کے اس عہد کے اس وقت تک جب کہ خُدانے افرائیم اور سیلاہ کو ترک کر دیا۔ اور یہوداہ اور یروشلیم کو دینی ودُنیاوی دارالخلافہ کے واسطے کے لیے منتخب کیاکی تاریخ ملتی ہے۔ اس تاریخ میں سات باسلسلہ باتیں ملت ہیں۔

(1) (ا۔۸) آیات میں اس زبور کا مقصد پیش کیا گیاہے کہ لوگ ان تواریخی واقعات سے تعلیم اور تربیت حاصل کریں۔ اور دوسروں کو بھی آراستہ کریں۔ چنانچہ پہلی آیت میں رقم ہے کہ خُدااپنے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہتاہے کہ اے میرے گروہ میری تعلیم پر کان رکھ اور میرے منہ کی باتیں تم کان لگا کر سنو۔

آیات(۶۔۸) میں اس کا مقصد یوں بیان کیا گیا ہے۔ کہ آنے والی پشت نیز وہ فرزند جو پیدا ہوں سیکھیں۔ اُٹھ کر اپنی اولاد کو سکھائیں۔ خُدا پر توکل رکھیں اور خُداکے کاموں کو بھلا نہ دیں۔ بلکہ اس کے احکام حفظ کریں۔ اور اپنے باپ دادوں کی طرح شریر اور سرکش نہ ہوں بلکہ جن کے دِل خُدا سے مانوس نہ رہے۔

(2) (۹۔۱۶) آیت میں مصنف بنی اسرائیل کی تاریخ سے ان کی فراموشی اور بے وفائی ظاہر کرتاہے۔ کہ انہوں نے خُداکے عہد کو حفظ نہ کیا بلکہ اس کی شریعت پر چلنے سے انکار کیا۔ اور اس کے کاموں اور عجیب قدرتوں کو بھلادیا۔

(3) آیات(۱۷۔۳۱) میں وہ بیان کرتاہے کہ گو خُدانے ان کی حفاظت کی اور ان کے واسطے خوراک بھی مہیا کرتارہا۔ تو بھی وہ اس سے کنارہ کرتے گئے۔ اور بیابان میں حق تعالیٰ سے بغاوت کی یہاں تک اس کا غضب ان پر بھڑکا۔ اور ان میں سے تناوروں کا قتل کیا۔ اور اسرائیل کے جوانوں کو گرا ڈالا۔

(4) آیات(۲۹۔۴۲) میں دکھایا گیاہے کہ بیابان میں خُداکی دھمکیوں اور سزانے چندروزہ آراستگی اور اصلاح اور توبہ پیدا کر دی اگر خُدااپنی بے پایاں رحمت سے موسیٰ کی سفارش منظور نہ کرتاتو البتہ وہ ان کو یک لخت ہلاک کرڈالتا۔

(زبور ۷۸) اس کی (۳۸) آیت میں وہ رحیم ہے۔ اور اس نے ان کی بدکاریاں بخشیں اور ہلاک نہ کیا۔ ہاں بارہا اس نے اپنے قہر کو روکا۔ اور اپنے سارے غضب کو نہ بھڑکایا کیونکہ اس نے یاد کیاکہ وہ بشر ہیں۔

(5) آیات(۴۰۔۵۵) میں مصنف ان دس(۱۰) آفات میں سے جو کہ مصریوں پر اس وقت واقع ہوئیں۔ جب خُدانے بنی اسرائیل کو مصر میں سے بچا کر نکالا سات(۷) آفات پیش کرتاہے۔ یعنی کہ خُدانے ان کو ملکِ کنعان میں پہنچانے کے لیے ان کے دشمنوں کو ہلاک کیا۔ تاکہ خُداکی رحمت اور مہربانی کے مقابلہ میں بنی اسرائیل کی بے وفائی، غداری اور ناشکر گزاری بخوبی وعیاں بیاں ہو جائے۔

(6) آیات(۵۶۔۶۴) میں دکھایا گیاہے کہ ملک کنعان میں پہنچ کر وہ از سرِ نو گناہ میں یہاں تک مصروف ومبتلا ہوئے۔ کہ اس نے سیلاہ کو یہاں عہد کا صندوق رکھاتھا۔ چھوڑ کر ان کو ان کے دُشمنوں کے ہاتھ میں چھوڑ دیا۔

(7) آیات(۶۵۔۷۲) میں خُدانے اسرائیل پر پھر رحم فرمایا۔ اور افرائیم کی بجائے یہوداہ اور سیلا کی بجائے یروشلیم منتخب کیا۔ چنانچہ لکھاہے کہ اس نے انہیں اپنے دِل کی راستی سے چھڑایا اور اپنے ہاتھوں کی چالاکی سے ان کی رہنمائی کی۔

(زبور۷۹)۔ آسف کا زبور(زبور۷۹، ۷۴) ایک ہی موقع کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔اور ایک دوسرے سے کچھ منافقت بھی رکھتے ہیں۔اس زبور کے تین حصے ہیں۔ جن میں مصنف اپنی غم آلودگی اور غم کا سبب کا بیان کرکے خُدا سے اپنے گناہوں کی معافی اور رہائی کی عرض کرتا ہے۔

حصہ اوّل۔(۱۔۴) آیات مصنف دُشمنوں کی چڑھائی اور حملہ اور ہیکل کی تحقیر و بے حرمتی اور یروشلیم کی بربادی ان الفاظ میں پیش کرتا ہے کہ خدا غیر اقوام نے تیری میراث میں داخل کیا اور تیری مقدس ہیکل کو اُنہوں نے ناپاک کیا اور یروشلیم کو ڈھیر کردیا۔

حصہ دوئم۔(۵۔۷) آیات میں مصنف عرض کرتا ہے کہ خُدا اسرائیل پر رحمت فرمائے اور ان کی سزا کو موقوف کرے۔اور اپنا غصہ ان اقوام پر جنھوں نے نہ پہچانا اور ان بادشاہوں پر جنھوں نے اس کا نام نہ لیا، انڈیلے۔

حصہ سوئم۔(۹۔۱۳) آیات میں مصنف خُدا سے امداد چاہتا ہے کہ اور اس میں وہ اپنے کو مدد و تعاون کا مستحق اقرار نہیں دیتا بلکہ کہتا ہے کہ اپنے نام کی خاطر ہمارے گناہوں کو ڈھانپ دے۔یعنی خُدا کے جلال کی بنا پر وہ عرض کرتا ہے۔

نوٹ:۔تالمود کے قلمی نسخے بنام **(سوفریم)** میں بتایا گیا ہے۔ کہ زبور(۷۹) ماہ اب (اگست) کی نویں تاریخ پر جب کہ ہیکل کی پہلی دوسری بربادی یادگاری کی جاتی تھی(زبور۱۳۷) کے ساتھ استعمال ہوتا تھا۔

(زبور۸۰)۔ سردار مغنی کے لیے آسف کا زبور سوسنیم عدوت کے سُر پر گایا جائے۔اس کے سرنامے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا موقع تصنیف نہیں ہوسکتا۔ لیکن مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زبور سلطنت کی تقسیم کے بعد جب کہ یہوداہ اور افرائیم ایک دوسرے سے علیٰحدہ ہوئے تو تب یہ لکھا گیا۔ کیونکہ اس میں مصنف خاص طور پر یوسف کے گھرانے کے لیے دُعا مانگتا ہے۔یہ زبور چار حصوں میں منقسم ہے۔

حصہ اوّل۔ آیات (۱۔۳) مصنف یوسف کے واسطے یوں دُعا کرتا ہے کہ اے اسرائیل کے گڈریے تو یوسف کو گلے کی مانند لے چلتا ہے۔اور خود تو کروبیم پر تخت نشین ہے۔ جلوہ گر ہو اور افرائیم اور بنیامین اور منسیؔ کے آگے اپنی قوت کو حرکت دے اور آکر ہم کو بچا۔

حصہ دوئم۔(۴۔۷) آیات میں وہ خُدا سے استفسار کرتا ہے کہ اے خُداوند خُدا لشکروں کے خُدا کب تک تیرے قہر کا دھواں تیرے لوگوں کی دُعا کے برخلاف اُٹھتا رہے گا۔ مصنف چاہتا ہے کہ خُدا کی رحمت ان پر نازل ہو۔اور کہ وہ ان کو دشمنوں ہاتھوں سے بچائے اور کہتا ہے کہ اگر تو اپنا چہرہ روشن کرے تو۔ہم بچ جائیں گے۔

حصہ سوئم۔(۸۔۱۳) آیات میں مصنف قوم اسرائیل کو تاک سے تشبیہ دیتا ہے کہ اور کہتا ہے کہ اے خُدا تو نے اسے ملکِ مصر سے نکال کنعان میں لگایا۔ یہاں کہ وہ خوب جڑ پکڑ کر بڑھا اور پھلا۔اور وہ عرض کرتا ہے۔خُدا اپنی خود لگائی ہوئی تاک کی حفاظت نگہبانی کرے۔

حصہ چہارم۔(۱۴۔۱۹) آیات میں مصنف پھر منت کرتا ہے کہ خُدا آسمان پر سے نگاہ کرے۔اور اس تاک کی طرف متوجہ ہو۔کیونکہ وہ کہتا ہے کہ وہ آگ سے جلائی گئی اور کاٹی گئی ہے۔اور تیرے چہرے کی ڈپٹ سے ہلاک ہوئی ہے۔ آخر میں وعدہ کرتا ہے کہ اے خُدا اگر تو پھر ہماری طرف متوجہ ہو تو ہم تجھ سے نہ پھریں گے۔

(زبور۸۱)۔یہ زبور سردار مغنی کے نام پر آسف کی طرف سے ہے۔اس کی تیسری آیت سے ظاہر ہے کہ وہ نئے چاند کی عید کے واسطے تصنیف ہوا تھا۔مصنف اس خواہش سے کہ وہ عید بوجہ احسن اور کمال خوشی سے منائی جائے۔اس زبور سے لوگوں کو تحریک دلاتا ہے کہ وہ خوشی سے آئیں اور عید میں شمولیت کا استحقاق حاصل کریں۔اس میں تین حصے ہیں۔

حصہ اوّل۔(۱۔۵) آیات میں مصنف گانے والوں کو جوش دلاتا اور کہتاہے کہ پکار کر خُداوند کی مدح گاؤوہ ہمارازور ہے۔یعقوب کے خُدا کے لیے خوشی سے للکارواور سُر باندھ کر ایک گیت گاؤ۔ پھر وہ کاہنوں کو یہ کہہ کر اُبھارتا ہے کہ قرنائی (سینگ کا بگل،تُرہی) پھونکو تاکہ سب لوگوں کو معلوم ہو کہ ہماری مقدس عید کا ہے۔کیونکہ یہ خُدا کی سنت اور شرع ہے۔اور یہ شہادت کے لیے ٹھہرائی گئی ہے۔جب کہ ہم نے ملکِ مصر سے خروج کیا۔

حصہ دوئم۔(۶۔۱۰) آیات میں مصنف اپنے خروج کے ایام میں تصور کر کے اسرائیل کی رہائی کے واسطے خُدا کافتویٰ سنتاہے کہ اور کوہِ خُدا کو یہ کہتاہوئے سُنتاہے کہ اے میرے لوگوں سنو۔ تمہارے درمیان کوئی دوسرا معبود نہ ہو۔اور کسی اجنبی معبود کو سجدہ کرو کہ خُداوند تمہاراخُدا مَیں ہوں، جو تم کو مصر کی غلامی سے نکال لایا۔

حصہ سوئم۔ آیات (۱۱۔۱۶) میں ظاہر کیا گیاہے کہ اسرائیل نے اس کی آواز پر کان نہ دھرا۔اور اس کے طالب ہوئے۔اور خُدا کی یوں ظاہر کرتاہے کہ اے کاش میرے لوگ میری سنتے۔اور اسرائیل میری راہوں پر چلتا تو مَیں جلدی ان کے دشمنوں کو مغلوب کرتا۔اور ان کے بیڑیوں پر اپناہاتھ پھیرتاہے۔

(زبور۸۲)۔اس زبور میں آسف ایک مقدسہ کی تصویر کھینچتاہے کہ جس میں خُدا قاضیوں کا قاضی ہو کر اسرائیلی حاکموں کا جنہیں وہ الوہیم کہتا ہے مقدمہ کرتاہے۔وہ ان پر الزام لگاتاہے کہ وہ انصاف چھوڑ کر طرف داری کرتے ہیں۔اور ان کو یاد دلاتاہے کہ لوگوں کے سامنے خُدا کی طرف سے نمائندے ہیں۔سو چاہیے کہ ان کے فیصلے خُدا کی طرف سے سمجھے جائیں۔چنانچہ پہلی چار آیات میں وہ لوگوں کو دکھاتاہے کہ وہ اپنی جماعت میں کھڑا ہو کر حاکموں کی بے انصافی کے لیے ان کی فرمائش کرتاہے۔

آیات (۵۔۷)تک وہ لوگوں کو بتاتاہے کہ ایسی طرف داری سے زمین کی ساری بنیادیں جنبش کھائیں گی۔اور ان کو تاکید کرتاہے وہ مسکینوں اور یتیموں کاانصاف کریں۔دل گیر اور حاجت مندوں کی دل جوئی اور حاجت رواکریں۔اور محتاج اور مسکین کو رہائی دیں۔وہ حاکموں کی عدالت اور ان کے انصاف سے بے زار ہو کر خُدا کو پکارتاہے۔کہ اے خُدا اُٹھ۔توخود آ اور زمین کی عدالت کر کہ تُوکُل اُمتوں کامالک ہے۔

(زبور۸۳)۔ آسف کازبور اس میں یروشلیم کے حاکموں کی فرمائش کے بعد مصنف غیر اقوام کی طرف متوجہ ہوتاہے۔اور عرض کرتاہے کہ خُدا ان کافیصلہ کرے۔کیونکہ وہ اسرائیل کو برباد کرناچاہتے ہیں۔اس میں دو حصے ہیں۔

(حصہ اوّل)۔(۱۔۸) آیات میں خُدا سے عرض کرتاہے کہ اے خُدا چپ نہ رہ۔خاموشی اختیار نہ کر۔اور چین نہ لے۔دیکھ تیرے دُشمن دھوم مچاتے ہیں۔انہوں نے جو تجھ سے کینہ اور عداوت رکھتے ہیں۔سر اُٹھایاہے۔وہ آپس میں منصوبہ باندھ کر کہتے ہیں کہ آؤ کہ ان کو اُکھاڑ ڈالیں کہ وہ آئندہ قوم نہ رہیں۔اور اسرائیل کے نام کا پھر ذکر تک نہ ہو۔انہوں نے اپنے دل میں مشورت کی ہے اور تیری مخالفت میں عہد باندھاہے۔

(حصہ دوئم)۔(۹۔۱۸) آیات میں مصنف عرض کرتاہے کہ اے خُدا ان کو گرد باد کی مانند کر۔اور ہوا کے سامنے بھوسے کی مانند بنا۔جس طرح آگ جنگل کو جلاتی ہے اور شعلہ پہاڑوں کو جھلس دیتاہے۔اسی طرح اپنی آندھی سے تو ان کا پیچھا کر اور اپنے طوفان سے ان کو پریشان کر۔ایسا کہ وہ جانیں کہ توہی اکیلاہے۔جس کانام یہوواہ ہے اور ساری زمین پر بلند وبالاہے۔یہ آسف کاآخری زبور ہے۔

(زبور۸۴)۔بنی قورح کازبور ہے۔بعض مورخین مصر کہتے ہیں کہ یہ زبور بنی قورح کی تصانیف میں نہیں۔بلکہ بنی قورح کے لیے ہے۔یہ عبارت اور ترکیب میں (۴۲۔۴۳) زبوروں سے ملتا جلتاہے۔لیکن کچھ فرق بھی ہے۔اور وہ یہ ہے کہ زبور (۴۲۔۴۳) میں مصنف اس بات کر مغموم (غم زدہ) اور آرزودہ خاطر ہے کہ وہ ہیکل کی عبادت میں شریک نہیں ہو سکتا۔لیکن اس زبور میں وہ خوشی کا اظہار کرتا اور کہتاہے کہ ہم شریک

ہوسکتے اور ہوتے ہیں۔ جملہ مفسرین اس کی تصنیف کے وقت کی نسبت متفق الرائے نہیں ہیں۔ چنانچہ بعض خیال کرتے ہیں۔ یہ زبور تعمیرِ ہیکل سے بھی پہلے لکھا گیا۔ اور بعض یہ کہ یہ زبور زمانہ داؤد کے بعد تصنیف ہوا۔ بشپ وسکاٹ صاحب زبور کی کتاب نسبت فرماتے ہیں کہ "اس کی روحانی معموری قیدِ وقت سے بالا و برتر ہے۔ اور ہر زمانے کے واسطے روحانی زندگی کا گیت ہے۔ اس کی تصنیف اور موقعہ کی دریافت کی کچھ بہت اہمیت نہیں رکھتی" یہ زبور لفظ سلاہ سے جو کچھ چوتھی اور آٹھویں آیت کے اخیر میں ہے۔ تین حصوں میں منقسم ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(حصہ اوّل)۔ آیات (۱۔۴) خُداوند کے مسکن کی تعریف کرتا اور ان کی نسبت اپنے اشتیاق کا یوں بیان کرتا ہے۔ کہ خُداوند تیرے مسکن دل کش ہیں۔ میری روح خُداوند کی بارگاہوں کے لیے آرزومند بلکہ گداز ہوتی ہے۔ میرا من اور میرا تن زندہ خُدا کے لیے للکارتا ہے۔ مبارک وہ ہی جو تیرے گھر میں سکون پزیر ہیں۔ مصنف ان چڑیوں کی جنہوں نے خُدا کے مسکن میں آشیانوں کے لیے جگہ پائی ہے کہ اپنے بچے وہاں باحفاظت رکھیں تعریف کرتا اور ان کو مبارک کہتا ہے۔

(حصہ دوئم)۔ آیات (۵۔۸) میں مصنف کہتا ہے کہ مبارک وہ ہے جس میں الٰہی قوت موجود ہے۔ اور جس کے دل میں تیری راہیں ہیں کہ وہ سب مشکلات پر غالب آکر خُدا کے حضور میں رسائی پاتے ہیں۔ جہاں وہ اپنی دُعائیں پیش کرسکتے ہیں۔ وہ قوت سے قوت ترقی کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور خُدا کے آگے صیحون میں پہنچ جاتے ہیں۔

(حصہ سوئم)۔ (۹۔۱۲) آیات میں خُدا کی حضوری کی مبارک حالی کی تعریف و توصیف کرتا اور کہتا ہے کہ ایک دن جو تیری بارگاہوں میں گزرے، ایک ہزار سے بہتر ہے۔ میرے لیے خُدا کے گھر کی دربانی شرارت کے خیموں میں رہنے سے بہتر ہے۔ کیونکہ خُداوند ایک آفتاب ہے۔ اور ان لوگوں سے جو کہ سیدھی چال چلتے ہیں۔ کوئی اچھی چیز دریغ نہ کرے گا۔

(زبور ۸۵)۔ بنی قورح کا زبور ہے۔ اس کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم اسرائیل اسیری سے مخلص ہو کر ملک کنعان میں آگئی تھی اور باوجود خُدا کی بے حد رحمت کے ان کے حالت میں کوئی نمایاں تبدیلی اور ترقی کے آثار نہ تھے۔ اور اس حالت کا سبب خود ان ہی میں تھا۔ اگر یہ اسیری بابل والی اسیری تھی تو عزرا اور نحمیاہ نے ان کی اس حالت کا سبب بیان فرمایا ہے۔ اور کہا ہے کہ اسرائیل اسیری تو لوٹ آئے تھے۔ لیکن خُدا کے طرف نہ لوٹے تھے۔ بلحاظ مضمون اس زبور کے دو حصے ہیں۔

(حصہ اوّل)۔ (۱۔۷) آیات میں مصنف بنی اسرائیل پر خُدا کی رحمتوں اور مہربانیوں کو دیکھتا اور ان کا اعتراف کرتا ہے۔ اور ان کے واسطے خُدا کی تعریف کرتا ہے۔ اور آخر میں خُدا سے دُعا کرتا ہے کہ اے خُدا! ہم کو پھرا اور اپنے قہر کو ہم پر سے دفعہ کر اور جلا اور اپنی رحمت دِکھا اور نجات بخش۔ یہ دُعا وہ کل اسرائیل کے لیے گزرانتا ہے۔ خُدا اپنے لوگوں کو نجات بخشتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ بھی اپنی نجات میں کام کیے جائیں۔ کیونکہ بزدلی اور پست ہمتی موجب برکت نہیں ہے۔

(حصہ دوئم)۔ اس حصے میں مصنف کہتا ہے کہ مَیں سنوں گا کہ خُدا کیا فرماتا ہے۔ مصنف کو کامل یقین ہے کہ خُدا اپنے بندوں اور پاک لوگوں کو سلامتی کی باتیں ضرور کہتا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ وہ پھر جہالت کی طرف مراجعت (رجوع) نہ کریں۔ سلامتی کی راہیں موجود ہیں اگر ہم اس کے سب لوگ اس میں چلیں تو خُدا جو کچھ بہتر اور خوب ہے ضرور دے گا۔ کیونکہ جسمانی برکات اخلاقی اور روحانی کاملیت پر منحصر ہیں۔ آخر میں مرقوم ہے کہ صداقت اس کے آگے آگے چلے گی۔ اور صادقوں کے واسطے ایک راہ بنائے گی۔

(زبور۸۶)۔داؤد کی نماز۔زبور کی تیسری کتاب داؤد کا یہی ایک زبور ہے۔جیسا کہ اکثر ہوتا ہے۔حسبِ ضرورت دوسرے زبوروں اور پاک نوشتوں کے مقاماتِ مختلف سے منتخب کیا گیاہے۔اس کے تین حصے ہیں۔

(حصہ اوّل)۔(۱۔۵) آیات میں کئی ایک عرضیں (درخواستیں)ہیں۔اور ان میں اسباب بھی جو کہ ان کی منظوری کو ضروری اور لازمی ٹھہراتے ہیں بیان ہیں۔مثلاً آیت اوّل میں عرض ہے کہ ''اے خُداوند اپناکان جھکااور میری سن کیونکہ میں پریشان اور مسکین ہوں''۔

(حصہ دوئم)۔(۶۔۱۰) آیت میں وہ خُدا کی صفات میں اپنی دعاؤں اور عرضوں کی قبولیت کا ثبوت اور امکان پاتا ہے۔مثلاً ساتویں آیت میں وہ کہتاہے کہ اپنی بپتا(مصیبت) کے روز تجھے پکاروں گا۔تو میری سنے گا۔غرض کہ وہ خُدا میں ہمدردی اور ترسی کی صفات دیکھتاہے۔اور ان کو مناجاتوں کی قبولیت کا کافی بہانامانتاہے۔

(حصہ سوئم)۔آیات(۱۱۔۱۷) میں وہ خُدا کی شفقت اور رحمت پر تکیہ کرکے عرض کرتا کہ اس کو ایسی برکت عطا کرے کہ اس کے دشمن معلوم کریں کہ وہ ضرور خُدا کی حفاظت میں ہے۔چنانچہ آیت(۱۷) میں مذکور ہے کہ مجھے بھلائی کا کوئی نشان دکھلا تا کہ جو مجھ سے کینہ رکھتے ہیں وہ دیکھیں اور شرمندہ ہوں۔کیونکہ تونے اے خُداوند میری مدد کی۔اور مجھ کو تسلی دی۔

(زبور۸۷)۔بنی قورح کا زبور: یہ زبور سب زبوروں سے نرالا ہے۔اور عجیب معلوم ہوتاہے۔اس واسطے کہ اس میں دکھلایا گیاہے کہ اسرائیل کے جانی دشمن مصر اور بابل خُدا کی بادشاہت میں داخل ہوں گے۔بنی اسرائیل کو بتاکید حکم ہوا تھا کہ وہ دیگر اقوام یعنی غیر لوگوں اسرائیل لوگوں سے الگ رہیں۔اوران کے ساتھ بلکل میل جول نہ کریں۔جیسا کہ مسیح کلیسیا کو حکم ہوا ہے کہ نکل آؤ، جُدا رہو اور ناپاک کو نہ چھوؤ (۲۔کرنتھیوں۶:۱۷)۔اس زبور سے صاف صاف ظاہر ہے کہ کسی نہ کسی روز کل اقوام اسرائیل میں شامل ہوں گی۔صرف ظاہری طور پر نہیں بلکہ اس میں پیدا ہوں گی۔یعنی نئی پیدائش کے ذریعے اس میں شامل وشریک ہوں گی اور استحقاق وبرکت میں مساوی حقوق رکھیں گی۔نیز یہ کہ یروشلیم گویاتمام لوگوں کی ماں ہے(گلتیوں۴:۲۶)میں یوں لکھاہے کہ اوپر کا یروشلیم آزاد ہے اور وہی ہم سب کی ماں ہے۔خیال کیا جاتاہے کہ یہ زبور حزقیاہ کے ایام میں تصنیف ہوا کیونکہ یسعیاہ نبی کی کئی ایک پیش گوئیاں اس کے مضمون سے اور ان کا طرزِ بیان اس کی عبارت سے مطابق رکھتاہے۔مثلاً (یسعیاہ۲۰:۲۰۔۲۲) میں مصر کی نسبت پیش گوئی ہے۔اس زبور میں مصر کو راہب کہا گیاہے۔کہ یاد کرو تم آگے کی نسبت غیر قوم والے تھے۔ایسے کہ وہ جو آپ کو مختون کہتے ہیں۔یعنی جس کا جسمانی ختنہ ہاتھ سے ہواہے۔تم کو نامختون کہتے تھے۔اور یہ بھی کہ تم اس وقت مسیح سے جُدا۔اسرائیل کی جمہوری سلطنت سے الگ وعدے کے عہدوں سے باہر نااُمید اور دُنیا میں سے جُدا تھے۔سواب تم بیگانے اور مسافر نہیں۔بلکہ مقدسوں کے ساتھ اور خُدا کے گھرانے کے ہو۔اور رسولوں اور نبیوں کی نیو پر یہاں یسوع مسیح خود کونے کے سرے کا پتھر ہے۔وعدے کی طرح اٹھائے گئے ہو۔اس زبور میں تتمے کے علاوہ دوخاص حصے ہیں۔

(حصہ اوّل)۔(۱۔۳) آیات میں ذکر ہے کہ یروشلیم یعنی صیحون خُدا کا شہر ہے۔اس نے اس کی بنیاد مقدس پہاڑ پر ڈالی ہے۔اور جلال والے وعدوں کا وارث ہے۔جیسے کہ تیسری آیت میں مذکور ہے کہ اے خُدا کے شہر تیری بابت جلال والی باتیں کی جاتیں ہیں۔

(حصہ دوئم)۔(۴۔۶) آیات میں خُدا اس بات کا اشتہار دیتاہے کہ مَیں مصر یعنی راہب اور بابل کو جو کہ یہودیوں کے پرانے دشمن تھے۔مذکور کروں گا کہ وہ میرے پہچاننے والوں میں شامل ہیں۔دیکھ فلستی، صور اور کوش سمیت وہاں پیدا ہوا۔اور صیحون کی بابت کہا جائے گا کہ فلاں فلاں اس میں پیدا ہوا۔اور حق تعالیٰ آپ اس کو قیام بخشے گا۔اور خُداوند قوموں کا نام لکھے گا۔تو گن کرکہے گا، کہ یہ شخص وہاں پیدا ہوا تھا۔

تتمہ (آخری بقیہ)۔ ساتویں آیت میں مذکور ہے کہ گانے والے بھی ہوں گے۔ میرے سب چشمے تجھ میں موجود ہیں۔ یہ انجیلی زبور ہے۔

(زبور۸۸)۔ سردار مغنی کے لیے قورح کا زبور یا گیت۔ جو کہ محلت سے گایا جائے۔

ہیمان ازراخی کا مشکیل

چونکہ اس زبور میں اُمید کا نام تک نہیں یہ سب زبوروں سے زیادہ غم آلودہ اور اندوہناک (رنج سے بھرا ہوا) سمجھا گیا ہے۔ بعض مفسرین خیال کرتے ہیں کہ یہ زبور اس وقت لکھا گیا کہ جب اسرائیل اسیری میں تھے۔ اور بعض گمان رکھتے ہیں۔ اس میں مصنف خود کو ایوب کی سی حالت میں تصور کرکے اپنی مایوسی کو ایوب ہی کے الفاظ میں بیان کرتا ہے۔ یہ زبور اس شخص کا مرثیہ (رونا) ہے کہ جس مطلقاً روحانی تنویر نہیں ہے۔ اور وہ اپنی گناہ آلودگی سے ناواقف ہو کر خدا کی رسائی کی کوشش کرتا ہے۔ اس زبور کی تفصیل اس طرح ہے۔

(1) آیات (۱۔۸) میں مصنف اپنی ابتر حالت خُدا کے سامنے اس مقصد سے پیش کرتا ہے کہ خُدا اس پر ترس کھائے۔ اور وہ کہتا ہے کہ مَیں نے دن رات خُداوند کے آگے فریاد کی لیکن بجائے مدد اور رحمت کے اس نے مجھے اسفل (نہایت نیچے) میں اندھیرے مکانوں میں اور گہرائیوں میں ڈالا اور اس نے میری جان پہچان کو مجھ سے دور کیا۔ اس زبور سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف اپنی ابتری کے اسباب خود میں نہیں دیکھتا۔ اور نہ دیکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ بلکہ خُدا کو اس کا سبب گردانتا ہے۔

(2) (۹۔۱۲) آیات میں وہ اپنی زندگی سے بےزار ہو کر خُدا سے سوال کرتا ہے کہ کیا تو مردوں کے لیے عجیب کام کرے گا؟ کیا مردے اُٹھیں گے۔ اور تیری ستائش کریں گے؟ کیا گور میں تیری رحمت اور ہلاکت میں تیری سچائی کا چرچا ہو گا؟ کیا تیرے عجائبات اندھیرے میں اور تیری صداقت فراموشی کی سرزمین میں معلوم ہو گی۔

(3) آیات (۱۳۔۱۸) میں مصنف کہتا ہے کہ اے خُدا مَیں تیرے آگے چلاتا اور دہائی دیتا ہوں۔ میری دُعا صبح کو تیرے حضور پہنچے گی۔ اور استفسار کرتا ہے کہ کیا سبب ہے کہ خُدا نے خُدا نے اس کو ترک کر دیا؟ اور قہر سے اس کو ایسا گھیرا کہ اس کو ذرا بھی آرام نہیں۔ اور نہ ہی کچھ تسلی ہے۔ بغیر سچی توبہ کے معافی محال ہے اور مسیح خُدا اور دور رہ کر نجات کی خوشی سے محروم رہنا ہے۔

(زبور۸۹)۔ ایتان ازراخی کا مشکیل۔

گمان ہے کہ یہ زبور اس ستر (۷۰) سالہ اسیری کے ایام میں تصنیف ہوا کہ جب یہودیوں کا درالسلطنت تباہ و برباد ہو گیا۔ اور سب کے سب بمعہ بادشاہ کے اسیر و مقید ہو گئے اور جلاوطن کیے گئے۔ اس زبور میں وہ سب اپنی بڑی حکمت سے بچشم غور نظر کرتے ہوئے۔ خُداوند کا وہ وعدہ یاد کرتے ہیں کہ جو اس نے داؤد سے باندھا تھا۔ جب وہ خُداوند کے لیے ایک ہیکل کی تعمیر کی کوشش میں تھا۔ (۲۔ سموئیل ۷: ۱۵۔۱۶) خُدا کے گھرانے کی نسبت کہتا ہے کہ میری رحمت اس سے ہرگز جُدا نہ ہو گی۔ بلکہ تیرا گھر اور تیری سلطنت ہمیشہ سامنے موجود اور قائم رہیں گے۔ تیرا تخت ہمیشہ ثابت رہے گا۔ وعدہ تو یہ تھا لیکن حالت دگرگوں (اُلٹ) تھی۔ کہ بادشاہ بموجب ساری رعایا اسیر تھا۔ یروشلیم بمعہ بادشاہ کے تخت اور ہیکل کے تہ و بالا کیا گیا۔ کیا خُدا قادر اور وفادار نہیں؟ پھر یہ حالتِ زار کیونکر ہے؟

مصنف اس زبور میں خُداوند کی تعریف کرتا اور کامل بھروسے رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ خداوند قابلِ اعتبار ہے۔ اور اس کے ثبوت ذیل کے دلائل پیش کرتا ہے۔

(1) آیات(۱۔۴) میں وہ خُداوند کا وعدہ دھراتا ہے کہ اپنے برگزیدہ سے ایک عہد کیا ہے۔ مَیں نے اپنے منہ سے داؤد سے قسم کھائی ہے کہ مَیں تیری نسل کو ابد تک قائم رکھوں گا۔ اور تیرے تخت کو پشت درپشت قیام بخشوں گا۔

(2) آیات(۵۔۷) میں خُدا کی وعدہ وفائی کے ثبوت میں وہ کہتا ہے کہ آسمان خُداوند کے عظیم کاموں کی ستائش کریں۔ اور مقدس لوگوں کی جماعت اس کی وفاداری کی۔ وہ آسمان پر نبی اللہ میں بے نظیر (بے مثل) ہے۔ اور قدوسوں کی مجلس میں نہایت مہیب ہے۔

(3) آیات(۸۔۱۸) میں دکھایا گیا ہے کہ خُداوند دُنیا کا منتظم ہے۔ اور اپنی قدرت اور حسنِ انتظام سے دُنیا کو قائم رکھتا ہے۔ لوگ اس سبب سے خوشی مناتے ہیں کہ عدالت اور صداقت اس کے تخت کی بنیاد ہے۔ اور رحمت اور سچائی اس کے آگے آگے چلتے ہیں۔ سو خُداوند قابلِ بھروسہ ہے اور اس کی وفاداری میں کلام نہیں۔

(4) آیات(۱۵۔۱۸) میں مصنف کہتا ہے کہ وہ مبارک ہے جو عبادت کی قرنائی آواز کا شناساں (پہچاننے والا) ہے۔ کہ وہ خُداوند کے چہرے کے نُور میں خراماں ہو گا۔

(5) آیات(۱۹۔۳۷) میں خُداوند کہتا ہے کہ مَیں نے داؤد سے عہد کیا۔ سو مَیں اس میں وفادار رہوں گا۔ اور اس عہد پر کاربند رہوں گا۔ لیکن اگر اس کے فرزند میری شریعت کو ترک کر دیں گے۔ اور میرے احکام پر نہ چلیں گے۔ تو مَیں چھڑی سے ان کے گناہوں کی اور کوڑوں سے ان کو ان کی بدی کی سزا دوں گا۔ مَیں اپنے عہد کو نہ توڑوں گا۔ اور اس سخن کو جو میرے منہ سے نکل گیا اس کو نہ بدلوں گا۔ اس کی نسل تاابد قائم رہے گی۔ اور اس کا تخت میرے آگے سورج کی مانند ہو گا۔ وہ چاند کی مانند آسمان پر سچے گواہ کی مانند ابد تک قائم رہے گا۔

(6) آیات(۳۸۔۴۵) میں مصنف خُدا سے فریاد کر کے اس کو جتاتا ہے کہ اس نے اس عہد کو جو کہ اس نے اپنے بندے داؤد سے کیا تھا۔ باطل کیا اور کہتا ہے کہ تو نے اس کے تاج کو زمین پر پھینک کر اسے ناپاک کیا ہے۔

(7) آیات(۴۲،۵۱) میں وہ خُداوند سے منت کرتا ہے کہ وہ ان پر رحم کرے۔ پیشتر اس سے کہ وہ اس دُنیا سے معدوم (ناپید، برباد) ہو جائیں۔ اور کہتا ہے کہ تو اگر ان کو نہ بچائے تو تیری پہلی مدارات اور مہربانیاں کس حساب وشمار میں ہوں گی۔ الغرض اس زبور کا مقصد یہ ظاہر کرتا ہے کہ خُدا کی کارروائی اس کے وعدوں کے بموجب پہلو بہ پہلو ہے۔ خُداوند کی مہربانی اس کی وفاداری اس زبور کی خوبی ہے۔ اور یہ الفاظ اور مناجات بارہا اس زبور میں آئے ہیں۔ محبت سے خُداوند کو مجبور کیا ہے کہ وہ داؤد کے گھرانے سے عہد باندھے اور وفاداری اس کو وعدہ وفائی پر مجبور کرتی ہے۔ اس زبور میں مسیح کی نسبت کوئی وعدہ نہیں تو بھی یہ باتیں اس کی آمد پر دلالت کرتی ہے۔ اس جگہ زبور کی تیسری کتاب۔ تمجید تثلیث اور دہرائی آمین سے ختم ہوتی ہے۔

باب پنجم

کتاب چہارم

(زبور۹۰-۱۰۶)

سوال۔17:۔زبور کی چوتھی کتاب کی کیفیت بیان کریں؟

جواب:۔اس کتاب میں سترہ(۱۷)یعنی(۹۰-۱۰۶)زبور ہیں۔پہلایعنی(زبور۹۰)موسیٰ کا ہے۔سب زبوروں سے قدیمی ہے۔(۱۴)زبور گمنام(محروم مصنف)ہیں۔(۲)زبور یعنی(۱۰۱،۱۰۳)زبور داؤد کے ہیں۔اس کتاب کے اکثر زبور یہوسفط اور حزقیاہ بادشاہوں کے زمانے کی تصنیفات ہیں۔اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب اسیری کے بعد تالیف ہوئی کیونکہ زبور(۱۰۲)اسیری کے ایام کا ہے۔اور غالباً عزرا کی تصنیف ہے۔

سوال۔18:۔چوتھی کتاب کے زبوروں کی تفصیل کریں۔

جواب:۔(زبور۹۰)۔سب زبوروں سے قدیم اور مضمون کے لحاظ سے سب سے عالیٰ اور قابل مصنف کی بلند پردازی(خود ستائی،عالیٰ خیالی)کا نتیجہ ہے۔اس میں خُدا کی بے بیانی اور ازلیت اور انسان کے ضعیف البیان(جس کی بنیاد کمزور ہو)کی بے ثباتی دکھائی گئی ہے۔اس کے سرنامے سے ظاہر کے کہ یہ زبور موسیٰ کی نماز ہے۔جو کہ عموماً مسیحی مردوں کے دفن کے موقع پر پڑھی جاتی ہے۔اور انسانی زندگی کی بے ثباتی دکھائی جاتی ہے۔یہ زبور دوحصوں میں منقسم ہے۔

(حصہ اوّل)۔(۱-۱۲)آیات میں خُدا کی لافانی کے ثبوت اور انسان کا فانی ہونا پیش ہے۔

(حصہ دوئم)۔(۱۳-۱۷)آیت میں انسان کی بے ثباتی کی وجہ بیان کی ہے۔

حصہ اوّل کی(۱-۶)آیات میں خُدا کی ازلیت اور بے پایانی(بے حد)کی نسبت یہ آیا ہے کہ پیشتر اس کے پہاڑ پیدا ہوئے۔اور زمین اور دُنیا کو تونے بنایا ازل سے ابد تک تو ہی خُدا ہے۔انسان کی بے ثباتی کی نسبت ذکر ہے۔کہ تو انہیں یوں لے جاتا ہے کہ جیسے سیلاب۔وہ گویا نیند ہیں۔وہ فجر کی اس گھاس کی مانند ہیں جو اُگتی ہے اور صبح کو تروتازہ ہوتی اور لہلہاتی ہے۔اور شام کو جب کہ وہ کاٹی جاتی ہے۔بلکل سوکھ جاتی ہے۔

آیات(۷-۱۲)میں انسان کی بے ثباتی کا سبب یہ بتایا گیا ہے کہ وہ اپنے گناہ ہی سے خُداوند کا قہر اپنے اوپر لایا اور اس کی گنہگاری کی وجہ سے اس کی زندگی کے برس ستر(۷۰)برس ٹھہرائے گئے۔جو کہ اگر قوت ہو تو اَسی(۸۰)تک پہنچ سکتے ہیں۔لیکن یہ سب دن سراسر توانائی محنت اور مشقت ہیں۔کیونکہ ہم جلد جاتے رہتے ہیں اور اُڑ جاتے ہیں۔(۱۲)آیت میں عرض ہے کہ اے خُدا ہمیں اپنی ہماری عمر کے دن گننا سکھا۔کہ ہم دانا دل حاصل کریں۔

(حصہ دوئم)۔اس حصے میں مصنف عرض کرتا ہے کہ اے خُدا اپنے بندوں کی طرف پھر متوجہ ہو۔اور ہم کو سویرے اپنی رحمت سے سیر کر تاکہ ہم اپنی عمر بھر خوشنود اور خوش وقت رہے۔اور ہمارے ہاتھوں کا کام ہم پر پھر قائم ہو۔ہاں تو ہمارے ہاتھوں کے کام کو پر پھر قائم کر۔اس سے یہ مراد ہے کہ چاہئے کہ جب تک دن ہے۔ہم خُداوند کے کام میں مشغول ومصروف رہیں۔کیونکہ رات آنی ہے۔جس میں کوئی کام نہیں کرسکتے۔ہاں ہمارے کام کے قائم ہونے پر ہماری روحانی زندگی کی خوش وقتی اور خوشحالی موقوف ومنحصر ہے۔

(زبور۹۱)۔ زبوروں کی عبرانی کتاب میں گمنام ہے لیکن سپٹواجنٹ یعنی ترجمہ ہفتادی میں داؤد سے منسوب ہے۔ یہ زبور اس شخص کی حالت کو پیش کرتا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے پردے تلے رہتا ہے۔ اور ظاہر کرتا ہے کہ ایسے شخص کی سب برکات اس کی اس حالت سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور اسی پر انحصار رکھتی ہیں۔ یہ زبور خُداوند یسوع مسیح پر بھی دلالت رکھتا ہے۔ شیطان نے اس زبور کے بارے میں اقتباس کیا کہ جب اس نے مسیح کو ہیکل کے کنگرے پر کھڑا کیا۔ اور کہا کہ "اگر تو خُدا کا بیٹا ہے تو اپنے تیئں یہاں سے گرادے کیونکہ لکھا ہے کہ وہ تیرے واسطے فرشتوں کو فرمائے گا کہ وہ تیری خبر داری کریں۔ اور تجھ کو اپنے ہاتھوں پر اٹھالیں کہ مبادہ تیرے پاؤں کو پتھر سے ٹھیس لگے" (لوقا۴: ۹۔۱۱)۔

اس زبور کی تقسیم نہیں کی گئی۔ اس کے بارے مترجم ڈیلش کا خیال ہے کہ اس میں تین متکلمین ہیں۔ اور گانے کے واسطے اس کو ایسی ترتیب دی ہے کہ وہ تینوں اس کو حصہ بہ حصہ عبادت کے وقت ہیکل میں گائے۔ اس طرح کہ پہلا متکلم پہلی آیت اور دوسرا متکلم دوسری آیت اس کے جواب میں گاتا ہے۔ پھر دوسری بار متکلم اوّل آیت (۳۔۸) گاتا ہے۔ اور دوسرا (۹) نویں آیت پہلا مصرہ گاتا ہے۔ پھر تیسری بار متکلم اوّل (۹) نویں آیت کے بقیہ سے شروع کرکے (۱۳) تیرہویں کے آخر تک گاتا ہے۔ اور تیسرا متکلم آیات (۱۴۔۱۶) گاتا ہے۔

مترجم کے اکثر تراجم متفرق ہیں۔ مثلاً آیت اوّل اور دوئم کا ترجمہ اس طرح ہے کہ وہ جو خُدا تعالیٰ کے پردے تلے سکونت کرتا ہے اور قادرِ مطلق کے سائے میں رہتا ہے۔ وہ یہوواہ کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ وہ میری پناہ اور میرا گڑھ ہے۔ میرا خُدا جس پر میرا توکل ہے۔ اور بقیہ آیات میں یہوواہ کی حفاظت کی تفصیل ہے۔ کہ تجھے صیاد کے پنجے اور مہلک وبا سے بچاتا ہے۔

آیات (۱۰۔۱۱) میں مرقوم ہے کہ کوئی وبا تجھ پر نہ آئے گی۔ اور کوئی آفت تیرے خیمے کے پاس نہ پہنچے گی۔ وہ تیرے لیے اپنے فرشتوں کو حکم کرے گا کہ وہ تیری سب راہوں میں تیری نگہبانی کریں۔ ایسا کہ وہ تجھے اپنے ہاتھوں پر اٹھالیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ تیرے پاؤں کو پتھر سے ٹھیس لگے۔ مسیح کے سب لوگ اس کے ساتھ میراث میں شریک وشامل ہیں۔ وہ ان کو محفوظ رکھتا ہے۔

(زبور۹۲)۔ سبت کے دن کے ایک زبوریاگیت۔ تالمود سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زبور سبت کی صبح ہیکل میں عبادت کے وقت گایا جاتا تھا۔ جب کہ پہلا برّہ گزارنے کے وقت ہیکل میں اس پر مے انڈیلی جاتی تھی۔ اس زبور سے لے کر (زبور۹۹) تک ہیکل کی عبادت میں شامل ہیں۔ جو کہ بروز سبت میں استعمال ہوتے تھے۔ اس کی تفصیل یوں ہے۔ کہ

(حصہ اوّل)۔ پہلی پانچ آیات میں خُداوند کے عظیم کاموں کے سبب اس کی ستائش کی گئی ہے۔ اور مصنف اس سے خوش وقت ہے۔

(حصہ دوئم)۔ آیات (۶۔۹) میں مصنف شریروں اور بدکرداروں کی حالت پر روشنی ڈالتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ وہ سب فنا ہوں۔

(حصہ سوئم)۔ آیات (۱۰۔۱۵) میں صادقوں کی خوش وقتی اور خوشحالی کا بیان ہے۔ کہ وہ کھجور کے درختوں کی مانند لہلہائیں گے۔ اور لبنان کے دیوداروں کی طرح بڑھیں گے۔ اور وہ جو خُداوند کے گھر میں لگائے گئے ہیں۔ ہمارے خُداوند کی درگاہوں میں پھولے وہ بڑھاپے میں بھی میوہ دیں گے۔ اور شاداب وتروتازہ ہوں گے۔ اور ظاہر کریں گے کہ خُداوند سیدھا ہے۔ اس میں ناراستی نہیں وہ میری چٹان ہے۔

(زبور۹۳)۔ یہ بھی زبور (۹۹) کی طرح یہودیوں کے سلسلہ نماز میں شامل تھا۔ اور ہفتے کے چھٹے روز استعمال ہوتا تھا۔ اس میں یہوواہ بادشاہ کی تعریف کی گئی ہے۔ چنانچہ آیت اوّل میں آیا ہے کہ یہوواہ بادشاہت کرتا ہے۔ اس نے خود کو شوکت کی خلعت سے ملبس کیا ہے اور اپنی کمر قوت سے کس لی ہے۔ اس سبب سے جہاں قائم رہتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہوواہ ازل ہی سے بادشاہ ہے۔ اور ابد تک بادشاہ رہے گا۔ اس نے جہان کو قائم رکھا ہے۔ اور وہ ٹلتا نہیں۔ آیت (حصہ دوئم) میں لکھا ہے کہ تیرا تخت قدیم سے مستحکم ہے۔

اور تو ازل سے ہے۔ آیات (۳۔۴) میں لکھا ہے کہ یہوواہ ندیوں کے جوش و خروش اور سمندر کے طلاطم سے بھی قوی تر ہے۔ (۵) آیت میں یہ آیا ہے کہ تیری شہادتیں یقینی ہیں۔اے خُداوند قدوسی تیرے گھر کو زیب دیتی ہے۔

(زبور۹۴)۔ہفتادی ترجمے میں یہ زبور داؤد سے منسوب ہے۔اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اس کا استعمال ہفتے کے روز پر ہوتا تھا۔اس زبور کا مقصد یہوواہ کی حکومت کی صداقت دکھانا ہے۔ چنانچہ اس کی تمہید پہلی دو آیات میں مصنف یہوواہ کی طرف مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ اے یہوواہ کے انتقاموں کے خُدا جلوہ گر ہو۔اے جہان کے منصف خود کو بلند کر اور متکبروں کو بدلہ دے۔

آیات (۳۔۷) میں مصنف اپنی مذکور الصدر عرض کے اسباب بیان کرتا ہے کہ شریر شادیانہ بجاتے اور ڈکارتے ہیں۔اور گستاخی باتیں بولتے ہیں۔اور سب بدکردار لاف زنی کرتے ہیں۔وہ خُداوند کے لوگوں کو پیش ڈالتے اور تیری میراث کو دُکھ پہنچاتے ہیں۔وہ بیوہ اور پڑوسی کو جان سے مارتے اور یتیم کو قتل کرتے ہیں۔اور کہتے ہیں کہ خُداوند نہ دیکھے گا اور خُدا خیال نہیں کرے گا۔

آیات (۸۔۱۱) میں کہتا ہے کہ ان کے ایسے کاموں کا مقصد خُداوند کی تحقیر و تکفیر ہے کہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ وہ انسان سے ناواقف ہے۔اور اس کو جانتا، سمجھتا اور پہچانتا نہیں ہے۔

آیات (۱۲۔۱۵) میں وہ ان لوگوں کی جو خُداوند سے تعلیم پائے ہوئے ہیں۔مبارک حالی اور فارغ البال (خوش حال) کا بیان کرتا ہے کہ عدالت ضرور صداقت کی طرف پھیرے گی۔اور وہ جو سب راست دل ہیں۔خُداوند کے پیچھے ہولیں گے۔

آیات (۱۶۔۱۹) میں مصنف کہتا ہے کہ مَیں اپنے تجربہ سے خُداوند کو صادق پاتا ہوں۔

آیات (۲۰۔۳۰) میں (۲۳ آیت) میں مصنف یقین کامل رکھتا ہے کہ خُدا ضرور شریروں کی بدکاری ان پر ڈالے گا۔اور ان ہی کی برائی میں ان کو فنا کرے گا۔ہاں خُداوند ہمارا خُدا ان کو فنا کرے گا۔

(زبور۹۵)۔یہ بھی ہیکل کے عبادت کے سلسلے میں شامل ہے۔خیال کیا جاتا ہے کہ یہ زبور کسی خاص عید کے واسطے ہوا تھا۔ہفتادی ترجمہ میں یہ زبور داؤد کا زبور کہا گیا ہے۔پولُس اپنے عبرانیوں کے نام خط کے تیسرے باب میں جہاں وہ خاص دن کے ٹھہرائے جانے کا ذکر کرتا ہے۔اس زبور کی ساتویں اور آٹھویں آیت سے اقتباس لے کر کہتا ہے کہ خُدا اتنی مدت کے بعد داؤد کی معرفت فرماتا ہے کہ اگر آج کے دِن تم اس کی آواز سنو تو اپنے دلوں کو سخت نہ کرو۔ سو یہ زبور اگر داؤد کا ہے تو ہو سکتا ہے کہ اس کے سلسلے کے سب زبور بغیر شک و شبہ داؤد ہی کی تصنیفات ہیں۔یہ زبور دعوت کا کہلاتا ہے۔اور اس میں دو حصے ہیں۔

(حصہ اوّل)۔ آیات (۱۔۷) میں ایک خوشی کی دعوت ملتی ہے۔کہ آؤ ہم خُداوند کی مدح سرائی کریں۔اپنی نجات کی چٹان کو خوش ہو کر للکاریں وغیرہ۔کیونکہ خُداوند بڑا اور قادر خُدا ہے۔وہ بڑا بادشاہ ہے۔اور سب معبودوں پر مقدم ہے۔آؤ ہم سجدہ کریں اور جھکیں۔اور اپنے خُداوند کے حضور زانوے عجز و نیازتہ (سجدہ ریز ہوں) کریں۔وہ ہمارا خُدا ہے۔اور ہم اس کی چراگاہ کی بھیڑیں ہیں۔

(حصہ دوئم)۔ آیات (۹۔۱۱) میں ایک موثر نصیحت کے بعد تاکید ہے کہ اگر آج کے دن تم اس کی آواز سنو تو اپنے دلوں کو سخت مت کرو جس طرح تمہارے باپ دادا نے آزمائش کے وقت مریبہ میں کیا جن کی نسبت میں نے غصے میں قسم کھائی کہ وہ میری آرام گاہ میں داخل نہ ہوں گے۔(عبرانیوں ۴:۱) میں پولُس اس زمانے کے عبرانی لوگوں تاکیداً کہتا ہے کہ جب کہ اس کے آرام میں داخل ہونے کا وعدہ باقی ہے۔تو چاہیے کہ ہم ڈریں۔تا ایسا نہ ہو کہ ہم میں سے کوئی پیچھے رہ جائے۔

(زبور۹۶)۔اس زبور کی تحریر اوّل (۱۔تواریخ ۱۶باب) میں پائی جاتی ہے۔اور وہ اس موقعہ کی تحریر ہے کہ جب داؤد عہد کا صندوق عوبید ادوم کے گھر سے نکال کر یروشلیم میں لے آیا۔سو ہم اس کو داؤد کا زبور کہیں گے۔بعض مفسرین کا یہ خیال ہے کہ یہ زبور اسیری کے بعد تصنیف ہوا۔اس کے چار حصے ہیں۔

(حصہ اوّل)۔آیت (۱۔۳) میں بتایا گیا ہے کہ یہوواہ کی تعریف کل عالم پر ہر جگہ اور ہر وقت ہونی چاہیے۔اور اس کی بشارت بھی ضروری ٹھہرائی گئی ہے۔تیسری آیت میں مذکور ہے کہ اُمتوں کے درمیان اس کا جلال اور ساری قوموں کے درمیان اس کی عجیب قدرتیں کرو۔

(حصہ دوئم)۔آیات (۴۔۶) میں بیان ہے کہ صرف یہوواہ ہی تعریف وستائش کے لائق ہے۔کیونکہ اُمتوں کے سب معبود ہیچ ہیں۔مگر آسمانوں کو بنانے والا خُداوند ہے۔عظمت اور حشمت اس کے آگے ہیں۔اور توانائی اور جمال اس کے مقدس میں ہیں۔

(حصہ سوئم)۔آیات (۷۔۹) میں مصنف لوگوں کو تاکید کرتا ہے کہ خُداوند کو جانو۔اور کہتا ہے کہ اے لوگوں کے گھرانوں خُداوند کی حشمت اور قوت کو جانو۔اور اس کے نام کے لائق اس کی بزرگی کرو۔ہدیہ لاؤ اور اس کی بارگاہوں میں آؤ اور حسنِ تقدس کے سجدہ کرو۔

(حصہ چہارم)۔آیات (۱۰۔۱۳) میں مصنف چاہتا ہے کہ قوموں کے درمیان منادی کی جائے کہ یہوواہ سلطنت کرتا ہے۔اور اس سے جہان قائم ہے۔اور جنبش نہیں کھاتا۔اور کہ آسمان اور زمین پر کی کل موجودات خوشی کرے۔اور شادیانہ بجائے اور سمندر اور اس کی معموری بھی شوروغل کرے۔

(زبور۹۷)۔اس زبور کا مضمون یہ ہے کہ یہوواہ صداقت کے ساتھ عالمگیر بادشاہ ہے۔مصنف اس میں اپنی آرزو ظاہر کرتا ہے کہ چونکہ یہوواہ اپنی بادشاہت میں آیا ہوا ہے۔لوگ خوشی سے منادی کریں۔کہ یہوواہ بادشاہ ہے۔اس زبور میں چار حصے ہیں۔

(حصہ اوّل)۔(۱۔۳) آیات میں مرقوم ہے کہ خُداوند سلطنت کرتا ہے کہ زمین خوشی کرے۔چھوٹے بڑے جزائر شاد ہوں وغیرہ۔

(حصہ دوئم)۔آیات (۴۔۶) میں اس کی حکومت کے نتائج بیان ہیں۔چنانچہ لکھا ہے کہ آسمان اس کی صداقت کی منادی کرتے ہیں۔اور سب اُمتیں اس کا جلال دیکھتی ہیں۔

(حصہ سوئم)۔(۷۔۹) میں کہا گیا ہے کہ وہ سب جو بت پوجتے ہیں اور مورتوں پر پھولتے ہیں وہ شرمندہ ہوں۔لکھا ہے کہ صیحون نے سنا اور مگن ہوا اور یہوداہ کی بیٹیاں یہوواہ کی عدالتوں سے خوش وقت ہوئیں کیونکہ وہ سب معبودوں سے کہیں عالی اور برتر ہے۔

(حصہ چہارم)۔(۱۰۔۱۲) میں راستبازوں کو نصیحت ہے کہ وہ بدی سے اجتناب کریں۔اور مقدسوں کی جانوں کی نگہبانی کریں۔اور ان کو شریروں کے ہاتھوں سے چھڑائیں۔کیونکہ نُور صداقوں کے لیے بویا گیا ہے۔اور خوشی ان کے لیے جن کے دل سیدھے ہیں۔آخر میں تاکید ہے کہ خُداوند میں خوش رہو۔اور اس کی قدوسی کو یاد کرکے خوشی کریں۔

(زبور۹۸)۔یہ زبور نمبر (۹۶) اور یسعیاہ نبی کی کتاب سے موافقت رکھتا ہے۔بعض گمان رکھتے ہیں کہ یہ زبور یسعیاہ کی کتاب میں منتخب کیا گیا ہے۔اور اس کے برعکس کہ یسعیاہ نے اپنی کتاب میں اس زبور میں سے انتخاب کیا ہوا ہے۔اس کا مضمون یہوواہ کی فتح مندی ہے جو نہ صرف یہودیوں سے بلکہ کل اُمتوں سے نسبت رکھتی ہے۔اس کے عنوان میں لفظ صرف مزمور ہی آیا ہے۔اس کے دو حصے ہیں۔

(حصہ اوّل)۔آیات (۱۔۳) میں گانے والے طلب ہیں۔کہ خُداوند کا اس کے عجائبات کے سبب سے ایک نیا گیت گائیں۔ان عجائبات میں ذیل کی باتیں ہیں۔

(الف)۔اس کے دہنے ہاتھ اور مقدس بازُو نے اس کو فتح بخشی ہے۔

(ب)۔اس نے اپنی نجات ظاہر کی اور اپنی صداقت اُمتوں کو کھول کر دکھائی۔

(ج)۔ اس نے اسرائیل کے گھرانے کی نسبت اپنی رحمت اور امانت کو یاد فرمایا۔اور زمین کے سب کناروں نے ہمارے خُداوند کی نجات دیکھی۔

(حصہ دوئم)۔(۴۔۹) آیات میں زمین سمندر اور ندیاں مدعو ہیں کہ خُداوند بادشاہ کے آگے خوشیاں منائیں۔کیونکہ وہ زمین کی عدالت کو آتا ہے۔وہ صداقت سے دُنیا کی اور راستی سے اُمتوں کی عدالت کرے گا۔

(زبور۹۹)۔یہ زبور شاہانہ زبوروں کے سلسلے کا آخری زبور ہے۔اس میں یہوواہ بادشاہ کی حیثیت میں پیش کیا گیا ہے۔اور اس کی بڑی تعریف کی گئی ہے۔اس سلسلے کا پہلا زبور(۹۳) ہے۔جس میں اعلان کیا ہے کہ یہواہ سلطنت کرتا ہے کہ وہ شوکت کی خلعت(وہ پوشاک جو بادشاہ کی طرف سے بطور عزت افزائی ملے) پہنے ہے۔اور تخت قدیم تک مستحکم ہے۔(زبور ۹۴)اس سلسلے میں نہیں۔(زبور ۹۵)اس بادشاہ کی فضیلت اور فوقیت کو ان الفاظ میں ظاہر کرتا ہے۔یہوواہ بڑا بزرگ خُدا ہے۔اور عظیم الشان بادشاہ ہے۔جو سب معبودوں پر مقدم ہے۔(زبور۹۶) میں ایک فرمان ہے کہ قوموں کے درمیان کہو کہ یہوواہ سلطنت کرتا ہے۔اور اس سے جہان قائم ہے۔اور جنبش نہیں کھاتا۔وہ صداقت سے لوگوں کا انصاف کرے گا۔اگر یہوواہ کا تخت گرانا کہیں ممکن ہوتا تو دُنیا دوزخ بن جاتی۔(زبور۹۷) میں بیان ہے کہ یہوواہ سلطنت کرتا ہے۔سو خوشی کرے۔اور خورد و کلاں جزائر شاد ہوں۔(زبور۹۸) میں آیا ہے کہ نرسنگے اور قرنائی پھونکتے ہوئے یہوواہ بادشاہ کے آگے خوشی سے للکاریں۔

(زبور۹۹) میں بتایا گیا ہے کہ یہوواہ سلطنت کرتا ہے۔اُمتیں کانپیں۔وہ کروبیم کے اوپر تخت نشین ہے۔سو زمین لرزے۔یہ سب زبور بتاتے ہیں کہ دُنیا میں ایک الٰہی حکومت قائم کی گئی ہے۔جس کے بغیر دُنیا مستقل نہیں رہ سکتی نیز ظاہر کرتے ہیں کہ زمین میں اطمینان سلسلے میں ہے۔کمال خوشی اور خُرمی موجود ہوگی بھی۔بعض مفسرین (زبور۱۰۰) بھی اسی سلسلے میں شامل کرتے ہیں۔اس سلسلے میں سات زبور ہیں۔جن میں سے ہر ایک ہفتے سات دنوں میں سے ایک دن استعمال ہوتا تھا۔سلسلے کے اختتام پر بزرگ مہیب اور عادل بادشاہ کی شکر گزاری ادا کی گئی ہے۔اس کی تفصیل اس طرح سے ہے۔آیت اوّل میں بتایا گیا ہے۔کہ

(1) یہوواہ سلطنت کرتا ہے۔سو اُمتیں کانپتی ہیں۔

(2) آیات (۲۔۴) میں اس تاکید کی وجوہات بیان ہیں۔اوّل یہ اس کا نام بزرگ اور مہیب ہے۔دوئم اس کی توانائی عدل کو چاہتی ہے۔اور صداقت کو قائم کرتی ہے۔

(3) آیات(۵۔۹) میں تاکید ہے کہ تم یہوواہ ہمارے خُدا کو بزرگ جانوں اور اس کے پاؤں کی کرسی کے پاس سجدہ کرو۔اور ہمارا خُدا قدوس ہے۔

(زبور۱۰۰)۔یہ ایک شکر گزاری کا زبور ہے۔مفسرین کا فیصلہ ہے کہ یہ زبور شکرانے میں سب زبوروں سے اوّل اور برتر ہے۔اور چونکہ اس کا سراسر ایک ہی مضمون ہے۔کہ کُل زمین شکر گزاری کرے۔اس کی تقسیم نہیں کی گئی۔

اس کی پہلی دو آیات میں مصنف کی طرف سے کل سر زمین مدعو و مطلوب ہے۔کہ یہوواہ کے واسطے خوشی کا نعرہ ماریں۔خوشی سے اس کی تعریف کرے۔اور گاتی ہوئی اس کے حضور میں حاضر ہو۔

آیات (۳۔۵) میں مصنف اس نسبت کا جو ہمارے اور خُدا کے مابین ہے۔ اور جس کی وجہ سے اس کی شکر گزاری ہم پر لازم ہے۔ بیان کرتا ہے۔ کہ اور وہ یہ ہے کہ وہ ہمارا خلق کرنے والا ہے۔ اور اس کے لوگ اور اس کی چراگاہ کی بھیڑیں ہیں۔ سو واجب اور لازم ہے کہ اس کے دروازوں میں اور حمد کرتے ہوئے اس کی بارگاہوں داخل ہوں۔ اس کا احسان مانیں اور اس کے نام کو مبارک کہیں۔ کیونکہ یہوواہ بھلا ہے۔ اور اس کی رحمت ابدی ہے۔ اور اس کی وفاداری پشت در پشت ہے۔

(زبور۱۰۱)۔ سرنامے میں یہ زبور داؤد سے منسوب ہے۔ اور خیال کیا جاتا ہے کہ اس سے پیشتر کہ عہد کا صندوق عوبید ادوم کے گھر سے نکالا یہ زبور تصنیف ہوا۔ یہ زبور ایک شاہوار (بادشاہوں کے لائق، نہایت عمدہ نفیس چیز) آئینہ مانا گیا ہے۔ جو کہ ایک عادل اور راست بادشاہ کی سیرت اور خوبیوں کا انکشاف کرتا ہے۔ اس کی پہلی آیت شاہ کا میلان و رجحان خُدا کی طرف دکھایا گیا ہے۔ اور اس میں وہ کہتا ہے کہ میں رحمت اور عدالت کے گیت گاؤں گا۔ اور یہی باتیں جو سلاطین کی آراستگی کے لیے۔ ضروری اور لازمی ہیں۔

آیات (۲۔۶) میں وہ اپنی نسبت ایک ارادے کو تصمیم (مضبوطی) دیتا ہے۔ کہ میں کامل راہ میں دانش مندی سے چلو۔ اور اپنے گھر میں کامل دل سے ٹہلتا پھروں گا۔ اور یہوواہ کی حضوری اور بارگاہ عالیہ کے لیے اپنی خواہش کا اظہار کرتا ہے۔ کہ مَیں اپنی آنکھوں کے روبرو کوئی چیز نہ رکھوں گا۔ اور کج رولوگوں کے کام سے متنفر اور مجتنب رہوں گا۔ یہاں تک سے کچھ ہرگز واسطہ یا تعلق نہ رکھوں گا۔ اور شریر سے آشنائی نہ کروں گا۔

آیات (۵۔۸) میں وہ ندما اور صنادید (بزرگ) مملکت کی نسبت کہتا ہے کہ میری آنکھیں ملک کے ایمانداروں پر ہیں۔ کہ وہ میرے ساتھ رہیں کیونکہ وہ کامل راہ پر چلتا ہے وہ میری خدمت کرے گا۔ لیکن دغاباز میرے گھر میں نہ رہنے پائے گا۔ اور دروغ گو میری نظر تلے نہ ٹھہرے گا۔ مَیں ملک سے سب شریروں کو سویرے (جلدی) ہی فنا کردوں گا۔ اور خُداوند کے شہر سے سب بدکرداروں کو کاٹ ڈالوں گا۔

(زبور۱۰۲)۔ ایک مصیبت زدہ کی بحالتِ مجبوری اپنی بدحالی خُداوند سے بیان کرتا ہے۔ نمازہے، گمان ہے کہ یہ زبور اس وقت تصنیف ہوا جب یہودیوں کی اسیری ختم ہونے والی تھی۔ اس کی پہلی آیات میں نمازی اپنا شخصی حال خُداوند سے بیان کرتا ہے۔ اور عرض کرتا ہے کہ خُدا اس کی سنے اور کہتا ہے کہ اے خُدا اپنا منہ مجھ سے نہ چھپا کہ میرا دِل کھیتی کی مانند مارا پڑا ہے۔ اور وہ سوکھ گیا ہے۔ مَیں روٹی کھانا بھی بھول جاتا ہوں۔ بلکہ مَیں روٹی کی جگہ خاک پھانکتا ہوں اور اپنے پانی میں آنسوں ملاتا ہوں۔ تیرے غضب اور قہر کے سبب سے تونے مجھ کو برپا کیا اور پھر گرادیا۔ گیارہویں آیت کے آخری حصے میں اور دیگر آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ فریاد قومی اور یہ نماز اسیروں کی ہے۔

آیات (۱۲۔ ۲۲) میں خُداوند کی برقراری کی تعریف کو تُو اٹھے گا۔ اور صیحون پر رحمت کرے گا کہ اس پر رحمت کرنے کا وقت ہے۔ ہاں اس پر رحمت کرنے کا وقت آپہنچا ہے۔ اس نے اپنے مقدس مسکن پر سے نگاہ کی خُداوند خُدا نے آسمان پر سے زمین پر نظر کی کہ قیدی کا کراہنا سنے۔

آیات (۲۳۔۲۸) میں نمازی کہتا ہے کہ راہ میں اس نے زور گھٹا دیا۔ اور میری عمر کو کوتاہ کیا۔ تب مَیں نے کہا اے میرے خُدا میری نیم گزشتہ عمر میں مجھ کو نہ اٹھالے۔ جب کہ تیرے برس پشت در پشت ہیں۔

اسرائیل کی قومی زندگی (۴۹۰) سال تھی۔ اور اسیری کے وقت سے رہائی پانے کے وقت (۴۹۰) سال اور بڑھائی گئی تھی۔ تاکہ وہ اپنے آپ کو آراستہ کریں اور اپنی اصلاح کریں۔

آخر میں پھر خُداوند کی تعریف ہے۔ تُونے قدیم سے زمین کی بنیاد ڈالی۔ آسمان پر بھی تیرے ہاتھ کی صنعتیں ہیں۔ وہ نیست ہو جائیں گے۔ پھر تو باقی رہے گا۔ ہاں وہ سب پوشاک کی مانند پرانے ہو جائیں گے۔ پر خُدا تو وہی ہے۔ اور تیرے برسوں کی انتہا نہ ہو گی۔ تیرے بندوں کے فرزند بسے رہیں گے۔ اور ان کی نسل تیرے حضور قائم رہے گی۔

(زبور ۱۰۳)۔ یہ داؤد کا زبور ہے۔ اس میں تین حصے ہیں۔

(حصہ اوّل)۔ آیات (۱۔۵) میں تمہید ہے۔ جس میں مصنف خُداوند کی خاص رحمتوں پر غور کر کے اپنے میں احسان مند پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ (۱۔۲) آیات میں وہ کہتا ہے کہ میری جان اور سب جو مجھ میں ہے وہ سب خُداوند کے قدوس نام کو مبارک کہہ اور اس کی نعمتوں کو فراموش نہ کر۔ آیات (۳۔۵) میں ان نعمتوں کی ایک تفصیل ہے۔

(حصہ دوئم)۔ آیات (۶۔۱۸) میں یہوواہ کی صداقت، انصاف اور رحمت کی تعریف کی گئی ہے۔ مصنف اعتراف کرتا ہے کہ اس نے ہم سے نیک سلوک کیا ہے۔ کہ اس ہمارے گناہوں کے موافق ہم سے سلوک نہیں کیا۔ اور ہماری بدکاریوں کے مطابق ہمیں بدلہ نہیں دیا۔ بلکہ جس طرح کہ آسمان زمین کے اوپر بلند ہے۔ خُداوند کی رحمت ان پر بڑی جو اس سے ڈرتے ہیں۔ اور جس طرح باپ بیٹوں پر ترس کھاتا ہے۔ اسی طرح خُداوند ان پر جو اس ڈرتے ہیں ترس کھاتا۔ اس شرط پر کہ وہ اس کے عہد کو حفظ (زبانی یاد) کریں۔ اور اس کے احکام یاد کر کے ان پر عمل پیرا ہوں۔

(حصہ سوئم)۔ آیات (۱۹۔۲۲) میں مصنف یہوواہ کی بادشاہت پر اپنی کمال خوشی ظاہر کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ یہوواہ نے آسمانوں پر اپنا تخت قائم کیا ہے۔ اور اس کی بادشاہت سب پر مسلط ہے۔ اور سب فرشتگان اور ان کو جو کہ زور میں سبقت لے جاتے ہیں اور اپنے لشکر اور خدمت گزاروں کو کہتا ہے کہ اس کو مبارک کہو اور آخر میں اپنی خود کلامی کرتا ہوا خود کو مشورہ دیتا ہے کہ کہ تو بھی یہوواہ کو مبارک کہہ۔

(زبور ۱۰۴)۔ بانز صاحب کہتا ہے کہ

> **"اس زبور کا مقصد یہ دکھانا ہے کہ زمین کی پیدائش اور اس کی ساری تازگی اور بحالی سے یہوواہ کا جلال ظاہر ہوتا ہے"۔**

جان کیلون صاحب کہتا ہے کہ

> **"یہ زبور یہوواہ کی خاص برکات اور روحانی زندگی کی طرف کلیسیا کا خیال نہیں لگاتا۔ بلکہ یہوواہ کی بے پایا دانائی، قدرت اور خیر اندیشی کو ظاہر کرتا ہے۔ کہ وہ قدرت کی خوش نمائی سے انسان کی زندگی کو خوشی اور خُرمی سے بھرپور کرتا ہے۔ اس میں تین خاص باتیں ہیں۔**
>
> **اوّل۔ فطرت کی بحالی اور یہوواہ کی موجودگی اور اس کی قدرت کے ظہور کی محتاج ہے۔**
>
> **دوئم۔ یہوواہ بحیثیت پیدا کنندہ ہمیشہ مصروف لگا رہتا ہے۔ وہ اپنے کام میں کبھی سستی، کوتاہی یا التوا نہیں کرتا۔ بلکہ انتظام میں مصروف رہتا ہے تا کہ کل کام بارونق رہے اور اس کو جنبش نہ ہو۔**
>
> **سوئم۔ پیدائش کی کتاب سے کیفیت تخلیق عیاں ہے۔ اور اس زبور میں پیدائش کی نسبت یہوواہ کی خیر اندیشی ہے۔ اور اس کے بارونق رہنے اور تازگی پانے کا ذکر ہے۔ جس کے لیے کل مخلوقات کو ہمیشہ اس کی ستائش کرنی**

لازم وملزوم ہے۔اس زبور کی کوئی خاص تقسیم نہیں۔ مصنف اس کی اوّل آیت میں اپنی جان کو اُکساتا ہے۔ کہ یہوواہ کو مبارک کہہ وہ میرا خُدا ہے اور وہ نہایت ہی بزرگ ہے اور حشمت اور جلال کا لباس پہنے ہے"۔

آیات (۲۔۴) میں یہوواہ نور میں ملبوس نظر آتا ہے۔ جس سے یہ مراد ہے کہ سب سے پہلے اس نے روشنی بنائی۔

آیات (۵۔۹) میں وہ زمین اور پانی کو ایک دوسرے سے جُدا کرتا ہے۔

آیات (۱۰۔۱۸) میں بیان ہے کہ یہوواہ چشموں کو جاری کرکے ان میں ندیاں رواں کرتا ہے۔ جو پہاڑوں میں بہتی ہیں۔ تاکہ وہ میدان کے چوپائیوں کو پانی دیں۔ اور درختوں کو اُگائیں، کہ پرندے ان پر بسیرا کریں۔ اور نغمہ خانی سے انسان کو خوش اور مسرور کریں۔ یہوواہ پہاڑوں کو سیراب کرتا ہے۔ کہ یہ زمین سے آسودہ ہوں۔ چوپائیوں کے لیے گھاس اور انسان کے سبزی اُگائے۔ اس نے اونچے پہاڑوں بکروں اور چٹانوں کو جنگلی خرگوشوں کے لیے بنایا۔

آیات (۱۹۔ ۲۴) میں چاند وسورج کا ذکر ہے۔ کہ یہوواہ نے متعدد اوقات کے لیے بنایا ہے۔ یہاں تک کہ آفتاب اپنے غروب کی جگہ جانتا ہے۔ وہ اندھیرا کرتا ہے تو رات ہو جاتی ہے۔ اور سب جنگلی حیوان سیر کرتے ہیں۔ جب کل بنی نو آدم اپنے گھروں میں ان سے محفوظ رہتے ہیں۔ وہ آفتاب کے طلوع پر جمع ہوتے اور اور اپنی ماندوں میں چھپ جاتے ہیں۔ لیٹ رہتے ہیں۔ اور انسان سے امن اور محفوظ رہتے ہیں۔

آیات (۲۵۔ ۳۱) میں سمندر اور اس میں رہنے والوں کا ذکر ہے۔ اس میں بے شمار چھوٹے بڑے جانور رہتے ہیں۔ اس پر جہاز بھی رواں ہیں۔ سمندر کے سب جاندار یہوواہ کی طرف اپنی نظر اٹھاتے ہیں۔ اور ان کو وقت پر خوراک بہم پہنچاتا ہے۔ اس جگہ مصنف یہوواہ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ تو جب منہ پھیر لیتا ہے کہ وہ حیران ہوتے ہیں۔ اور جب تو ان کا دم واپس پھیر لیتا ہے تو وہ مر جاتے اور اپنی مٹی میں مل جاتے ہیں۔ خُداوند کا جلال ابدی ہے۔ اور خُداوند صنعتوں سے خوش ہے۔

آیات (۳۲۔ ۳۵) میں وہ بیان کرتا ہے کہ یہوواہ زمین پر نگاہ کرتا ہے۔ وہ سراسر کانپ جاتی ہے۔ یعنی متزلزل ہوتی ہے۔ وہ پہاڑوں کو چھوتا ہے اور ان سے دھواں اٹھتا ہے۔ یعنی کہ آتش فشاں پہاڑوں کو بناتا ہے۔ آخر میں مصنف کہتا ہے کہ جب تک مَیں زندہ رہوں گا۔ خُداوند کے گیت گیت گاؤں گا۔ اور ایک خواہش ظاہر کرتا ہے کہ گنہگار زمین پر سے فنا ہوں۔ اور شریر بھی باقی رہیں۔ اس کے بعد مصنف اپنی جان سے یوں سخن طرازی (شاعری) کرتا ہے۔ کہ اے میری جان خُداوند کو مبارک کہہ اور اس کی ستائش کر ہیلیلویاہ۔ یہ لفظ اس زبور میں اوّل دفعہ مشتمل ہے۔ اور یہ (زبور ۱۰۵) کے اختتام پر آیا ہے۔

(زبور ۱۰۵)۔اس کا مضمون (زبور ۷۸، ۱۰۶) کی طرح ہے۔ بنی اسرائیل کی قومیت کے شروع میں یہوواہ کے عجیب کاموں کا ذکر ہے۔ لیکن اس کا مقصد ان کے مقاصد سے مختلف اور متفرق ہے۔ زبور ایک تعلیمی مقصد رکھتا ہے۔ (زبور ۱۰۶) اسرائیل کے توبہ آمیز اقرار کا بیان کرتا ہے۔ لیکن (زبور ۱۰۵) کی (۱۔۱۵)، (۱۔ تواریخ ۱۶: ۸۔ ۲۲) کا انتخاب یہ وہ باتیں ہیں۔ جو داؤد نے آسف کو اس وقت کہیں جب عہد کا صندوق یروشلیم میں پہنچایا گیا۔ چنانچہ یہ سب سے اوّل زبور ہے۔ جو یہوواہ کی شکر گزاری سے ہوتا۔ اور ظاہر کرتا ہے کہ یہوواہ کا شاہی فضل سب پر ہے۔ جس کو وہ چاہتا ہے برگزیدہ کرتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے چھوڑتا اور رد کر دیتا ہے۔ یہ دونوں کام اس کے فضل کا ظہور ہے۔

تواریخی زبور میں یہوواہ اپنی محبت اور فضل بنی اسرائیل کے سب واقعات میں ظاہر کرتا ہے۔ اس زبور کے چھ حصے ہیں۔

(حصہ اوّل)۔(۱۔۲) آیات میں تمہید ہے اور اس میں مصنف ابراہیم کی نسل اور یعقوب کو تاکید کرتا ہے کہ یہوواہ کا شکر کریں۔اور لوگوں کے درمیان چرچا کریں۔اس کی کارگزاری کا بیان کریں اور اس کے مقدس نام پر فخر کریں۔

(حصہ دوئم)۔(۷۔۱۱) آیات میں ظاہر کیا گیا ہے۔یہوواہ نے اب تک اپنے عہد کو یعنی اس سخن کو جو اس نے ہزار پشتوں کے لیے فرمایا ہے یاد رکھا۔اور اس نے یعقوب کے لیے ایک شریعت اور اسرائیل کے لیے ایک ابدی عہد ٹھہرایا۔اور وعدہ کیا کہ مَیں ملکِ کنعان کی سرزمین تجھ کو دیتا ہوں۔یہ تیرا موروثی حصہ ہے۔

(حصہ سوئم)۔(۱۲۔۱۵) آیات میں دکھایا گیا ہے کہ یہوواہ نے بنی اسرائیل پر اس سے پیشتر کہ وہ قوم بنے وہ نہایت ہی کمزور چھوٹا اور کم سن تھا۔اس پر فضل کیا اور اس کو سنبھالا اور اس کے ساتھ ملکِ کنعان کا وعدہ فرمایا۔

(حصہ چہارم)۔(۱۶۔۲۴) آیات میں مصنف یوسف کا حال بیان کرکے دکھاتا ہے کہ یہوواہ نے اس پر کس قدر فضل کیا۔

(حصہ پنجم)۔(۲۵۔۳۶) آیات میں بنی اسرائیل کی غلامی اور ان کے ساتھ یہوواہ کے عجیب کام اور اس کا فضل وکرم دکھایا گیا ہے۔

(حصہ ششم)۔(۳۷۔۴۵) آیات میں مصنف بنی اسرائیل کی رہائی کی تعریف کرتا اور کہتا ہے کہ وہ خود کو خوشی کے ساتھ اور اپنے برگزیدوں کو شادیانے کے ساتھ نکال لایا۔اور انہیں قوموں کی زمین دیتا کہ وہ اس کے حقوق کو حفظ کریں۔اور اس کی شرطوں کو یاد رکھیں۔اس کے اختتام پر لفظ ہالیلویاہ ہے۔

(زبور۱۰۶)۔یہ زبور ہالیلویاہ زبوروں کے سلسلے کا اوّل زبور ہے۔اس سلسلے میں کل گیاراں (۱۱) یعنی زبور (۱۰۶، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۷، ۱۳۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰) زبور ہیں۔

اس میں بھی اسرائیل کی تاریخ ملتی ہے۔اور ان کی گردن کشی، گناہ آلودگی، ناشکر گزاری تنبیہ اور سرزنس اور آخر کار ان کی اسیری کا ذکر بڑی خصوصیت سے ملتا ہے۔اور اس کے ساتھ ان کی توبہ تائب بھی ہے۔وہ اقرار کرتے ہیں کہ ان کے گناہوں ہی کی وجہ سے وہ اس ابتر حالت کو پہنچے۔

اس زبور کا مقصد یہ دکھانا ہے کہ یہوواہ کی عجیب برداشت اس کے جلال کے باعث ہے۔چنانچہ آیت اوّل میں جو کہ تمہیدی ہے۔یہوواہ کی تعریف ہے۔کہ وہ بھلا ہے۔اس کے مطلع میں لفظ ہیلیلویاہ ہے۔جس کے معنی ہیں کہ "یہوواہ کی ستائش کرو"۔چوتھی اور پانچویں آیت میں مصنف عرض کرتا ہے کہ یہوواہ تیری خاص مہربانی مجھ پر ہو۔تاکہ مَیں تیرے برگزیدہ لوگوں کی بھلائی دیکھوں۔اور تیری قوم کی خوش وقتی سے خوش ہوں۔اور تیری میراث پے فخر کروں۔

آیات (۶۔۳۳) میں مصنف بنی اسرائیل کا گناہ، شرارت، گردن کشی اور نادانی کا بیان کرتا اور کہتا ہے کہ ہمارے باپ دادا ملکِ مصر میں عجیب قدرتوں کو نہ سمجھے انہوں نے تیری رحمتوں کی کثرت کو یاد نہ کیا۔بلکہ دریائے یردن اور دریائے قلزم پر بغاوت کی لیکن یہوواہ نے اپنے نام کے لیے انہیں بچایا۔تاکہ اپنی قدرت ظاہر کرے تب وہ انہیں دریائے قلزم عبور کرنے اور مصریوں کی ہلاکت اور ان کے جنگل میں حرص کرنے اور خیمہ گاہ میں موسیٰ اور یہوواہ کے مقدس مرد ہارون پر حسد کرنے اور حوریب میں بچھڑا بنانے، نجات دینے والے خُدا خُدا کو بھلا دینے اور موسیٰ کی سفارش اور ان سب کے نتائج کی طرف اشارہ کرتا۔لکھا ہے کہ اُنہوں نے اس دل پذیر کی تحقیر کی اور یہوواہ نے ان کے درمیان وبا بھیجی۔اور اُنہوں نے موسیٰ کو مریبہ کے پانیوں پر غصہ دلایا۔اور موسیٰ ان کی وجہ سے گنہگار ٹھہرا۔کیونکہ اُنہوں نے اس کی روح کو دق کیا۔ایسا کہ وہ اپنے لبوں سے نامناسب بولا۔

آیات (۲۴۔۴۴) میں ذکر ہے کہ جب وہ ملکِ کنعان میں پہنچے تواُنہوں نے ان اقوام کو جن کی بابت خُدا نے ان کو حکم دیا تھا کہ ان کو بلکل خارج کردو انہوں نے نہ مارا بلکہ غیر اُمتوں سے میل کیا۔ اور ان کے کام سیکھے۔ اور ان کے بتوں کی پرستش کی اور اپنے بیٹے اور بیٹیاں شیطان کے لیے قربان کیے۔ تب خُدا نے اپنے غصے میں ان کو غیر اقوام کے قبضے میں کر دیا۔ اور وہ مغلوب وزیر ودست ہو کر ان کے مطیع وتابع ہوئے۔ لیکن خُداوند نے رحم کر کے اُن کو دُشمنوں کے ہاتھوں سے چھڑایا اور ان کا ایسا انتظام کیا کہ انہوں جو ان کو اسیر کر کے لے گئے تھے ان پر ترس کھایا اور ان سے نیک برتاؤ کیے۔ سو مصنف آخری آیت میں کہتا ہے کہ خُداوند اسرائیل کا خُدا ابد تک مبارک ہو۔ اس پر سب لوگ ایک زبان ہو کر بولے کہ آمین۔ ہیلیلویاہ۔

زبور کی چوتھی کتاب ختم ہوئی۔

کتاب پنجم

(زبور ۱۰۷۔۱۵۰)

سوال۔19:۔زبور کی پانچویں کی کیفیت بیان کریں۔

جواب:۔پانچویں کتاب میں (۴۴) یعنی (۱۰۷۔۱۵۰) زبور ہیں۔ جن میں (۲۸) گمنام یعنی محروم المصنف ہیں۔ (۱۵) داؤد کے اور سلیمان کا ہے۔ یہ کتاب غالباً عزرافقیہ کے ہاتھ سے اسیری کے بعد تالیف ہوئی اور کئی ایک ہیلیلویاہ سے ختم ہوئی ہے۔

سوال۔20:۔اس کتاب کے زبوروں کی تفصیل کریں۔

جواب:۔(زبور۱۰۷)۔ بعض مفسرین اس کو تواریخی (زبور۱۰۶) کا جواب مانتے ہیں لیکن وہ حیران ہیں کہ یہ زبور پانچویں کتاب میں ہے۔ اور بعض کہتے ہیں یہ زبور تواریخی نہیں ہے۔ بلکہ کئی ایک ایسے واقعات پیش کرتا ہے کہ جو کہ عملی طور پر صریحاً اور ظاہری طور پر انسانی زندگی میں اکثر آتے ہیں۔ اس کا خاص مقصد یہ بتاتا ہے کہ یہوواہ دُعا کا جواب دیتا ہے۔ اوّل اس سبب سے کہ لوگ یعنی اس کے لوگ تنگی میں اس کو پکارتے ہیں۔ اور دوئم اس سبب سے کہ وہ بھلا ہے۔ اس کی رحمت بدی ہے۔ اور اس کی نگاہ ہمیشہ انسان پر لگی ہے۔ اور اس سبب سے بھی بنی آدم برکاتِ جسمانی کے لیے اس سے عرض کرسکتے ہیں کہ اور وہ عرضوں کا جواب بھی ضرور دیتا ہے۔ ان تمام باتوں کی بنا پر اس کی شکر گزاری کی جائے۔

اس زبور میں تمہید کے علاوہ (۶) خاص حصے بھی ہیں۔ جن میں سے ہر ایک حصہ ایک خاص واقعہ پیش کرتا ہے۔ اس کی تمہید پہلی تین آیات میں ہے۔ جن میں مصنف رہائی یافتہ لوگوں سے شکر گزاری لازمی بتاتا ہے۔

ان چھ حصوں میں ہر دو حصوں کے مابین الفاظ ستائش کریں آتے ہیں۔ اور ایک دوسرے سے جُدا کرتے ہیں۔

(حصہ اوّل)۔ (۴۔۹) آیات ان لوگوں کا ذکر ہے جو کہ بیابان میں بھٹکتے پھرتے تھے۔ اور جب بھوک اور پیاس سے تنگ آ کر اُنہوں نے خُداوند کو پکارا تو اس نے انہیں رہائی بخشی۔

(حصہ دوئم)۔ (۱۰۔۱۶) آیات میں دکھایا گیا ہے کہ ان کو جو تاریکی اور موت کے سایہ کی وادی میں بیٹھے تھے۔ اور مصیبت اور لوہے سے جکڑے ہوئے تھے۔ رہائی ملی۔ چونکہ ان لوگوں کو خُدا کے حکام سے بغاوت کی۔ اور حق تعالیٰ کی مصلحت (بھلائی) کی تحقیر کی۔ اس نے ان کے دلوں کو مشقت سے عاجز کیا۔ اور وہ گر پڑے اور ان کا کوئی مددگار نہیں تھا۔ ایسی حالت میں جب اُنہوں نے خُداوند کو پکارا تو اس نے ان کو تمام مصائب رہائی بخشی۔

(حصہ سوئم)۔ (۱۷۔۲۷) آیات میں ایک بڑی حوصلہ افزادِل پسند بات ہے۔ کہ اگر کوئی اپنی کجروی، بدچال اور بدکرداریوں کے سبب مصیبت میں مبتلا ہو جائے۔ یہاں تک کہ موت کے دروازوں کے نزدیک پہنچ جائے تو بھی اگر ایسی حالت میں وہ دُعا کرے تو خُداوند اپنا کلام بھیجتا اور خلاصی بخشتا ہے۔

(حصہ چہارم)۔ آیات (۲۳۔۳۲) میں ان لوگوں کا بیان ہے۔ جو کہ جہازوں میں سمندر کی سیر کرتے ہیں کہ جب طوفانی ہوا اُٹھتی ہے۔ اور ان کی جانیں پریشان ہوتی اور پگل جاتی ہیں۔ لیکن جب وہ یہوواہ کو پکارتے ہیں تو وہ ان کو خلاصی بخشتا ہے۔ ان کے واسطے مناسب ہے کہ جب وہ آبادی

میں سلامتی سے جائیں تو لوگوں کے مجمع میں ایسے واقعات اور غائبانہ ہاتھ سے اپنے بچنے کا چرچا کریں اور یہوواہ کی ستائش شخصی طور پر اور بزرگوں کی جماعت میں بھی کریں۔

(حصہ پنجم)۔(۳۳۔۴۱) آیات میں بیان ہوا ہے کہ یہوواہ نہروں کو صحرا اور پانی کے چشموں کو سوکھی زمین کر دیتا ہے۔اور جید زمین کو شور بنا دیتا ہے۔اور یہ ان کی جو وہاں بستے ہیں۔شرارت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ساتھ اس کے اس کا رحم بھی بے پایاں ہے۔کہ بیابان کو جھیل اور خشک زمین کو چشمہ بناتا ہے۔اور اسی جگہ بھوکوں کو بساتا ہے کہ وہ اپنے رہنے واسطے شہر تیار کریں۔

آیات (۴۰۔۴۱) میں کہ وہ انسان کی حیثیت وقدر میں بھی تمیز و تفریق کرتا ہے۔یعنی کہ وہ امیروں کو ذلیل اور رسوا کرتا اور خاک ساروں کو ان کی عاجزی میں سے اٹھا کرتا ہے۔اور ان سب باتوں سے خُداوند کا انتظام ظاہر ہوتا ہے۔اور یہ انسان سے خُداوند کی شکر گزاری طلب کرتا ہے۔

(حصہ ششم)۔ آیات (۴۲۔۴۳) سے مصنف دکھاتا ہے کہ متذکرہ تصدر باتوں کا نتیجہ صادقوں اور بدکرداروں پر کیا ہوتا ہے وہ کہتا ہے کہ صادق مسرور ہوں گے۔لیکن بدکاروں کا منہ بند ہو جائے گا۔دانا دل اور صاحبِ تمیز ان باتوں پر غور وفکر کر کے خُداوند کی رحمتوں پر خوب سمجھ سکتا ہے۔

(زبور۱۰۸)۔ یہ ایک انتخابی زبور ہے۔اس کی پانچ آیات (زبور۵۷:۷۔۱۱) کا اور (زبور۱۰۸:۶۔۱۳) اور (زبور۶۰:۵۔۱۲) کا تخاطب ہیں۔اس کے سرمانے (حیران ہونے) سے ظاہر ہے کہ یہ داؤد کا گیت اور زبور ہے۔لیکن یہ معلوم نہیں کہ یہ کیوں تین زبوروں سے انتخاب کیا ہوا ہے۔اس کا مقصد یہوواہ کی عظیم رحمتوں اور امانتداری کے واسطے اس کی تعریف اور ستائش کرنا ہے چونکہ اس کی تفصیل ۵۷ اور ۶۰ زبوروں حصہ بحصہ ہو چکی ہیں۔اس پر جگہ علیحدہ غور کرنا چنداں ضروری نہیں۔

(زبور۱۰۹)۔ سردار مغنی کے لیے داؤد کا زبور۔اس زبور سے ایک سلسلہ شروع ہوتا ہے۔جو کہ چار یعنی (۱۰۹ سے ۱۱۲) زبوروں پر مشتمل ہے۔اس کل سلسلے میں مسیح۔ پیش ہوا ہے۔اس زبور میں اس کی اذیت کا ذکر ہے۔قدیم آبا نے اس کا سکریوتی کا زبور کا تھا۔کیونکہ پطرس نے (اعمال ۱:۱۶ سے ۲۰) میں اس کو یہوداہ اسکریوتی سے منسوب کیا گیا ہے۔اگر ہم یہودیوں کی علامت سمجھ سکیں تو یہ بھی صفائی کے ساتھ سمجھ میں آجائے گا۔کہ وہ فتویٰ جو اس پر جو مسیح کے کام کو روکنا اور اسے تخت سے گرانا چاہتا تھا۔لگایا گیا۔یہودیوں کی قوم پر مجموعی طور پر عائد ہوتا اس زبور کا نقشہ اس طرح ہے۔کہ (آیات ۱ سے ۵) مسیح اس شخص کی مانند بولتا ہے کہ جو دشمنوں سے مسحور (جس پر جادو کیا جائے) ہو۔(آیات ۶ سے ۲۰) میں ایسی حالت میں اس کی نظر دشمنوں پر پڑتی ہے۔اور وہ اس پر فتویٰ دیتا ہے کہ جو فتویٰ یہوداہ اسکریوتی پر لگایا تھا۔عین اس فتویٰ کی مانند ہے۔جو کہ اس باپ کی طرف سے ہو چکا۔کہ لختِ جگر تیس روپے پر فروخت ہو جائے۔

یہ زبور لعنت کناں زبوروں میں شامل ہے کہ ایسا معلوم دیتا ہے کہ اس کی اٹھاریں آیت ایک بے وفا بیوی کی اشارہ کرتی ہے۔جس کا ذکر (گنتی ۵ باب ۲۱ سے ۲۴) آیات اس طرح ہوا کہ وہ لعنت اس کی انتڑیوں میں دخل پا کر اس کو پٹا دیتی ہے۔نیز (متی ۲۶ باب ۲۴ آیت) پر دلالت کرتا ہے۔جس میں مسطور ہے کہ "افسوس ہے اس پر جس کی وجہ سے بنی آدم گرفتار کرایا جاتا ہے۔اگر وہ شخص پیدا ہی نہ ہوتا تو اس کے لیے یہ اچھا تھا" زبور دراصل راستی کی اس وقت کی جب کہ وہ راستی سر سے تنگ آتی ہے۔اور اس پر فتویٰ لگاتی ہے فریاد ہے۔یہ زبور مسیحا کی دعائیں اور شکر گزاری ہے۔اس بات پر کہ یہوداہ اسکریوتی اور اس کے ہم جنس آدمیوں کی عدالت کی گئی ہے۔اور کی جا رہی ہے۔

(زبور ۱۱۰)۔ یہ داؤد کا زبور ہے۔ اس میں داؤد مسیح کو خُدا کے دہنے ہاتھ بیٹھا ہوا دکھاتا ہے۔ جو کہ اس بات کا منتظر ہے کہ کب اس کے کل دشمن اس کے پاؤں کی چوکی بن جائیں۔ خُداوند مسیح نے خود جب فریسی جمع تھے۔ یہ زبور استعمال کیا۔ جب اس نے اس سے استفسار (بات چیت) کیا۔ کہ مسیح کے حق میں تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ کس کا بیٹا ہے؟ تو وہ بولے کہ داؤد کا اس پر مسیح نے فرمایا کہ پھر داؤد روح کی ہدایت سے کیوں اسے خداوند کہتا ہے؟ جب وہ کہتا ہے کہ خُداوند نے میرے خُداوند سے کہا کہ میری دہنی طرف بیٹھ جب تک میں تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں کی چوکی نہ بناؤں۔ سو پس جب داؤد اسے خُداوند کہتا ہے تو وہ اس کا بیٹا کیونکر ٹھہرا"۔ دیکھو (متی ۲۲ باب ۴۱ سے ۴۵ آیت اور مرقس ۱۵ باب ۳۵ سے ۳۷ آیت پولوس نے (عبرانیوں ۱ باب ۱۳ آیت) میں اسی زبور سے اقتباس لیا۔ اور مسیح کو فرشتوں پر فوقیت دی۔ اور ان سے بزرگ تر ٹھہرایا۔ نیز جب پطرس نے (اعمال ۲ باب ۲۴ آیت) میں مسیح کو خُداوند ثابت کرنا چاہا تو اس زبور کی آیات اول کو لیا۔ جس میں لکھا ہے کہ "خُداوند نے میرے خُداوند سے کہا کہ تو میرے دہنے ہاتھ بیٹھ"۔ پھر جب پولوس (عبرانیوں کے نام ۱۰ باب اس کی ۱۲ سے ۱۳) آیات میں ظاہر کرتا ہے کہ مسیح نے اپنے کام کو بوجہ احسن انجام دیاوہ کہتا ہے کہ وہ یعنی مسیح خُدا کے دہنے جا بیٹھا۔ اور اس وقت سے منتظر ہے کہ اس کے دشمن اس کے پاؤں کی چوکی بنیں۔ اس کی تفصیل آیت بہ آیت کریں گے۔

پہلی آیت سے یہوواہ کی طرف سے مسیح کی سرفرازی کی جاتی ہے۔ کہ وہ خدا کے دہنے ہاتھ بیٹھے۔ دوسری آیت میں یہوواہ اس سے وعدہ فرماتا ہے کہ اس کے سب دشمن اس کے تابع فرمان کیے جائیں گے۔ تیسری آیت میں مسیح کو ایک وعدہ ملتا ہے۔ کہ اس کے لوگ بے شمار ہوں گے۔ اور اس کے روز حسنِ تقدس کے ساتھ آپ سے مستعد ہوں گے۔ چوتھی میں لکھا ہے کہ وہ ملک صدق کے طور پر ابد تک کاہن ہے۔

آیات (۵۔ ۶ اور ۷) میں عدالت دکھائی گئی ہے۔ جس میں مسیح کی کامیابی از خود نظر آرہی ہے۔

(زبور ۱۱۱)۔ (زبور ۱۱۱، ۱۱۲) حروف تہجی کے زبور ہیں۔ اور ترکیب میں یکساں ہیں۔ حروف تہجی کے لحاظ سے ان کا ہر ایک شعر بلکہ ہر ایک مصرع ترتیب وار حروف تہجی سے شروع ہوتا ہے۔ عبرانی حروف تہجی کے لحاظ ان میں بائیس بائیس اشعار ہیں۔ یہ دونوں ہالیلویاہ کے زبور ہیں۔

آیات (۱ سے ۸) میں ہر ایک شعر کے دو مصرے ہیں۔ اور آیات (۹ تا ۱۰) میں ہر ایک شعر تین تین مصروں کا ہے۔ (زبور ۱۱۱) میں خُداوند کی صفاتِ عالیہ اور اس کے کل کام کی تعریف ہے۔ اور (زبور ۱۱۲) میں اس کے لوگوں کی تعریف ہے اور بیان ہے کہ وہ کئی ایک باتیں خُدا کے مشابہ ہیں۔ مثلاً (زبور ۱۱۱: ۳) میں لکھا ہے کہ اس کا کام جاہ و جلال ہے۔ اور اس کی صداقت ابد تک قائم ہے۔ اس طرح (زبور ۱۱۲: ۳) میں بھی آیا ہے کہ ان کے گھروں میں مال و دولت ہو گی۔ اور ان کی صداقت ابد تک قائم ہے۔ (زبور ۱۱۱: ۱) میں یہوواہ کی تعریف کرنے کی جگہ بتائی گئی ہے۔ کہ اس کی تعریف صادقوں کی محفل میں ہونی چاہیئے۔ (زبور ۱۱۱: ۲) میں اس کا مضمون یہ ہے کہ یہواہ کے کام بڑے اور عظمت والے ہیں۔ اور وہ جو ان کا اشتیاق رکھتے ہیں۔ ان کی تفتیش کرتے ہیں۔ (زبور ۱۱۱: ۳۔ ۹) میں یہواہ کے عجیب عجیب کاموں کی تفصیل کی گئی ہے۔ (زبور ۱۱۱: ۴) میں لکھا ہے کہ اس نے اپنے عجیب کاموں کی یادگاری رکھی۔ وہ رحیم اور مہربان ہے۔ (زبور ۱۱۱: ۵) میں آیا ہے کہ وہ اپنے ڈرنے والوں کو کھانا دیتا ہے۔ اور اپنے عہد کو ابد تک یاد رکھتا ہے۔ (زبور ۱۱۱: ۶) میں لکھا ہے کہ اس نے کاموں کا زور اپنے لوگوں کو دکھایا کہ انہیں قوموں کی میراث بخشے۔ (زبور ۱۱۱: ۷) بتاتی ہے کہ اس کے ہاتھ کے کام حق اور عدالت اور اس کے کل احکام یقینی ہیں۔

(زبور ۱۱۱:۸) میں بیان ہے کہ اس کے احکام ابد تک قائم رہتے ہیں۔ اور (زبور ۱۱۱:۹) میں آیا ہے کہ اس نے اپنے لوگوں کے واسطے مخلصی بھیجی ہے۔ اور اس کا نام قدوس و مہیب (زبور ۱۱۱: ۱۰) میں مصنف کہتا ہے کہ خُداوند کا خوف دانائی کا شروع ہے۔ (ایوب ۲۸:۲۸، امثال ۱:۷)۔ اس زبور میں یہ نادر حقیقت ہے کہ خُداوند کا خوف دانائی کا شروع ہے صادقوں کی محفل میں گایا جاتا ہے۔

(زبور ۱۱۲)۔ اس میں یہواہ کے لوگوں کی تعریف ہے۔ اور یہ بھی ہالیلویاہ کا زبور ہے۔ یہ زبور اصل میں (زبور ۱۱۱: ۱۰) کی کہ خُداوند کا خوف دانائی کا شروع ہے۔ چنانچہ پہلی آیت میں آیا ہے کہ وہ آدمی جو کہ خُداوند سے خوف رکھتا ہے۔ اور اس کے فرمان سے نہایت مسرور ہے۔ مبارک ہے۔ اور نہ صرف وہ ہی بلکہ اس کی نسل بھی اس مبارک بادی میں شامل اور حصہ دار ہے۔ اس واسطے دوسری آیت میں لکھا ہے کہ اس کی نسل زمین پر زور آور ہو گی۔ اور صادقوں کی اولاد مبارک ہو گی۔ (زبور ۱۱۲: ۳) میں ایسے شخص کے گھر کی آسودگی ظاہر کی گئی ہے۔ کہ اس میں مال و دولت ہو گی۔ اور اس کی صداقت قائم رہے گی۔ چوتھی آیت کہتی ہے کہ راست کار، مہربان، دردمند اور صادق ہیں۔ اور ان کے لیے تاریکی میں نور چمکتا ہے۔ پانچویں آیت میں یہ ہے کیوں کہ نیک آدمی اپنا کام وقوف امتیاز سے انجام دیتا ہے اور وہ اوروں پر مہربان ہو سکتا ہے اور قرض بھی دیتا ہے تو (زبور ۱۱۲: ۶۔۸) میں ذکر ہے کہ اس کو ہر گز جنبش نہ ہو گی۔ بلکہ صادق کی یادگاری ابد تک ہو گی۔ اور اس سبب سے کہ اس کا توکل خُداوند پر ہے۔ وہ بری خبروں سے حراساں نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا دل برقرار رہتا ہے۔ اور اگرچہ وہ بکھراتا اور کنگالوں کو دیتا ہے۔ تو بھی اس کی صداقت ابد تک قائم رہتی ہے۔ اس کا سینگ جلال کے ساتھ سرفراز ہو گا۔ (زبور ۱۱۲:۱۰) اس کا نتیجہ اور اثر جو کہ شریروں پر ہوتا ہے کہ وہ دیکھے گا اور کڑھے گا۔ اپنے دانت پیسے گا اور پگل جائے گا۔ اور شریروں کی تمنا فنا ہو جائے گی۔

(زبور ۱۱۳)۔ سلسلہ ہلیل کا شروع ہے۔ اس میں کل چھ یعنی (۱۱۳۔۱۱۸) زبور ہیں۔ یہ زبور عیدِ فسح، پینتی کوست اور عیدِ خیام کے ایام میں استعمال ہوتے تھے۔ ان موقوں کے علاوہ نئے چاند اور مخصوصیت کی عیدوں میں عیدِ فسح کے موقع پر بھی استعمال کیے جاتے تھے۔ (زبور ۱۱۳۔۱۱۴) عید کے شروع میں گائے جاتے تھے۔ اور (زبور ۱۱۵۔۱۱۸) فسح کی ضیافت کے ختم ہونے پر اس گیت کا مذکور (متی ۲۶: ۳۰؛ مرقس ۱۴: ۲۶) میں ملتا ہے۔ اس میں دو حصے ہیں۔

(حصہ اول)۔ میں پہلی تین آیات ہیں۔ شروع میں لفظ ہالیلویاہ ہے۔ اور اس کے بعد یہواہ کے سب بندوں کو کہا جاتا ہے کہ یہواہ کے نام کی ستائش کرو کہ اور ایک دعا ہے کہ یہواہ کا نام اس دم سے لے کر آخر تک مبارک ہو۔

(حصہ دوئم)۔ (۴ سے ۹) میں یہواہ کی صفات پیش کی گئی ہیں۔ جن کے ان کی ستائش لازم آتی ہے۔ مثلاً

(1) یہواہ کل اُمتوں پر بلند و بالا ہے۔ اور اس کا جلال آسمانوں پر ہے۔

(2) وہ بے مثال ہے۔ اور کوئی دوسرا اس کی مانند نہیں اور اس کو بدل سکتا ہے۔

(3) وہ اپنے تئیں پست کرتا ہے اور کہ آسمان اور زمین پر نگاہ کے۔

(4) وہ مساکین کو زمین سے اٹھاتا ہے۔ اور محتاج کو مزبلہ پر سے اونچا کرتا ہے۔

(5) اور اس میں اس کا انتہا منشا ہوتا ہے۔ کہ ان کو امیروں بلکہ اپنے ہی لوگوں کے امیروں کے ساتھ بٹھائے۔

(6) وہ بانجھ عورت کو گھر میں بساتا ہے۔ ایسا کہ وہ خوشی سے بچوں کی ماں ہوتی ہے۔ یہ زبور ہیلیلویاہ سے ختم ہوتا ہے۔ (زبو ۲۶:۱) یہ زبور فسح کی ضیافت پر گایا جاتا تھا۔ تاکہ اسرائیل کا ملکِ مصر نکلنے کا واقعہ ان کو خوب یاد رہے۔ اس میں ان کے مصر سے نکلنے کل واقعات

مختصر اًپائے جاتے ہیں۔ لیکن ان کے مصر سے نکلنے واسطے ان کے لیے سمندر میں خشک راستہ بننے اور کنعان میں داخل ہونے کے لیے یردن کا ان کے لیے راسطہ کھولنے کا احوال خصوصیت کے ساتھ ملتا ہے۔ چنانچہ سمندر اور دریاؤں سے استفسار ہے کہ اے سمندر تجھے کیا ہوا کہ تو بھاگا۔ اور اے یردن کیا ہوا کہ تو الٹی پیر نکلا۔ اور کیا ہوا اے پہاڑوں کہ تم مینڈوں کی طرح چھلانگیں مارتے ہو۔ اور اے ٹیلو کہ تم بھیڑ کے بچوں کی طرح کودتے ہو۔ اے زمین تو یہواہ کے حضور ہاں یعقوب کے یہواہ کے حضور تھر تھرا جو پتھر کو پانی کا حوض اور چقماق کے پتھر کو پانی کا چشمہ بناتا ہے۔

(زبور ۱۱۵)۔ یہ زبور فسح کھانے کے بعد سب سے پہلے گایا جاتا تھا۔ اس کی اول آٹھ آیات میں کل جماعت اپنی نالائقی کا اقرار کرکے یہواہ کی تعریف کرتی ہے۔ اور یہواہ کا جو اَن دیکھا خُدا ہے۔ اُمتوں کے دیدنی معبودوں کے ساتھ مقابلہ کرکے اس کی قدرت اور دیگر معبودوں کی بے کسی دکھائی گئی ہے۔

آیات (۹ سے ۱۱) میں گانے والے اسرائیل اور ہارون کے گھرانے اور یہواہ کے ڈرنے والوں کو تاکید کرتے ہیں کہ وہ یہواہ پر توکل رکھیں۔ کہ وہی ان کا مددگار اور ان کی سپر ہے۔

آیات (۱۲ سے ۱۵) میں سردار کاہن ان کو یہ کہہ کر یقین دلاتا ہے کہ یہواہ جس نے ہم کو یاد کیا وہی ہم کو برکت بھی دے گا۔ وہ اسرائیل گھرانے اور ہارون کے گھرانے کو برکت دے گا۔ سو تم یہواہ کی طرف سے بھی جس نے آسمان وزمین کو پیدا کیا مبارک ہو۔

آیات (۱۶ سے ۱۸) میں جماعت گا کر کہتی ہے کہ آسمان یہواہ کے ہیں۔ اور اس نے زمین بنی آدم کو عطا کی ہے۔ سو ہم اس وقت سے لے کر ابد تک یہواہ کو مبارک کہیں گے۔ ہالیلویاہ۔

(زبور ۱۱۶)۔ اس کے موقعہ تصنیف کا کچھ پتہ نہیں لیکن چونکہ سلسلہ ہلیل میں ہے۔ اور عید پر گایا جاتا تھا۔ اس کا تعلق عید سے ہے۔ یہ زبور خصوصیت سے شخصی ہے۔ کیونکہ سو پانچویں اور انیسویں آیت کے۔ اس کی ہر ایک آیت کے الفاظ میں مجھے یا میرا استعمال ہوئے ہیں۔ اس میں چار حصے ہیں۔

(حصہ اول)۔ پہلی چار آیات میں مصنف یہ دعوےٰ کرتا ہے کہ میں محبت رکھتا ہوں یا پیار کرتا ہوں۔ عبرانی زبان میں اس فعل کے ساتھ کوئی مفعول (جس پر کام کیا جائے) نہیں آیا۔ مصنف کا صرف یہ دعویٰ ہے کہ مجھ میں محبت ہے۔ اس محبت کے رکھنے کا یہ سبب۔ بیان کرتا ہے کہ خُدا نے میری آواز اور منّتیں سنی ہیں۔ اس بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ تکلیف میں تھا اور رہائی پائی۔ اور چونکہ اس کی عرض مقبول ہوگئی۔ اور وہ کہتا ہے کہ مَیں جب تک زندہ رہوں گا۔ اس کا نام لیے جاؤں گا۔ تیسری آیت میں وہ اپنی شدت کا یوں بیان کرتا ہے کہ موت کے دکھوں نے مجھ کو گھرا۔ اور قبر کے دردوں نے مجھ کو پکڑا۔ مَیں دکھ اور غم میں گرفتار ہوا۔ پھر وہ کہتا ہے کہ مَیں نے خُداوند کا نام لیا۔ اور عرض کی کہ اے خُداوند مجھ پر رحم کر اور میری جان بچا۔

(حصہ دوئم)۔ آیات (۵ سے ۹) میں وہ اپنی رہائی کا اظہارِ شکر گزاری اور خُداوند کی شکر گزاری کرتا ہے۔ اور وعدہ کرتا ہے کہ مَیں خُداوند کے آگے زندگی میں چلوں گا۔

(حصہ سوئم)۔ آیات (۱۰ سے ۱۴) میں اپنی عرض اور شکر گزاری کے اسباب بیان کرتا ہے کہ چنانچہ اس کی عرض کی وجہ یہ ہے کہ وہ انسان پر بھروسہ نہیں رکھ سکتا۔ بلکہ صرف خُداوند ہی پر اور شکر گزاری کا سبب یہ ہے کہ اس نے ایمان سے عرض کی کہ اور خُداوند اسے جواب دیا۔ اس پر وہ کہتا ہے کہ مَیں نجات کا پیالہ اٹھاؤں گا۔ اور خُدا کا نام پکاروں گا۔

(حصہ چہارم)۔ آیات (۱۵ سے ۱۹) مصنف پھر اپنے شکریہ کی ادائیگی کی وجہ بیان کرتا ہے کہ یہواہ نے اس کے بندھن کھولے۔ اخیر میں وہ ہالیلویاہ پکارتا ہے۔

(زبور۱۱۷)۔ یہ زبور سب سے چھوٹا ہے کہ ایک مصنف نے اس کی نسبت کہا کہ اس کی ضخامت بہت چھوٹی ہے۔ لیکن وہ بہت بیش بہا اور قیمتی اشیاء سے پُر ہے۔ اس میں سب قوموں کو دعوت ملی ہے۔ کہ وہ خُداوند کی حمد کریں۔ دعوت کا اشتہار دینے والا کہتا ہے کہ وہ اس واسطے خُداوند کی حمد کریں کہ اس کی رحمت ہم پر غالب ہوئی ہے۔ اور ہم کو معلوم ہوگیا ہے کہ خُداوند کی رحمت کل اُمتوں کے لیے ہے نا کہ صرف ہمارے لیے ہے۔ (خط بنام رومیوں ۱۵ :۱۱) وہ اس کے لیے ہالیلویاہ پکارتا ہے۔

(زبور۱۱۸)۔ ایسا معلوم پڑتا ہے کہ یہ زبور کسی عید کے لیے تصنیف ہوا تھا۔ اور ہیکل کی عبادت میں گایا جاتا تھا۔ خُداوند یسوع مسیح اور اس کے شاگردوں نے یہ زبور اس وقت جب وہ گتسمنی باغ میں جانے کو تیار تھے گایا۔ جناب مارٹن لوتھر اپنے دفتر کی دیور پر اس زبور کی بابت لکھا تھا کہ زبور یعنی (زبور ۱۱۸) میرا ہے۔ یعنی یہ وہ زبور ہے کہ جس کو مَیں پیار کرتا ہوں۔ بغیر اس زبور کے بادشاہ اور شہنشاہ باوجود اپنی ساری دانائی اور دور اندیشی کے میری مدد نہ کرسکتے تھے۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہ زبور اس عید خیام کے لیے تصنیف ہوا تھا۔ جس کا ذکر (نحمیاہ ۸ :۱۴۔۱۸) آیت کہ یہ زبور اس عید میں پہلی بار گایا تھا۔ اس طرح یہ زبور (۴۴۴) قبل از مسیح ٹھہرتا ہے۔ لیکن بعض یہ گمان کرتے ہیں کہ یہوداہ میکبیز کے ایام کی تصنیف ہے۔ اکثر مصنفوں اسے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ یعنی حصہ اول آیات (۱ سے ۱۶ اور حصہ دوئم ۱۷ سے ۱۹) ایولڈ (ای ولڈ) اس کی یوں تقسیم کی ہے کہ آیات (۱ سے ۴) گانے والے گاتے تھے۔ (۵ سے ۲۳) تک سردار مغنی گاتا تھا۔

(۲۴ سے ۲۵) پھر گانے والے گاتے تھے۔ (۲۶ سے ۲۷) کاہن گاتے تھے۔ (۲۸) سردار مغنی اور (۲۹) پھر گانے والے۔ لیکن اس پر یہ اعتراض آتا ہے کہ کاہن لوگ گاتے نہیں تھے۔ صرف لاوی ہی گاتے تھے۔ لہٰذا اس کی تقسیم لاویوں اور جماعت کے مابین ہی ہونی چاہیے۔ ڈیلش صاحب کا خیال ہے کہ اس میں دو حصے ہیں۔ حصہ اول (۱ سے ۱۹) اور حصہ دوئم (۲۰ سے ۲۹) حصہ اول کاہن اور لاوی ہیکل کو جاتے وقت گاتے اور حصہ دوئم وہ لاوی جو ہیکل کے دروازے پر کھڑے رہتے تھے۔ اور کاہنوں اور لاویوں کے دوسرے فریق کے آنے پر ان کا استقبال کرتے تھے۔ گاتے تھے۔ اٹھائیسویں آیت دوسرا فریق گاتا تھا۔ اور انتیسویں آیت دونوں فریق مل کر گاتے تھے۔ اس کی تشریح اس طرح سے ہے۔ کہ پہلی چار آیات میں شکر گزاری کی وجوہات بیان کی گئی ہیں۔

(۵ سے ۹) آیات میں یہ بیان ہے کہ یہواہ پر توکل رکھنا انسان پر بھرسہ رکھنا سے بدرجہاں بہتر ہے۔ (۱۰ سے ۱۴) میں منصف اس واسطے یہواہ کی مدح (تعریف) کرتا ہے کہ وہ ہمیشہ اس کے ہمراہ ہے۔ اور اس کا نام لینے سے اس کو کامل یقین ہو جاتا ہے کہ یہواہ اس کے دشمنوں کو نابود کرے گا۔ کیونکہ وہ کہتا ہے کہ وہی میری قوت، فخر اور نجات ہے۔ آیات (۱۵ سے ۲۱) میں وہ بیان کرتا ہے کہ یہواہ ہی سے صادقوں کے خیموں میں خوشی اور نجات کی آواز ہے۔ اور کہتا ہے کہ وہ زندہ رہے گا اور یہواہ کا شکریہ ادا کرے گا۔ آیات (۲۲ سے ۲۹) میں یہ آیا ہے کہ مبارک وہ ہے جو یہواہ

کے نام سے آتا ہے۔یہواہ کے گھر سے یہ آواز آتی ہے۔کہ ہم تجھے برکت دیں گے۔کسی مفسر نے کہاہے کہ اس زبور سے یہ عیاں کیا گیاہے کہ مسیح کے خون خریدے اس کے جنگ وجدل، فتح مندی اور جلال میں اس کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔

(زبور۱۱۹)۔ایہ زبوروں سے بڑا ہے۔اور اس میں عبرانی حروفِ تہجی کے شمار سے بائیس حصے ہیں۔ہر ایک حصے میں آٹھ آٹھ آیات ہیں۔اور ہر ایک آیت ایک ہی حرف سے شروع ہوتی ہے۔مثلاً حصہ اول کی ہر آیت عبرانی حروفِ تہجی اول حرف یعنی الف سے شروع ہوتی ہے۔اور حصہ دوئم میں حرف ثانی یعنی حرف ب سے وعلی ہذالقیاس اس میں (۱۷۶) آیات یا اشعار ہیں۔ہر ایک آیت میں سوائے آیات (۲۲،۸۴) کے خُدا کے کلام یا شریعت کا ذکر ہوا ہے۔اور ذیل کے ایک اور درجن الفاظ خُدا کی مرضی یا شریعت کے اظہار کے لیے خصوصیت کے استعمال ہوئے ہیں۔شریعت ا۔شہادت ۲۔راہ ۳۔حکم ۴۔قواعد ۵۔انفال ۶۔کلام ۷۔حقوق ۸۔عدالت ۹۔فرایض ۱۰۔صداقت ۱۱۔اور نام ۱۲۔بونر صاحب اس زبور کی نسبت فرماتے ہیں

"یہ مسیحی مسافر کا زبور ہے۔جو کہ روحانی زندگی کے شروع سے آخر تک یہواہ کی شریعت کی رہنمائی میں چلتا ہے۔یہاں تک کہ مقدس شہر میں پہنچ جاتا ہے"۔

اس کی تفصیل اس طرح سے ہے۔

(الف)۔(اسے ۸) میں نوزاد آدمی نئے سفر کے لیے تیاری کے موقعہ پر معلوم کرتا ہے۔چاہیے کہ خُداوند کی شریعت پر چلنے والا کامل رفتار ہو۔

(بیتھ)۔(۹سے ۱۶) میں چنانچہ وہ سفر شروع کرتا ہے۔اور کہتا ہے کہ جوان اپنی راہیں کس طرح صاف رکھ سکتا ہے۔جواب ملتا ہے کہ خُدا کے کلام کے موافق اپنی راہ پر خوب نگاہ کرنے سے۔

(گیمل)۔(۱۷سے ۲۴) میں وہ خُداوند کے احسان کا محتاج ہے۔تاکہ وہ زندہ رہے۔

(دالتھ)۔(۲۵سے ۳۲) میں اسے مشکلات نظر آتی ہیں۔اور اس کے ذوق واشتیاق میں تکسر (برابر) واقعہ ہوتا ہے اور وہ عرض کرتا ہے کہ خداوند اپنے قول کے مطابق اسے جلاوے۔

(ہے)۔(۳۳سے ۴۰) میں تروتازہ ہوکر پھر خُداوند سے عرض کرتا ہے کہ وہ اسے اپنے حقوق کی راہ بتلائے۔اور وعدہ کرتا ہے کہ مَیں آخر تک انہیں یاد رکھوں گا۔

(واؤ)۔(۴۱سے ۴۸) میں تکلیف ومصیبت میں مبتلا ہوکر دُعا کرتا ہے کہ خُداوند اپنے قول کے بموجب اپنی رحمتوں اور نجات سے اس کو بہرہ اندوز فرمائے۔

(زین)۔(۴۹سے ۵۶) وہ گھبراہٹ اور پریشانی کی حالت میں خُداوند سے عرض کرتا ہے۔اپنے بندے کی خاطر اپنے قول کو جس کا تو نے مجھ کو اُمیدوار کیا یاد کر کہ یہ میرے واسطے دُکھ میں تسلی ہوگئی۔

(خیتھ)۔(۵۷سے ۶۴) میں وہ خُداوند کو اپنا بخرا جانتا اور آگے بڑھتا ہے۔کہ اس کے چہرے کی توجہ ڈھونڈے۔

(تیتھ)۔(۶۵سے ۷۲) وہ خُدا کی خوش سلوکی کی بنا پر چاہتا ہے کہ خُداوند اسے اچھا امتیاز اور دانش سکھلائے۔

(یود)۔(۷۳ سے ۸۰) میں وہ خُداوند کو اپنا پیدا کنندہ اور آراستہ کرنے والا جان کر اس سے فہم کے لیے عرض کرتا ہے۔ تاکہ وہ اس کے احکام سیکھیں۔

(کاف)۔(۸۱ سے ۸۸) میں وہ ستائے جانے کی وجہ سے وہ خُداوند سے لپٹا رہتا ہے۔ اور کہتاہے کہ اے خُداوند میری جان تیری نجات کے شوق میں غش کھاتی ہے۔ مَیں تیرے قول پر اعتماد رکھتاہوں۔

(لامد)۔(۸۹ سے ۹۶) میں خداند کی تعریف اور شکریہ کرکے اگر تیری شریعت میری خوشی کا باعث نہ ہوتی تو۔ میں اپنی مصیبت میں ہلاک ہو جاتا۔

(میم)۔(۹۷ سے ۱۰۴) میں وہ خُداوند کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ اور کہتاہئے کہ چونکہ تیری شریعت کا شیدہ ہوں مَیں۔ اپنے تمام اعداد پر دانشمندی میں فائق ہوں مَیں۔

(نون)۔(۱۰۵ سے ۱۱۲) میں وہ خُداوند کی شریعت کو نہایت فائدہ بخش دیکھ کر کہتاہے کہ تیرا کلام میرے پاؤں کے لیے چراغ اور میری راہ کی روشنی ہے۔ اور وعدہ کرتا ہے کہ میں تیری صداقت کے انفالوں کو حفظ کرر کھوں گا۔

(سامک)۔(۱۱۳ سے ۱۲۰) میں چونکہ وہ خُداوند کی شریعت سے خاص انس رکھتاہے۔ تمام بدکاروں کو اپنے سے دور رکھتاہے۔

(عین)۔(۱۲۱ سے ۱۲۸) میں عرض کرتا ہے کہ اے خُداوند مجھ کو ظالموں سے محفوظ اور مامون (بے خوف) رکھ۔ کیونکہ وہ خود بھی عدالت کو پیش نظر رکھتاہے۔

(پے)۔(۱۲۹ سے ۱۳۶) خُداوند کی شہادتوں یاد کرکے کہتاہے کہ تیرے کلام کا مکاشفہ روشنی بخشتاہے۔ اور سب سادہ لوگوں کو فہم عطا کرتا ہے۔

(صادے)۔(۱۳۷ سے ۱۴۴) اپنے جذبات وحمیت (غیرت) کا یوں اظہار کرتا ہے کہ میری غیرت مجھے اس لیے کھاگئی کہ میرے دُشمنوں نے تیری باتوں کو فراموش کیاہے۔

(قوف)۔(۱۴۵ سے 152) میں وہ خُداوند پر بھروسہ رکھتاہے۔ اور کہتاہے کہ چونکہ میرا بھروسہ تجھ پر ہے۔ مَیں تیرے حقوق حفظ کروں گا۔ اور تجھ سے عرض بھی کروں گا۔

(ریش)۔(۱۵۳ سے ۱۶۰) میں اس سبب سے کہ اس نے شریعت کو فراموش نہ کیا۔ مصیبت میں خُداوند کی مہربانی اور ترس کا محتاج وطالب ہے اور کہتاہے کہ اے خُدا! مجھ کو اپنی رحمت کے مطابق زندگی بخش۔

(شین)۔(۱۶۱ سے ۱۶۸) میں کہتاہے کہ ان کو جو تیری شریعت رکھتے ہیں۔ بڑا چین ہے۔ اور کسی طرح سے ٹھوکر نہیں لگتی۔

(تاؤ)۔(۱۶۹ سے ۱۷۶) میں کہتاہے کہ جب تو مجھے حقوق سکھائے گا۔ میرے لبوں سے تیری ستائش نکلے گی۔ اور میری زبان تیرے کلام کا چرچا کرتی رہے گی۔ کہ تیرے سب کام صداقت ہیں۔ بعض مفسرین کا گمان ہے کہ یہ زبور مسیح خُداوند کی کمال کاملیت پر دلالت کرتا ہے۔ کہ جس طرح عبرانی ہجہ کے اول وآخر حروف میں کل حروف محدود ہیں۔ اس طرح مسیح میں الوہیت اور انسانیت کی کاملیت اور کمالیت موجود ہے۔ چنانچہ (مکاشفہ ۱:۸) مسیح خود یونانی حروف کے ہجہ کے اول وآخر حروف لے کر اپنی نسبت کہتاہے کہ میں الفا اور اومیگا، اول اور آخر جو ہے اور جو آنے والا ہے۔ قادرِ مطلق ہوں۔

(زبور ۱۲۰)۔ معلات یعنی چڑھنے کا زبور ہے۔ اس زبور سے زبوروں کا نیا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ جو اس وقت استعمال ہوتے تھے۔ جب بنی اسرائیل قافلوں میں سالانہ عیدوں کے لیے یروشلیم کو جاتے تھے۔ اس سلسلے میں (۱۵) یعنی (۱۲۰ سے ۱۳۴) زبور ہیں۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ ان ایام میں یہ (۱۵) زبور ایک چھوٹی کتاب میں مجلد (جلد بندھا ہوا) تھے۔ تاکہ لوگ اسے ہمراہ رکھ سکیں۔ اور اس کو گاتے ہوئے بخوبی سفر طے کریں۔ اور کہ عزرافقیہہ نے ان کو اسیری کے بعد موجودہ صورت میں تالیف کیا تھا۔ یہ سب زبور سوائے (زبور ۱۳۲) سے چھوٹے چھوٹے ہیں۔ اور ایسے دل چسپ ہیں کہ با آسانی ازبر (زبانی یاد) ہوسکتے ہیں۔ ملک اسپین کے ایک مفسر نے ان زبوروں کی نسبت کہا کہ

> **"یہ (۱۵) زبور دوسرے زبوروں کی نسبت ایسے ہیں کہ جیسے باغِ عدن دوسری زمین کی نسبت زیادہ سرسبز و شاداب ہے وخوشنما تھا جاتری لوگ یعنی یہ اسرائیل یروشلیم کو جاتے ہوئے سفر کے موقع پر روانگی (زبور ۱۲۰) گایا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ خواہش مند تھے کہ ان کا سفر بابرکت اور نیک انجام ہو۔ اور وہ اس بات پر افسوس کرتے تھے کہ ان کی سکونت ان لوگوں کے درمیان تھی۔ جن سے وہ روحانی امداد حاصل نہیں کرسکتے تھے۔ ایسی حالت میں وہ یہواہ کو پکارتے تھے۔ اور وہ ان کو جواب دیتا تھا۔ تب وہ روانہ ہوتے تھے۔ اور ہر ایک شخصی طور پر عرض کرتا تھا کہ اے خدا! میری زبان کو جھوٹے ہونٹوں اور دغاباز زبان سے رہائی دے"۔**

اور خود بھی ایسی زبان سے مخاطب ہو کر اسے ملامت کرتا تھا۔ اور اس بات پر کہ مسکن میں سکونت پذیر تھا۔ اور قیدار کے خیموں کے پاس رہتا تھا۔ جو کہ جنگ جو تھے افسوس بھی کرتا تھا۔ الغرض وہ اس سفر میں وہ کامل خوشی و مسرت اور مسکن کی برکات کے حصول کے لیے وہ ظاہری اور باطنی صفائی چاہتا تھا۔

(زبور ۱۲۱)۔ اس میں جاتری سفر کے دوران میں کہتا ہے کہ مَیں پہاڑوں کی طرف آنکھیں اٹھاتا ہوں۔ یعنی چلتا ہوا اپنی آنکھیں پہاڑوں کی طرف اٹھاتا ہوں۔ جن پر شہر یروشلیم آباد ہے۔ جس میں خُداوند کا مسکن ہے۔ یہاں یہواہ سکونت کرتا ہے۔ جاتری بائیں یا دائیں سمت نہیں بلکہ سیدھا اپنے سامنے یہواہ کی طرف دیکھتا ہے۔ کیونکہ اس کی کمک اس کی طرف سے آتی ہے۔ کیونکہ وہی اسرائیل کا محافظ جو ہرگز نہ جاگے گا نہ سوئے گا۔ سو رات کو یا دن کو اسے کوئی ضرر نہ پہنچے گا۔

چنانچہ (٦ سے ٨) آیت میں لکھا ہے۔ دن کو آفتاب سے اور رات کو ماہتاب سے کچھ ضرر نہیں پہنچے گا۔ اور خُداوند ہر ایک برائی سے تیری جان کو محفوظ رکھے گا۔ اور اس وقت سے لے کر ابد تک تیری آمد و رفت میں تیرا نگہبان ہو گا۔

(زبور ۱۲۲)۔ اس میں جاتری اس بات پر اظہارِ مسرت کرتا ہے کہ اس قافلے نے جو کہ یروشلیم کو جارہا تھا۔ اسے مدعو کیا تھا۔ کہ وہ بھی ان کے ہمراہ جائے۔ چنانچہ آیت (۱) میں کہتا ہے کہ جس وقت وہ مجھے کہتے تھے کہ آؤ خُداوند کے گھر جائیں۔ مَیں خوش ہوا۔ معلوم ہوتا کہ جاتری یہواہ کے گھر کی برکات سے خوب واقف و آگاہ ہے۔ کیونکہ وہ اس سے پہلے بھی وہاں گیا تھا۔ اس واسطے وہ یروشلیم کی تعریف میں کہتا ہے۔ کہ وہ اس شہر کی مانند ہے جو خوب باہم پیوستہ ہے۔ اور جس میں فرقے اور یاہ کے فرقے اسرائیل کی شہادت کو چڑھ جاتے ہیں کہ یہواہ کے نام کی ستائش کریں۔ یروشلیم صرف عبادت کا ہی مرکز نہیں تھا۔ بلکہ اس میں عدالت کے تخت داؤد کے خاندان کے تخت رکھے ہوئے تھے۔ آخر وہ یروشلیم کی سلامتی کے لیے دعائے خیر کہتا ہے کہ مَیں خُداوند اپنے خُدا کے گھر تیری طرف سے خیریت کا طالب ہوں۔

(زبور۱۲۳)۔ کسی مفسر نے کہا کہ (زبور ۱۲۰) کا نفسِ مضمون غم میں اُمید۔(زبور۱۲۱) کا مسافرت میں ایمان۔(زبور ۱۲۲) کا محبت اور خوشی۔اور(زبور۱۲۳) کا رحمت کی انتظاری ہے۔

چنانچہ اس کی دوسری آیت میں یہ آیاہے کہ جس طرح غلاموں کی آنکھیں اپنے آقاؤں کے ہاتھوں کی طرف اور لونڈیوں کی آنکھیں اپنی بیبیوں کے ہاتھوں کی طرف جب تک کہ وہ ہم پر رحم نہ فرمائے لگی ہیں۔ تیسری وچوتھی آیات میں جاتری خُداوند سے عرض پرداز ہے۔کہ وہ ان سب پر یعنی قوم اسرائیل پر رحمت فرمائے کیونکہ وہ تحقیر وتضحیک خوب سیر ہوگئے ہیں۔

(زبور۱۲۴)۔ اس کا مضمون ہے۔"یہواہ اسرائیل کا کامل مدد گار" آیات (۱سے ۵) جاتری کہتاہے۔اسرائیل کہیں کہ اگر یہواہ کی توجہ ہماری طرف نہ ہوتی تودشمن ہم کو نگل جاتے ہیں۔ہم غرقاب (پانی میں ڈوبا ہوا)ہوجاتے۔اور اُمڈتے ہوئے پانی ہماری جان پر سے گزر جاتے ہے۔معلوم ہوتاہے کہ ملکِ مصر کی غُلامی سے آزاد ہونے کا کل واقعہ ان کی آنکھوں کے سامنے ہے۔

آیات(۶سے ۸)وہ یہواہ کو اس واسطے مبارک کہتاہے کہ اس نے اسرائیل کو چھٹکارا دیاہے۔اور کہتاہے کہ اس نے ہماری جان کو چڑیاطرح صیاد کے جال سے چھڑایا۔کہ جال ٹوٹ گیااور ہم نکل بھاگے۔یہواہ کی گذشتہ برکات وعنایات اور احسان پر غور کرنا ازبس مفید ہے۔

(زبور۱۲۵)۔ یہ زبور یہواہ پر توکل واعتماد کرنے والوں کا استقلال اور سلامتی یروشلیم کی تشبیہ سے ظاہر کرتاہے۔چنانچہ پہلی دو آیات میں ذکرہے کہ جن کا توکل یہواہ پر ہے۔وہ کوہِ صیحون کی مانند مستقل رہتے ہیں۔یعنی جس طرح وہ پہاڑوں میں گھیرا ہوا ہے۔اور دشمن سے محفوظ ہے۔اس طرح وہ بھی جو یہواہ پر توکل رکھتی ہیں۔اس کی پناہ میں ہر طرح سے محفوظ ومامور رہتے ہیں۔آخر میں مصنف جاتریوں سے عرض کرتا ہے۔کہ بھلے لوگوں اور وہ جو کہ سیدھے دل ہیں بھلائی کرو۔اور وہ جو ٹیڑھی راہ پر بھٹک جاتے ہیں۔انہیں بدکاروں کے ساتھ روانہ کروں اسرائیل کی نسبت وہ کہتاہے کہ اس پر سلامتی ہو۔

(زبور۱۲۶)۔ اس زبور میں اسیر اپنی آزادی ورہائی پر اظہارِ مسرت کرتے ہیں۔ان کی حالت عین پطرس کی اس موقعہ کی حالت کی سی ہے۔جب فرشتہ اس کو قید سے باہر لایا۔اور وہ اس وہم میں تھا کہ خواب دیکھ رہاہے۔رہائی یافتہ لوگ یہواہ جس نے ان سے ایسابڑا سلوک کیاشکر گزاری کرتے اور کہتے ہیں کہ غیر اقوام کے درمیان کہ یہواہ ان سے اس امر کا بڑا نیک سلوک کیا۔چرچا ہوتاہے۔اور عرض کرتے ہیں کہ یہواہ باقی ماندہ تمام اسیروں بھی پھرلائے۔آخر میں مصنف کہتاہے کہ جو آنسوؤں سے بوتاہے وہ خوشی سے گاتاہوا فصل کاٹے گا۔اور خوشی سے پولیاں اُٹھائے ہوئے گھر آئے گا۔

(زبور۱۲۶)۔ سلیمان کازبور معلات۔

بعض مفسر کہتے ہیں کہ یہ زبور سلیمان کی تصنیف نہیں ہے۔گو سرنامے میں اس کے نام وسرنامہ اس سے نامزد ہے۔اس میں ایک محاورات واصطلاحات ہیں۔جو کہ امثال کی کتاب کے محاورات واصطلاحات سے عین مطابقت رکھتے ہیں۔مثلاً(۲۲:۲۲اور ۲۴:۷) آیت۔

نیز یہ زبور (امثال ۱۰: ۲۲) جس میں لکھا ہے کہ خُداوند کی برکت ہی دولت بخشتی ہے۔اور اس پر کچھ مشقت نہیں ٹھہراتا کی تفصیل ہے۔اس طرح گمان گزرتاہے کہ یہ سلیمان کی علیحدہ تصنیف نہیں۔بلکہ اس کی تصنیفات میں سے لیاہوا ہے۔اس کالبِ لباب یہ معلوم ہوتاہے کہ کامیابی کی ہر ایک صورت خُداوند کی طرف سے ہے۔چنانچہ اس کے مطلع میں یہ آیاہے کہ جب خُداوند ہی گھر نہ بنائے توبنانے والے کی محنت عبث ہے۔اور اگر خُداوند ہی شہر کانگہبان نہ ہو توپاسبان کی بیداری عبث ہے۔حاصلات سخت محنت پر موقوف نہیں ہیں۔اور فرزند خُداوند کریم کی طرف سے

میراث ہیں۔وہ مرد مبارک ہے۔ جس نے اپنے گھر کواس سے بھر لیا۔ کیونکہ وہ دُشمنوں کے مقابلے میں پشیمان نہیں ہوگا۔کیونکہ جس طرح کہ اس کی چوتھی آیت میں لکھاہے کہ بچے تیروں کی طرح ہیں۔جو کہ ایک پہلوان کے ہاتھ میں ہوں۔

(زبور۱۲۸)۔یہ زبور بخصوصیت خاندانی ہے۔اس میں ایک خاندان کی تصویر ملتی ہے۔ جس میں سب افراد خُداوند کاخوف رکھتے اور اس کی راہوں پر چلتے ہیں۔اس کنبے کی نسبت لکھاہے کہ وہ اپنے ہاتھوں کی کمائی کھائے گا۔اور اس میں خاوند کی جورو اس تاک کی مانند ہوگی۔جو کہ میوہ سے بھرپور اور باآور ہو۔اور گھر کے ارد گرد پھیلی ہو۔اوراس کے بچے زیتون کے پودوں کی مانند اس کے میز کے ارد گرد ہوں گے۔ مصنف کی طرف سے دُعا ہے۔کہ خُداوند اس کو صیحون کی طرف سے برکت دے۔اور اس کی نسبت پیش گوئی کے طور پر کہتاہے کہ تو یروشلیم کی کامیابی اور اپنے بچوں کے بچے دیکھے گا۔

(زبور۱۲۹)۔اس میں اسرائیل اپنے گزشتہ احوال کا جائزہ لے کر اپنے دُشمنوں کی بدسلوکی یاد کرتا ہے۔اور اس کے مطلع ہی میں کہتاہے میری جوانی سے اُنہوں نے بارہا مجھ کو ستایا اور دُکھ دیا۔ہلواہوں نے میری پیٹھ پر ہل جوتا اور لگھاریاں لمبی کیں اور خُداوند کی تعریف میں وہ کہتاہے۔کہ وہ صادق ہے اور اس نے شریروں کی رسیاں کاٹ ڈالیں۔وہ چاہتاہے کہ وہ سب جو صیحون سے بغض رکھتے ہیں۔ شرمندہ ہوں اور اُلٹے پھریں۔اور چھت کی گھاس کی مانند ہوں جو پیشتر اس کے کہ اکھاڑی جائے۔خشک ہو جاتی ہے۔اور جس سے کہ کاٹنے والا اپنی مٹھی نہیں بھرتا۔اور نہ پولیاں باندھنے والا اپنے دامن کو آخر میں یعنی مقطع میں اسرائیل کہتاہے کہ ہم خُداوند کانام لے کر یروشلیم کے لیے دُعا کرتے ہیں۔

(زبور۱۳۰)۔ایک دفعہ کسی نے مارٹن لوتھر سے سوال کیا کہ زبوروں میں سب سے اعلیٰ کون سازبور ہے۔لوتھر نے جواب دیا کہ "ساہمی پالینی "یعنی کہ پولُس کے زبور۔اور جب سوال ہواکہ وہ کون سے ہیں تواس نے کہ (زبور۳۲، ۵۱، ۱۳۰، ۱۴۳) پولُس کے ہیں کیونکہ ان میں یہ تعلیم ہے کہ گناہوں کا ازالہ اور تلافی، شریعت یا اعمال کے صالح پر نہیں بلکہ ایمان پر مبنی ہے۔اور نادر اور صحیح اور تسلی بخش تعلیم خصوصیت کے ساتھ پولُس کی ہے۔اس نے سکھایا کہ ہم فضل ہی سے بچیں گئے۔نجات، ثواب اور کارِخیر پر نہیں۔ بلکہ فضل اور صرف فضل ہی پر موقوف ہے۔بعض لوگ خود مانتے ہیں کہ تیرتھ اور حج میں ثواب ہے۔لیکن اسرائیل جاتری جو کہ یروشلیم کی طرف سفر کرتاہے۔اس بات کا قطعی منکر ہے۔اور کہتاہے کہ اے خُداوند میں گہرائیوں میں سے تجھے پکارتاہوں۔کیونکہ ازالہ ذنوب (گناہ کی معافی) تجھ ہی سے ہو سکتاہے۔اس زبور میں دوحصے ہیں۔

حصہ اول۔(ا سے ۴) میں وہ شخص جو کہ اپنی گناہ آلودگی، معلوم کرتاہے۔ملتمس ہے اور زاری سے پکارتاہے کہ اے خُداوند میری آواز سن اور میرے منت کی آواز پر کان متوجہ ہوں۔اگر تو گناہ کا حساب لے تو کون کھڑا رہے گا۔ سو وہ فضل کا محتاج اور طالب ہے۔اور کہتاہے کہ اے خُداوند تیرے پاس۔مغفرت ہے تاکہ لوگ تیرا خوف رکھیں۔

حصہ دوئم۔(۴ سے ۸) آیت میں وہ کہتاہے کہ مَیں خُداوند کا منتظر ہوں اور میری جان اس کی انتظاری کرتی ہے۔مجھے اس کے کلام کا بھروسہ ہے۔اور میری پاسبانوں کی بانسبت جو صبح کے منتظر ہوتے ہیں زیادہ خُداوند کا انتظار کرتی ہے۔وہ اسرائیل کو مزید تاکید کرتاہے۔کہ وہ خُداوند پر توکل کریں۔کیونکہ رحمت اس کے پاس ہے۔اور اس کے پاس کثرت سے مخلصی ہے سو وہ اسرائیل کو رہائی دے گا۔

(زبور۱۳۱)۔داؤد کا زبور معلات۔یہ۔بچوں کا زبور ہے۔ مسیح نے شاگردوں سے فرمایا تھا کہ "مَیں تم سے سچ کہتاہوں کہ اگر تم لوگ توبہ نہ کرو اور چھوٹے بچوں کی مانند نہ بنو تو تم آسمان کی بادشاہت میں ہرگز داخل نہ ہوں گے"۔(مقدس متی ۱۸: ۳)۔

اس زبور میں متعدد خواص کا بیان ہے جو کہ بچوں میں خصوصیت سے پائے ہیں۔ اوران کے واسطے موجب برکت ہوتے ہیں۔ مثلاً **فروتنی** بچوں کی فروتنی میں بلند پائیگی کا خیال مقصود ہوتا ہے۔ اس زبور کے مطلع یعنی آیت اول میں لکھاہے کہ اے خُداوند میرا دل مغرور نہیں۔ اور مَیں بلند نظر نہیں ہوں۔ مَیں دقیق (گہرے، پوشیدہ) معاملات اور ان میں جو کہ میرے لیے عجوبہ ہیں دخل نہیں کرتا۔ بچوں میں عین اطاعت اور فرمانبرداری ہوتی ہے۔ یہ صفت اکثر مصیبت سے پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ خُداوند مسیح نے اذیت سے ہی سیکھی۔ دیکھو (عبرانی ۵:۸) میں لکھاہے کہ "اگرچہ وہ بیٹا ہے تو بھی اس نے ان دکھوں سے جو اس نے اٹھائے فرمانبرداری سیکھی"۔ منصف اس زبور میں کہتاہے کہ مَیں اس بچے کی مانند ہوں جس کا دودھ چھڑایا گیا ہو۔ مَیں نے اپنے جی کو ٹھنڈا کیا تو اسے اقرار ہوا جس طرح کہ دودھ چھڑائے ہوئے بچے کو ہوتا۔ جو کہ اپنی ماں کے پاس ہوتا ہے۔ مقطع (زبور کا آخری شعر) میں قوم اسرائیل کو ہدایت ہے کہ اس دم سے ابد تک خُداوند پر توکل کر۔

(زبور ۱۳۲)۔ یہ زبور سلسلہ معلات میں سب سے لمبا زبور ہے۔ اس کا مقصد تصنیف یہواہ کو اس کے صیحون کو برکت دینے کا وعدہ یاد دلانا ہے۔ اوراسرائیل کا قابلِ برکت ہونا دکھلاناہے۔ اس میں دوحصے ہیں۔

حصہ اول۔ آیات (۱سے ۱۰) میں اسرائیل خود کو برکت کا مستحق سمجھتاہے۔

حصہ دوئم۔ آیات (۱۱سے ۱۸) میں یہواہ کی طرف سے اس کا جواب ہے۔ حصہ اول میں دوخاص باتیں ہیں۔

(1) (۱سے ۵) آیات میں داؤد کا جو کہ اسرائیل کا بادشاہ تھا۔ منت ماننے کا بیان ہے۔ جس میں یہواہ کے ساتھ اس کی وفاداری ظاہر کی گئی ہے۔ داؤد نے چاہا کہ وہ یہواہ کے لیے گھر بنائے چنانچہ ان آیات میں کہتاہے کہ یقیناً میں رہنے کے ڈیرے میں نہ جاؤں گا۔ اور پلنگ کے بچھونے پر نہ چڑھوں گا۔ جب تک کہ یہواہ کے لیے ایک مکان نہ اوریعقوب کے القادر کے لیے ایک مسکن نہ بناؤں۔

(2) آیات (۶ سے ۱۰) میں عہد کے صندوق کے لیے اسرائیل کا تفکر دیکھایا گیاہے۔ وہ کہتے ہیں کہ دیکھو ہم نے اس کی خبر فراتا میں سُنی۔ ہم نے اس کو بیابان کے میدانوں میں پایا۔ اس پر یہواہ کو دعوت دی گئی ہے کہ اُٹھالاے یہواہ تو اور تیرے عہد کا صندوق اپنی آرام گاہ میں داخل ہو تیرے کاہن صداقت سے ملبس ہوں اور تیرے مقدس لوگ خوشی سے للکاریں۔ پھر دُعا ہے کہ خُداوندا اپنے داؤد کی خاطر اپنے چہرے کو نہ پھیرے۔

حصہ دوئم۔ کی آیات گیارہ اور بارہ میں یہواہ اسرائیل کو وعدہ وفائی یاد دلانے کو کہتاہے کہ مَیں نے سچائی سے داؤد کے لیے قسم کھائی ہے۔ سو بے وفائی نہ کروں گا۔ مَیں تیرے پیٹ کے پھل میں سے کسی کو تیرے تخت پر بٹھاں گا۔ اور اگر تیرے لڑکے میرے عہد کو اور میری شہادت کو حفظ کریں توان کے لڑکے بھی ابد تک تیرے تخت پر بیٹھے چلے جائیں گے۔

آیات (۱۳ سے ۱۸) میں ذکر ہے کہ یہواہ نے صیحون کو پسند کیا۔ اور اسے چن لیا کہ وہ اس کے لیے مسکن ہو۔ اور کہا کہ میرے چین کا یہ ابدی مکان ہے۔ مَیں اس میں بسوں گا کہ مَیں اس پر راغب ہوں۔ اس کے اسباب مال میں بہت برکت دوں گا۔ اس کے مسکینوں کو روٹی سے سیر کروں گا۔ اوراس کے کاہنوں کو نجات کالباس پہناؤں گا۔ اور اس کے مقدس لوگ خوشی سے للکاریں گے۔ وہاں میں ایسا کروں گا کہ داؤد کے لیے ایک سینگ پھوٹ نکلے گا۔ مَیں نے اپنے مسموح کے لیے ایک چراغ تیار کرر کھاہے۔ اور خجالت کو اس کے دُشمن کالباس کروں گا۔ لیکن اس کے سر پر اس کا تاج چمکتارہے گا۔

(زبور ۱۳۳)۔ داؤد کا زبور معلات۔

اس زبور میں ان لوگوں کی تعریف ہے۔ جو کہ یروشلیم میں جمع ہو کر محبت کے بود باش کرتے ہیں۔ جاتری اس نظارہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہے۔ اور اس یگانگت کی تعریف میں کہتا ہے کہ دیکھو! کیا خوب اور سہانی بات ہے کہ بھائی ایک ساتھ بودوباش کریں۔ یہ سب لوگ مختلف ممالک اور ملکِ کنعان کے مختلف حصوں سے آئے تھے۔ ایسی جماعت کی ایک تصویر (اعمال ۹:۲۔ ۱۱) میں ہے۔ کہ یہاں ان اقوام اور ممالک کے نام کہ جن میں سے وہ درج ہیں۔ یعنی کہ پارتھی،۔مادی۔ عیلامی کے رہنے والے۔ مسوپتامیہ۔ کپدوکیہ۔ پنطس۔ ایشیا کے فروگیہ۔ پمفولیہ۔ مصر اور لبوا کے اس حصے کے باشندے جو کہ کرینی علاقوں ہیں۔ اور رومی مسافر اور یہودی مرید اور کرینی اور عرب سب کے سب محبت اور اطمینان کے ساتھ رہتے ہیں۔ جاتری یروشلیم میں پہنچ کر اور یہ سب کچھ دیکھ کر اس حالت کو عطر اور حرموں کی اس سے تشبیہ دے کر کہتا ہے کہ یہ اس امنگ ملے عطر کی مانند ہے کہ جو کہ سر پر ڈالا جائے اور با کر دار پر ہی بلکہ ہارون کی ڈاڑھی سے ہو کر اس کے پیراہن کے گریبان تک پہنچے۔ اس سے یہ سب اہالیانِ یروشلیم کا یہواہ کی خدمت کے لیے مخصوص ہونا مراد ہے۔ پھر ذکر ہے کہ جس طرح کوہِ حرمون کی اوس زمین کو شاداب اور زرخیز بناتی ہے۔ اس طرح مسیحی محبت مسیحی جماعت یک جہتی اور کامیابی کا باعث ہے۔ کیونکہ ایسی محبت والی جگہ کی نسبت خُداوند نے برکت اور حیاتِ ابدی کا حکم فرمایا ہے۔

(زبور ۱۳۴)۔ یہ معلاتی سلسلے کا آخری زبور ہے معلوم ہوتا ہے کہ سب جاتری یروشلیم سے معراجعت (بلندی) کے موقع پر ان کو خدمت گزاروں کو جو کہ رات کو خداوند کے حضور خدمت میں کھڑے رہتے تھے تاکید کرتے ہیں کہ یہواہ کے سب بندوں جو کہ رات کو یہواہ کے گھر کھڑے رہتے ہو یہواہ کو مبارک کہو۔ چاہیے کہ وہ جو ہمیشہ یہواہ کے گھر میں رہتے ہیں۔ اس استحقاق کے لیے یہواہ کی شکر گزاری کریں۔ اس تاکید کے جواب میں وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہواہ جو آسمان اور زمین کا خالق ہے تجھے صیحون میں سے برکت بخشے۔

(زبور ۱۳۵)۔ یہ ہالیلویاہ کا زبور ہے۔ اس میں خاص طور پر یہواہ کی تعریف کی ستائش کی گئی ہے اور ان سب کو جو کہ اس کے گھر اور اس کی باگاہوں میں کھڑے رہتے ہیں تاکید ہے کہ یہواہ کی ستائش کریں۔ اور اس کی کئی ایک وجوہات بیان ہیں۔ مثلاً

(1) (۱ سے ۳) آیات میں یہواہ اپنی ذات ہی سے تعریف کے لائق اور مستحق ہے۔ وہ نیک ہے اور اس کی تعریف کرنا پسند ہے۔

(2) (۴ سے ۱۲) آیات میں اس کا شاہانہ اختیار دکھایا گیا ہے۔ اور بیان ہے کہ یہواہ نے یعقوب کو اپنے لیے چُن لیا۔ اور اسرائیل کو اپنے خاص خزانے کے لیے منتخب کیا ہے۔ وہ بزرگ ہے اور جو کچھ اس نے چاہا سو آسمان زمین دریاؤں اور گہراؤں میں کیا۔ اس نے مصر کے پہلوٹھوں کو مارا۔ فرعون اور اس کے کل خدمت گزاروں کو عجیب و غریب کام دکھلائے۔ اس نے بڑی بڑی قوموں کو مارا اور زبردست یعنی اموریوں کے بادشاہ سیحون اور بسن کے شاہ عوج اور ملکِ کنعان کی کل مملکتون کو قتل کیا۔ اور ان کی زمین اپنے لوگوں کو میراث میں دی۔

آیات (۱۳۔ ۱۴) میں یہواہ کی تعریف ہے۔ کہ وہ ابدی ہے۔ اور اس کا ذکر پشت در پشت رہے گا۔ کیونکہ وہ اپنے لوگوں کا انصاف کرے گا۔ اور اپنے بندوں کی حالت کی وجہ پچھتائے گا۔

آیات (۱۵ سے ۱۸) میں غیر اقوام کے بتوں کی کیفیت بیان کی گئی ہے کہ ان کے بنانے والے بھی ان ہی کی مانند ہیں۔ اور ہر ایک جن کو ان کا بھروسہ ہے۔ ایسا ہی ہے۔ اسرائیل اور ہاررن اور لاوی کے گھرانوں کو اور ان سب کو جو کہ یہواہ سے ڈرتے ہیں۔ تاکید ہے کہ یہواہ کو مبارک کہیں۔ آخر میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہواہ صیحون میں مبارک ہے۔ وہ یروشلیم میں بستا ہے۔ ہالیلویاہ۔

(زبور ۱۳۵۔۱۳۶)۔ زبور میں یہواہ کے لوگوں کی نسبت ایک خواہش ہے کہ وہ یہواہ کی ستائش کریں اور (۱۳۶) میں خواہش ہے کہ اس کے لوگ اس کی شکر گزاری کریں۔ اور اس کے کئی ایک سبب بتائیں گئے ہیں۔

(1) یہواہ بھلاہے اور اس کی رحمت ابدی ہے اور الہٰوں کا الوہیم ہے اور اس کی شفقت ابد تک ہے (ا سے ۳)۔

(2) وہی اکیلا بڑے عظیم کام کرتا ہے (آیت ۴)

(3) اس نے نہایت خوش اسلوبی اور کاملیت کے ساتھ کائنات خلق کی اور یہ کام دانائی سے ہوا ہے (آیت ۵ سے ۹)۔

(4) اس نے اسرائیل کو غلامی سے رہائی دی اور قوی ہاتھ اور بڑھائے ہوئے بازوں سے چھڑایا (آیات ۱۰ سے ۱۵)۔

(5) اس نے عجیب طریق سے اس کی پرورش فرمائی۔ بیابان میں اس نے ان کی رہنمائی کی اور نامور سلاطین جان سے مارے اور ان کی سرزمین میراث میں بنی اسرائیل کو دی (آیات ۱۶ سے ۲۲)۔

(6) اس نے ان کی راندہ (دھتکارہ ہوا، خارج) اور پستی میں اس کو یاد فرمایا اور دشمنوں سے رہائی دی (آیات ۲۳ سے ۲۴)۔

(7) وہ جانداروں کو بھول نہیں جاتا۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک کا روزی رساں ہے (آیت ۲۵)۔

(8) وہ آسمانوں کا خُدا سب سے عالیٰ اور قوی ہے اور اس سب پر مسلط ہے۔ سو اس کی شکر گزاری ضروری ہے (آیت ۲۶)۔

(زبور ۱۳۷)۔ یہ زبور اسرائیلی اسیروں کا اس وقت کا ہے۔ جب وہ اسیر ہو کر کے ملک بابل میں پہنچائے گئے تھے۔ اس وقت ان کے اسیر کرنے والوں نے ان سے کہا کہ وہ صیحون کے گیتوں میں سے کوئی ایک گائیں۔ اس زبور میں ان کی ایک عجیب تصویر ہے۔ ہم ان کو بابل کی ندیوں کے کنارے بیٹھے دیکھتے ہیں۔ وہ مغموم (غم زدہ) ہیں۔ اور صیحون اپنے ملک کی یاد میں روتے ہیں۔ اور اس کی بربطیں اور موسیقی کے ساز بید کے درختوں سے لٹک رہے ہیں۔ یہ معلوم نہیں کہ ملک چار دریاؤں یعنی افراط، دجلہ، اولائی اور خیبور میں سے جس کا ذکر بائبل میں ہوا ہے۔ کون سے دریاؤں پر وہ بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ مغموم نظر آتے ہیں۔ اور اپنے ستانے والوں کو جو چاہتے تھے کہ وہ خوشی منائیں۔ جواب دیتے ہیں کہ ہم یہواہ کے گیت غیر ملک میں کیونکر گائیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہیں ہر حالت خوش رہنا بلکل نہیں سیکھا۔ اور ادوم کی مخالفت یاد کرتے اور اُن پر لعنت کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ یروشلیم کی بربادی پر راضی تھے۔ عبدیاہ نبی کی کتاب میں ان کی مخالفت کی خوب تفصیل ہے۔ چنانچہ (عبدیاہ ۱:۱۰) میں لکھا ہے اس قتل کے باعث اور اس ظلم کے سبب جو تو نے اپنے ہاں یعقوب پر کیا ہے۔ تو خجالت سے ملبس ہو گا۔ اور ابد تک نیست رہے گا۔

آیات (۵ اور ۶) میں وہ سب یروشلیم سے اپنی محبت ظاہر کرتے ہیں۔ اور ان میں ہر ایک یہ کہتا ہے کہ اے یروشلیم مَیں تجھ کو بھول جاؤں تو ایسا ہو کہ میرا دہنا ہاتھ اپنا ہنر بھول جائے۔ اور اگر مَیں تجھ کو یاد نہ رکھوں۔ اور اپنی عزیز تر خوشی سے زیادہ نہ جانوں تو میری زبان میرے تالوں سے چمٹ جائے۔ آیات (۷ سے ۹) میں وہ ادوم اور بابل کی بدسلوکی کے باعث ان پر لعنت کرتے ہیں چاہتے ہیں کہ خُدا خود اِن سے انتقام لے۔

(زبور ۱۳۸)۔ یہ داؤد کا زبور ہے اس سے آٹھ زبوروں کا ایک سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ جو (زبور ۱۳۸ سے ۱۴۵) تک باسلسلہ یکے بعد دیگرے آتے ہیں۔ اس کا نفسِ مضمون (۲۔ سموئیل ۷ باب ۲۸) آیات کا وعدہ ہے جو یہواہ نے داؤد سے فرمایا کہ نجات دینے والا اس کی نسل سے پیدا ہو گا۔ اس وعدے کی بنا پر سزا بھی جو کہ سانپ کو ملی جب کہ اس نے حوا کو بہکایا اور خُدا نے اس پر لعنت کی کہ عورت کی نسل اس کو کچلے گی۔ اس زبور کی چابی دوسرے سموئیل کے ساتویں باب میں ہے۔ اس میں تین حصے ہیں۔

حصہ اول۔(۱۔۳) آیات میں قابل مصنف خدا سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ مَیں اپنے سارے دل سے تیری ستائش کروں گا۔ الہٰوں کے آگے تیری رحمت اور سچائی کے سبب تیری ثناخوانی کروں گا۔ کیونکہ اس ایک وعدے سے تو نے اپنے نام کو اپنے سب عجیب اور قدرت والے سے زیادہ عزت اور جلال بخشا ہے۔

بے شک خُداوند نے بنی اسرائیل کو مصر کی غلامی سے رہائی بخشی۔ اور اپنے نام کو عزت دی۔ لیکن اس کے بیٹے کے تجسم سے اس کو زیادہ عزت ملی جب کہ اس نے اس کے وسیلے سے اپنے سب برگزیدہ لوگوں کو رہائی بخشی۔

حصہ دوئم:(۴سے ۶) آیات میں مصنف کہتا ہے کہ کسی بادشاہ نے اس سے پیشتر ایسی خوشخبری نہیں پائی تھی کہ جب یہ وعدہ پورا ہاگا تو ساری دنیا کے لوگ فراہم ہوں گے کہ یہواہ کے لوگ فراہم ہوں گے کہ یہواہ کی ستائش کریں۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ اے خُداوند زمین کے سب بادشاہ تیرے منہ کا کلام سنیں گے۔ اور تیری ستائش کریں گے یہاں وہ خُدا کی راہوں میں گائیں گے کہ خُداوند کا جلال بڑا ہے وہ بلند ہے اور پست پر توجہ کرتا اور مغروروں کو دور سے پہچانتا ہے۔

حصہ سوئم۔ آیات(۷سے ۸) میں مصنف عرض کرتا ہے کہ یہواہ اس کے لیے اس کے کام کو انجام دے یعنی کہ یہواہ اسے بچائے اور اسے ترک نہ کرے۔ مصنف اس عجیب وعدے کے لیے خُداوند کی ستائش کرتا ہے۔

(زبور۱۳۹)۔ داؤد کا زبور۔ اس میں یہواہ کی چند صفات بیان ہوئی ہیں۔ مصنف دکھاتا ہے کہ یہواہ ہمہ دان ہے اور ہر جگہ حاضر ہے اور قادرِ مطلق ہے۔ مصنف محسوس کرتا ہے کہ یہواہ نے سراسر گھیر لیا ہے۔ یعنی کہ وہ اس کے اوپر نیچے اور باہر بھیتر ہے۔ اور کہ وہ بغیر یہواہ کے مطلقاً کچھ نہیں کر سکتا۔ اس کی فعل مختاری بھی قائم اور بحال رہتی اور یہواہ بطور ایک مالک رحیم کے اس پر حکومت کرتا ہے۔ اس زبور میں چار حصے ہیں۔

حصہ اول۔ آیات(۱سے ۶) میں مصنف یہواہ کی ہمہ دانی اور اس کے علیمِ کل ہونے کا بیان کرتا ہے کیونکہ وہ معلوم کرتا ہے کہ یہواہ نے اس کو بخوبی پہچان لیا ہے۔ سو وہ کہتا ہے کہ تو اے یہواہ تو مجھ کو جانتا اور پہچانتا ہے۔ تو میرا اٹھنا اور بیٹھنا جانتا ہے۔ تو میرے اندیشے کو دور سے یعنی پیشتر اس سے کہ وہ میرے دل میں آئے۔ دریافت کرلیتا ہے۔ اس طرح یہواہ کی صفات کا بیان ہے۔ چھٹی آیت میں وہ کہتا ہے کہ ایسا عرفان میرے لیے ایک عجوبہ ہے۔ وہ بلند ہے اور مَیں اس تک پہنچ نہیں سکتا۔

حصہ دوئم۔ آیات(۷سے ۱۳) میں مصنف یہواہ کے ہر جگہ پر ہونے کا ذکر کرتا اور کہتا ہے کہ وہ ہر کہیں موجود ہے۔ اور تسلیم کرتا ہے کہ وہ کسی طرح بھی اس سے بھاگ نہیں سکتا۔ اور کہتا ہے کہ اگرچہ مَیں آسمان پر چڑھ جاؤں۔ تو اے یہواہ تو وہاں ہے۔ اگر مَیں اپنا بستر پاتال میں بچھاؤں گا۔ تو دیکھ تو وہاں بھی ہے۔ اگر صبح کے پنکھ لگا کر سمندر کی انتہا میں جا رہوں۔ تو وہاں بھی تیرا ہاتھ مجھے لے چلے گا۔ اور تیرا ہاتھ مجھے سنبھالے گا۔ کہ تاریکی مجھے چھپا نہ سکے گی۔ کیونکہ یہواہ کی حضوری کے سامنے تاریکی ٹھہر نہیں سکتی اس کی تجلی کے سامنے وہ کافور ہو جاتی ہے۔

حصہ سوئم۔ آیات(۱۳سے ۱۸) میں منصف کہتا ہے کہ یہواہ کا علیم کل اور ہر جگہ حاضر ہونا اس کی قدرت مطلق پر منحصر ہے۔ کہ وہ انسان سے اس باعث سے واقفیت رکھتا ہے۔ اس نے اس کو خلق کیا بدن کی وجہ سے وہ یہواہ کی ستائش کرتا اور کہتا ہے کہ اے یہواہ تیری آنکھوں نے میرے بے ترتیب مادے کو دیکھا اور تیرے سب دفتر میں یہ سب چیزیں لکھی ہوئی ہیں۔ اور ان کے دنوں کا حال بھی اسی وقت جب کہ ان میں سے کوئی بھی تحریر نہیں ہوا کہ وہ کب وجود میں آئیں گی۔

حصہ چہارم۔ آیات(۱۹سے ۳۴) میں مصنف اس وجہ سے کہ وہ یہواہ کی صفات سے واقف ہے۔یہواہ کے سب دشمنوں سے کینہ رکھتاہے۔اور اس خیال سے کہ شاید اس میں بھی کچھ کسر ہو پکار کر کہتاہے کہ اے یہواہ مجھ کو جانچ اور میرے دل کو جان اور مجھ کو آزما۔اور میرے اندیشوں کو پہچان۔دیکھے کہ مجھ میں کوئی دردانگیز عادت ہے کہ نہیں۔اور مجھ جواب دہ راہ میں چلا۔

(زبور۱۴۰)۔ داؤد کا زبور سردار مغنی کے لیے۔

اس میں ایک راستباز شخص کو شریروں میں گھیرا ہوا دیکھتے ہیں۔وہ کامل اطمینان میں ہے۔اور شریروں کی رسوائی اور اپنے بچاؤ کا منتظر ہے۔اس کے توکل اور اطمینان کی وجہ اس کا توکل ہے۔جو کہ وہ یہواہ پر رکھتاہے۔اس میں چار حصے ہیں۔کیونکہ لفظ"سلاہ"سے ایک دوسرے سے جُدا ہوئے ہیں۔لفظ سلاہ(زبور۸۹) میں استعمال ہوا ہے۔اور اس کے بعد اس زبور میں ہے۔چنانچہ ان پچاس زبوروں میں جو کہ(۸۹اور۱۴۰) کے درمیان ہیں یہ لفظ نہیں آتا۔اس کی کوئی خاص وجہ معلوم نہیں قریباً کل(۴۰)زبوروں میں یہ لفظ ہے۔

حصہ اول۔ آیات(۱سے ۳) میں مصنف یہواہ سے دعاگو ہے کہ اسے ان شریروں سے رہائی دے جن سے وہ گھیرا ہوا ہے کیونکہ سانپوں کی مانند وہ اپنی زبانیں تیز کرتے ہیں۔اور ان کے ہونٹوں کے تلے افعی کا ظاہر ہے۔(سلاہ)

حصہ دوئم۔ آیات(۴سے ۶) میں مصنف رہائی کے واسطے یہ کہہ کر دُعا کرتا ہے کہ مغرروں نے چھپ کر میرے لیے پھندے اور رسیاں تیار کیں ہیں۔انہوں نے رہ گزر میں جال بچھایا ہے۔انہوں نے میرے لیے دام لگائے ہیں۔(سلاہ)

حصہ سوئم۔ آیات(۶سے ۸) میں مصنف خُداوند کو اپنا شخصی نجات دہندہ تسلیم کرکے اس سے عرض کرتا ہے کہ وہ شریر کے مطلب کو پورا نہ کرے۔بلکہ اس کے برے منصوبوں کو انجام تک پہنچنے نہ دے۔تاکہ وہ سر نہ اٹھائے۔(سلاہ)۔

حصہ چہارم۔(۹سے ۱۳) آیات میں وہ عرض کرتا ہے کہ اے خُدا جنھوں نے مجھے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔ان سے ایسا کر کہ ان کے ہونٹوں کی زناکاری ان ہی کے سر پر آپڑے۔اور وہ یہواہ کی طرف مخاطب ہو کر اپنے یقین کا دعویٰ کرتا ہے۔وہ مظلوموں کا انصاف کرے گا۔اور مسکینوں کا بدلا لے گا۔اور کہتاہے کہ تب صادق لوگ فی الحقیقت تیرا نام لے کر شکر گزاری کریں گے۔اور راستباز سکونت کریں گے۔

(زبور۱۴۱)۔ داؤد کا زبور۔ اس زبور کی نسبت مفسرین کہتے ہیں کہ اس کا مطلب صفائی کے ساتھ عیاں نہیں ہے۔تو بھی مصنف کی دُعا کا مقصد یہ معلوم ہوتاہے۔کہ ہر طرح کے بُرے کام سے بچا جائے۔اور خود کو خُدا کی بادشاہت میں استعمال کیا جائے۔یہ زبور تین حصوں میں منقسم ہے۔

حصہ اول۔ آیات(۱سے ۴) میں مصنف دُعا کرتاہے کہ اس کی دُعا بخور کی طرح خُدا کے حضور پہنچائی جائے۔اور کہتاہے کہ میرے ہاتھوں کا اُٹھانا شام کی قربانی کی مانند ہو۔اور عرض کرتا ہے کہ وہ اپنے ہونٹوں سے قصور نہ کرے۔اور اس غرض سے وہ خُداوند سے یہ دُعا کرتا ہے کہ اے خُداوند! میرے منہ پر نگہبان بٹھا۔میرے ہونٹوں کے درازوں کی دربانی کر میرے دل کو کسی بُری بات کی طرف مائل نہ ہونے دے۔کہ وہ بدکاروں میں شامل ہو کر بدکاری نہ کرے۔

حصہ دوئم۔ آیات(۵سے ۶) میں وہ کہتاہے کہ اگر صادق مجھ کو مارے تو وہ مہربانی ہے۔اور اگر وہ مجھ کو تنبیہ دے تو میرے لیے سرکا روغن ہے۔اگر وہ دوبارہ بھی کرے تو میرا سر اس سے انکار نہ کرے گا۔بلکہ جب کہ وہ مصیبت میں گرفتار ہو تو مَیں اس کے لیے دُعا مانگوں گا۔

حصہ سوئم۔ آیات(۷ سے ۸) میں وہ دعویٰ کرتا ہے کہ اگرچہ دشمن ہم پر غالب بھی آئے تو بھی میری آنکھیں تیری طرف لگی رہیں گی۔ میرا توکل تجھ پر ہے۔ تو مجھ کو اس جال سے بچا جو انہوں نے میرے لیے بچھایا اور بدکاروں کے جالوں سے بھی۔

(زبور ۱۴۲)۔ مشکیلِ داؤد اس موقع کی دُعا ہے کہ جب وہ مغارہ میں تھا۔(۱۔ سموئیل ۲۲ باب ا آیت اور ۲۴) سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دو دفعہ غاروں میں پناہ گیر ہوا۔ پہلی بار ادولام میں اور دوسری دفعہ عین جدی کے غار میں۔ اس زبور سے یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ اس وقت وہ کس مغارہ میں تھا۔ صرف اس قدر معلوم ہے کہ مغارے میں اس نے دُعا مانگی اور ساؤل کے ہاتھ سے عجیب ڈھنگ سے بچ گیا۔ وہ پولُس اور سیلاس کی مانند تھا جنھوں نے قید میں گیت گائے۔ اور قید خانے کے دروازے ان کے لیے کھل گئے۔ اس زبور میں کوئی خاص حصہ نہیں۔ داؤد تنگی اور خطرے میں پڑ کر دُعا کرتا ہے اور بچایا جاتا ہے۔ اس نے دُعا مانگنے سے پیشتر اپنی طرف سے کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو پایا۔ چنانچہ اس کی (۴ اور ۵) آیات میں مرقوم ہے کہ مَیں نے اپنے دہنے ہاتھ پر نگاہ کی اور دیکھا مگر کوئی نہ پایا۔ جو مجھ کو پہچانتا ہو۔ مجھے کہیں پناہ نہ ملی۔ کوئی میری جان کا حال پوچھتا نہیں۔ تب مَیں خداوند کے حضور چلایا اور اس سے کہا کہ تو میری پناہ گاہ ہے۔ میری روح کو قید سے رہائی بخش۔ تاکہ تیرے نام کی ستائش ہو۔ تب صادق لوگ میرے آس پاس جمع ہوں گے جب تو مجھ پر احسان کرے گا۔

(زبور ۱۴۳)۔ یہ زبور بھی داؤد کا ہے۔ یہ نادمی زبوروں کا آخری زبور ہے۔ اور قدیم نسخوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس کی تصنیف اس وقت ہوئی جب داؤد ابی سلوم کی بغاوت کے ایام میں یروشلیم سے بھاگا۔ اس زبور میں نہ مصنف حفاظت ور ہنمائی اور معافی کے لیے یہواہ سے ملتمس ہے۔ اس کو یقین ہے کہ گناہ کے سبب اس پر یہ مصیبت آئی اور وہ شرمندہ ہو کر کہتا ہے کہ یہواہ اس کو راستی میں لے چلے۔ اس زبور میں دو حصے ہیں۔

حصہ اول۔ آیت (۱ سے ۶) یہ حصہ خاص کر فریادی آیت (۱ سے ۲) میں مصنف یہواہ کی توجہ اپنی طرف کھینچنا چاہتا ہے۔ اس واسطے نہیں کہ وہ اس کو عدالت میں لائے بلکہ وہ اس پر رحمت کرے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ اپنے بندے کو اپنے ساتھ عدالت میں نہ لا۔ کیونکہ کوئی انسان جیتی جان تیرے حضور کھڑا نہیں رہ سکتا۔

آیات (۳ سے ۶) وہ دشمن کی شکایت کر کے کہتا ہے کہ وہ میری جان کے پیچھے پڑا ہے۔ کہ اس نے میری زندگی کو خاک پر پائمال کیا۔ اس نے مجھ کو اس کی مانند جو مدت سے مر گیا ہو تاریکی میں بٹھایا ہے۔ اس لیے میرا جی اداس ہو گیا ہے۔ اور مَیں اپنے ہاتھ تیری طرف بڑھاتا ہوں۔ کیونکہ میری روح خشک زمین کی مانند تیری پیاسی ہے۔ (سلاہ)

حصہ دوئم۔ آیات (۷ سے ۱۲) مصنف اپنی التماس پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے یہواہ جلد میری سن کہ میری روح تمام ہونے پر ہے۔ مجھ سے منہ نہ موڑ نہیں تو مَیں ان کی مانند ہو جاؤں گا جو گڑھے میں گرتے ہیں۔ صبح کے وقت اپنی شفقت کی آواز سنا کیونکہ میرا توکل تجھ پر ہے۔ اور اپنی راہ کہ جس میں چلو مجھے بتا کیونکہ مَیں اپنی روح کو تیری طرف اُٹھاتا ہوں۔

آخری آیت میں وہ دشمن سے رہائی پانے کے واسطے پھر دُعا کرتا ہے کہ مجھ کو اپنی مرضی کی راہ دکھلادے اور کہتا ہے کہ تیری نیک روح مجھ کو راستی کے ملک میں لے چلے۔ اس سبب سے مَیں تیرا بندہ ہوں ان سب کو جو میرے جی کو دُکھ دیتے ہیں نابود کر۔

(زبور ۱۴۴)۔ اس زبور کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہواہ کی تعریف کی جائے۔ اس سبب سے اس نے بادشاہ کو اس قابل کیا کہ وہ اپنے سب دُشمنوں کو مغلوب کرے۔ اور رعایا کے امن وایمان کا باعث ہو۔ یہ زبور دو حصوں میں منقسم ہے۔

حصہ اول۔ آیات(۱ سے ۱۱) یہ حصہ اور زبوروں سے منتخب ہوا ہے۔ آیت اول میں مصنف یہواہ کو جو اس کی چٹان ہے۔ مبارک کہتا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ اس نے میرے ہاتھوں کو جنگ کرنا سکھایا اور انگلیوں کو لڑنا سکھایا ہے۔ پھر اپنی ذاتی ناقابلیت کا خیال کرکے اور یہوواہ کی طرف مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ اے یہواہ انسان کیا ہے کہ تو اسے یاد فرمائے ؟ اور آدم زاد کون ہے جو تو اسے کچھ شمار کرے ؟

آیات(۵ سے ۱۱) میں وہ اپنے دُشمنوں کی بربادی اور اپنی رہائی کے لیے یہوواہ سے ملتمس ہے۔

حصہ دوئم۔ آیات(۱۲ سے ۱۵) میں وہ اپنے دُشمنوں کی بربادی کے نتائج بیان کرتا ہے۔ کہ رعایا خوش وخرم ہو گی۔ اور ہمارے بیٹے اپنی جوانی میں پودوں کی مانند اور ہماری بیٹاں زاویہ کی گھڑیوں کی مانند ہوں گی۔ جو کہ محل کے اندازہ سے خوش تراش ہوں۔ اور کہ ہمارے مسکن مالا لال ہوں گے۔ اور گائے بیل اور بھیڑ بکریاں بکثرت ہوں گی۔ اور ہمارے بازاروں میں کسی طرح کی نالش نہ ہوں گی۔ اور آخر میں وہ کہتا ہے کہ مبارک ہے وہ گروہ جس کا یہ حال ہے۔ مبارک ہے وہ گروہ جس کا خُداوند ہو۔

(زبور ۱۴۵)۔ داؤد کا ثناخوانی کا زبور۔ یہ حروفِ تہجی کا آخری زبور ہے۔(۹، ۱۰، ۲۵، ۳۴، ۳۷، میں وہ ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۹، ۱۴۵) حروفِ تہجی کے زبور ہیں۔(زبور ۱۴۵) تہلیم یعنی ثنا یا حمد کا گیت کہلاتا ہے۔ عبرانی زبان میں زبور کی کتاب تہلیم یعنی ثنا کی کتاب کہلاتی ہے۔ یہودیوں نے اس زبور کی بہت قدر کی۔ اس کی نسبت تالمود میں مذکور ہے۔ کہ اگر کوئی داؤد کی تہلیم تین مرتبہ روز سنائے تو اس کو روز تیقن(یقین) ہو سکتا ہے کہ وہ خُدا کی بادشاہت کا فرزند ہے۔ اس لیے اس زبور کی قدر صرف تہجی زبور ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ اس واسطے ہے کہ اس میں ظاہر کیا گیا ہے کہ خدا کی پروردگاری میں کل مخلوق شامل ہے۔

تہجی زبور ہونے کے باوجود اس زبور میں کل(۲۱) آیات ہیں صرف نو کسی وجہ سے حذف ہیں۔ یہ زبور خاص الخاص تعریفانہ ہے۔ اور ستائش کے زبوروں سلسلے کا شروع ہے۔ جو کہ(۱۵۰) زبور پر ختم ہوتا ہے۔ اس میں یہواہ کی ستائش اس کی شاہانہ حیثیت اور اس کی حکومت کے سبب سے کی جاتی ہے۔ اس میں کوئی خاص حصہ نہیں۔ بلکہ یہ کی نسبت چار خاص باتوں کو پیش کرتا ہے۔ جن کے سبب اس کی خوانی ہوتی ہے۔

(۱ سے ۶) آیات میں یہواہ کی ذاتی خوبیاں پیش ہیں چنانچہ آیات(۳ سے ۴) میں ذکر ہے کہ یہواہ بزرگ ہے۔ اور نہایت ستائش کے لائق ہے۔ اور اس کی بزرگی تحقیق سے بالاتر ہے اور لکھا ہے کہ ہر ایک پشت دوسری پشت سے تیرے کاموں کی ستائش کرے گی۔ اور تیری قدرتوں کا بیان کرے گی۔

آیات(۷ سے ۱۰) میں یہواہ کے احسان کی رحمت کی تعریف ہے۔ چنانچہ آٹھویں آیت میں آیا ہے کہ یہواہ مہربان اور رحیم ہے غصہ کرنے میں دھیما اور شفقت میں بڑھ کر ہے۔ آیت دس میں لکھا ہے کہ تیری ساری دستکاریاں تیری ثناخوانی کرتی ہے۔ اور تیرے مقدس لوگ تجھ کو مبارک باد کہتے ہیں۔

آیات(۱۱ سے ۱۳) میں اس کی سلطنت کی نسبت کہا گیا ہے کہ تیرے مقدس لوگ تیری سلطنت کا بیان کرتے اور تیری قدرت کا چرچا کرتے ہیں۔ تا کہ آدم زاد پر تیری قدرت اور تیری سلطنت کی جلیل شوکت ظاہر کرے۔ تیری بادشاہت ابدی ہے۔ اور تیری حکومت پشت در پشت قائم رہتی ہے۔

آیات(۱۴ سے ۲۱) میں یہواہ کی پروردگاری اور اس کی صداقت کا بیان ہے۔ چنانچہ پندرھویں آیت میں لکھا ہے کہ سب کی آنکھیں تجھ پر لگی ہیں۔ تو انہیں وقت پر اُن کو روزی دیتا ہے۔

(آیت ۱۷) میں لکھا ہے کہ یہوواہ اپنی کل راہوں میں صادق اور سب کاموں میں رحیم ہے۔(۲۱) آیت میں مصنف کہتا ہے کہ میرا منہ یہوواہ کی ستائش کا مضمون کہے گا۔ہاں ہر ایک بشر اس کے مقدس نام کو مبارک کہا کریں۔

(زبور۱۴۶)۔ یہ ہالیلویاہ کا زبور ہے۔اور دیگر زبوروں کی مانند سے شروع اور ختم ہوتا ہے۔اس سے ہالیلویاہ کا آخری سلسلہ شروع ہوتا ہے۔جس میں زبور کی کتاب کے آخری پانچ زبور ہیں۔اس زبور کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی بہبودی یہوواہ پر یقین رکھنے سے ہے۔اس کے مضمون میں متفرق حصے نہیں ہیں۔اس میں صرف یہوواہ کی تعریف ہے۔مصنف اس کی ایک اور دو آیات میں اپنا ہی ذکر کرتا ہے۔اور اپنی جان کو کہتا ہے کہ یہواہ کی تعریف کر نیز دعوے کرتا ہے کہ جب تک مَیں جیتا ہوں تب تک مَیں یہوواہ کی ستائش کروں گا۔اور جب تک موجود ہوں اس کی ثنا خوانی کروں گا۔

آیات (۳سے ۵) میں وہ کہتا ہے کہ امیروں پر اور آدم زادوں پر توکل نہ کرو۔کہ ان میں نجات دینے کی طاقت نہیں ہے۔کہ جس وقت ان کا دم نکل جاتا ہے تو وہ اپنی مٹی میں پھر جاتے ہیں۔اور اس دن ان کے منصوبے فنا ہو جاتے ہیں۔اور کہتا ہے کہ مبارک ہے وہ جس کی کمک یعقوب کا خدا ہے اور جس کا توکل یہواہ اس کے خُدا پر ہے۔آیات (۶ سے ۹) میں وہ نو وجوہات پیش کرتا ہے۔جن کے باعث یہوواہ ہی پر توکل اور بھروسہ رکھنا ضرور ہے۔

وہ پیدا کنندہ ہے اور ہمیشہ اپنی سچائی کو برقرار رکھتا ہے۔
وہ مصنف اور دردمند ہے۔وہ مظلوموں کا انصاف کرتا ہے۔اور بھوکوں کو روٹی دیتا ہے۔
وہ اسیروں کو چھڑاتا ہے۔
وہ خیر اندیش ہے۔
وہ اندھوں کی آنکھیں کھول دیتا ہے۔
یہواہ ان کو جو خم دار یا پست ہو گئے ہیں۔سیدھا کھڑا کرتا ہے۔
وہ صادقوں کو عزیز رکھتا ہے۔
وہ پردیسوں کا نگہبان ہے اور یتیموں اور بیواؤں کو سنبھالتا ہے۔
یہواہ ابد تک سلطنت کرے گا۔ہاں تیرا خُدا اے صیحون پشت در پشت۔ہالیلویاہ۔

(زبور۱۴۷)۔ یہ زبور بھی ہالیلویاہ سے شروع اور ختم ہوتا ہے۔بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ زبور بمعہ (زبور ۱۴۸، ۱۴۹اور ۱۵۰) کے اس وقت تصنیف ہوا جب کہ یروشلیم شہرپناہ تیار ہو گئی۔اور تقدیس کے وقت لاویوں کو ان کی سب جگہوں سے ڈھونڈتے تھے کہ انہیں یروشلیم کو لائیں۔خوشی اور شکر گزاری اور سرود اور طبلے اور بربط شہرپناہ کی تقدیس کریں۔گانے والوں کے بیٹے ہر کہیں سے یروشلیم میں فراہم ہوئے تھے۔(نحمیاہ ۱۱: ۳۷)۔

اس زبور میں یہواہ کی ستائش کے لیے تین بلاہٹیں ہیں۔

آیات (۱سے ۶) میں کہا گیا ہے کہ یہواہ کی ستائش کرو۔کہ ہمارے خُدا کی ثناخوانی کرنا بھلا ہے۔اس واسطے کہ وہ ہر دل عزیز ہے۔اس کی ستائش کرنا شائستہ ہے۔یہوواہ یروشلیم کو تعمیر کرتا ہے۔وہ اسرائیل کے بچھڑے ہوؤں کو جمع کرتا ہے۔وہ شکستہ دلوں کا علاج کرتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

آیات(۷ سے ۱۱)میں یہ کہ اس کی ستائش اس لیے کی جائے کہ وہ فائدہ عام کو مدِ نظر رکھ کر آسمان پر بدلیوں کا پردہ ڈالتاہے۔جو کہ زمین کے لیے مینہ تیار کرتا ہے۔جو پہاڑوں پر گھاس اُگاتا ہے جو بہائیم اور کوؤں کے بچوں بھی جو چلاتے ہیں روزی مہیا کرتا ہے۔

آیات(۱۲ سے ۲۰)میں یروشلیم کو دعوت دی گئی ہے کہ وہ یہوواہ کی ستائش کریں۔وہ ان سے مخاطب ہو کر کہتاہے کہ اے یروشلیم اس نے تیرے دروازوں کے بینڈوں کو مضبوطی بخشی۔اور تجھ میں تیرے بچوں کو برکت بخشی اور وہ تیری اطراف میں امن بخشااور تجھ کو ستھرے سے ستھرے گیہوں سے آسودہ کرتا ہے۔وہ اپناکلام یعقوب پر اور اپنے حقوق اور عدالتیں اسرائیل پر ظاہر کرتا ہے۔اس نے کسی قوم سے ایسا سلوک نہیں کیااور نہ کوئی اس سے آگاہ ہوا۔ہالیلویاہ۔

(زبور۱۴۸)۔یہ بھی ہالیلویاہ کا زبور ہے اس میں کل مخلوقات یعنی آسمان اور زمین طلب کیے جاتے ہیں۔کہ یہوواہ کی ستائش کریں۔نہ صرف جاندار بلکہ بے جان اشیاء بھی مدعو ہیں۔کہ وہ اس حمد و ثنا میں شریک ہوں یہ باتیں ظاہر کرتی ہیں۔مصنف کا دل ثنا سے بھرا ہوا ہے۔اور وہ خواہش مند ہے کہ یہوواہ کی ستائش کی جائے۔وہ وقت آتا ہے کہ جب کل موجودات انسان کے ساتھ مل کر نجات کی خوشی میں شریک ہوں گی جس طرح کہ وہ آدم زاد کی برگشتگی پر اس کی لعنت میں شریک ہوئی۔

حصہ اول۔آیات(۱ سے ۶)میں آسمان طلب ہیں کہ یہواہ کی ستائش کریں فرشتگان،سورج،چاند،ستارے اور آسمانوں کا آسمان اور پانی جو آسمانوں کے اوپر ہے۔سب کے سب طلب کیے گئے ہیں کہ یہوواہ کی ستائش کریں۔اس لیے کہ وہ سب کے سب اس سے خلق کیے گئے ہیں۔اور ان کا قائم رہنااس پر منحصر ہے۔

حصہ دوئم۔آیت(۷ سے ۱۲)میں سب کچھ زمین پر ہے اور آسمندر میں ہے۔یعنی آگ،اولے،برف،بخارات،ہوا،پہاڑ،ٹیلے،پھل دار درخت،سب دیودار،سب جانور،کیڑے مکوڑے پردار چڑیاں،سب لوگ،بادشاہ،شہزادے،قاضی جوان مرد کنواریاں اور سب کے سب طلب کیے ہیں۔کہ یہوواہ کے نام کی ستائش کریں۔

حصہ سوئم۔آیات(۱۳ سے ۱۴)میں اس کی ستائش کے اسباب بیان کیے ہیں۔لکھاہے کہ وہ یہوواہ کے نام کی ستائش کریں۔کیونکہ اس کا نام اکیلاعالی شان ہے۔اس کا جلال زمین اور آسمان کے اوپر پھیلاہے۔اور کہ وہی اپنے لوگوں کو سینگ کو بلند کرتا ہے یہی اس کے پاک لوگوں بنی اسرائیل یعنی اس قوم کی جو اس کے نزدیک ہے۔شوکت ہے۔ہالیلویاہ۔

(زبور۱۴۹)۔اس زبور میں یہواہ کی بلاہٹ ہے کہ وہ اس کی ستائش کریں اور اس کے لیے ایک نیا گیت گائیں کہ اس کی روح لوگوں کو پاک کرے کہ اسرائیل اپنے خالق سے شادمان ہوئے اور بنی صیحون اپنے بادشاہ کی وجہ سے خوشی کریں۔کلیسیا کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زبور عام معنوں میں سمجھا گیا۔کلیسیانے یہ زبور مسیحی لوگوں کو جنگ کے واسطے متحرک کرنے کے لیے استعمال کیا۔چنانچہ۔۔۔ کیسپر سیوپس(CASPER SCIOPIUS)نے اس زبور کے ذریعے سے رومن کیتھولک کلیسیا کو لوتھر کے ایام میں ترغیب دی۔کہ پروٹسٹنٹ لوگوں سے لڑائی کریں۔کیونکہ کلیسیا مستحق ہے کہ سب قوموں پر حکمرانی کریں۔چنانچہ(۶)سالہ جنگ چھڑ گئی ہے۔نیز انہیں دنوں میں تھامس منظر (THOMAS MUNZAR)نے بیپٹسٹ لوگوں کو اُبھارا کہ وہ رومن کیتھولک اور دیگر مسیحی کلیسیاؤں سے لڑائی کریں۔اور اپنے فرقہ کو قائم کریں۔اور اس کا نتیجہ زمینداروں کا جنگ کہلایا پولُس نے کیاخوب کہاہے کہ ہم جسم میں چلتے ہیں۔ہم جسم کے طور پر نہیں لڑتے۔اس لیے کہ ہماری لڑائی کے ہتھیار جسمانی نہیں(۲۔کرنتھیوں ۱۰:۳۔۴)۔

اس زبور میں ساری کلیسیا طلب کی گئی ہے کہ خوشی کرے اور یہوواہ کے نام کی ستائش کرتے ہوئے ناچیں اور طبلہ اور بربط سے اس کی ثنا خوانی کرے۔ کیونکہ خُداوند اپنے لوگوں سے خُوش ہوتا ہے۔ وہ صیحون کو نجات کی راہ بخشتا ہے۔ جسمانی جنگ جو مسیحی ان آخری آیات کو اپنی سند سمجھ کر اسے جسمانی ہتھیار سے لڑنے کی خیال کرتے اور پولُس کی ہدایت کا خیال نہیں رکھتے۔ اس لیے کہ وہ ان کی مرضی کے موافق نہیں ہے۔ خُدا کی بادشاہت کھانا پینا نہیں ہے۔ بلکہ راستی اور سلامتی اور روح القدس سے خوش وقتی ہے۔ ہالیلویاہ۔

(زبور۱۵۰)۔ یہ زبور ہالیلویاہ سے شروع ہوتا ہے۔ اور ہالیلویاہ سے اس کے ساتھ زبور کی کتاب ختم ہوتی ہے۔ اس میں ہر ایک سانس لینے والی چیز سے طلب کیا گیا ہے کہ خُداوند کی ستائش کرے۔ اس کی آیت اول میں بتایا گیا ہے کہ اس کی ستائش کہاں کی جائے۔ یعنی کہ اس کے مقدس میں اور اس کی قدرت کی فضا میں دوسری آیت میں اس کی ستائش کرنے کی وجہ یوں بیان کی گئی ہے۔ اس کی قدرتوں اور اس کی بزرگی کے سبب اس کی ستائش کرو۔

آیات (۳سے ۶) میں ذکر ہے کہ کس طرح اس کی ستائش کی جائے یعنی کہ قرنائی پھونکتے ہوئے۔ بربط چھیڑتے ہوئے طبلہ بجاتے اور ناچتے ہوئے۔ تاروں والے ساز اور بانسریاں بجاتے ہوئے۔ بلند آواز والی جھانجھ بجا کر ہر ایک چیز جو سانس لیتی ہے۔ یہواہ کی ستائش کرے۔ ہالیلویاہ۔ کسی مفسر نے کہا کہ اس زبور میں دس قسم کے باجوں کے نام ہیں۔ اور ان دس اقسام میں تمام اقوام کے ساز شامل ہیں۔ یعنی کہ ہر ایک قوم بجاتی ہوئی گانے والوں کے گروہ میں شریک ہو گی۔ اور وہ سب ہم نوا اور ہم آہنگ ہوں گے۔ اور یہ اس میں بارہ (۱۲) دفعہ کہا گیا ہے۔ یہوواہ کی ستائش کرو جس سے مراد ہے کہ اسرائیل کے بارہ (۱۲) فرقوں کو الگ الگ تاکید گی گئی ہے۔ خُدا کرے کہ ہم بھی گانے بجانے والے گروہ میں شامل ہوں۔ آمین۔ ثم آمین۔

تمت / تمام شد

(خورشید پریس گوجرانوالہ میں باہتمام ماسٹر غضنفر علی چھپا)

نور الہدیٰ

امثال کی کتاب

سوال۔1:۔ امثال کی کتاب کے مصنف کا نام اور احوال بیان کریں؟

جواب:۔ امثال (۱باب ۱) آیت میں لکھا ہے کہ داؤد کے بیٹے بنی اسرائیل کے بادشاہ سلیمان کی امثال گویا امثال سلیمان کے نام سے کہلاتی ہے۔ تو بھی یہ اس کی طبع آزاد تصنیف نہیں ہے۔ بلکہ اس نے ملہم ہو کر خُدا اسے دانائی حاصل کی البتہ وہ دانائی کے سبب تمام دُنیا میں شہرہ آفاق ہوا۔ لیکن سلاطین کے تیسرے باب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دانش اس کی مساعی (کوششیں) کا نتیجہ نہ تھی۔ بلکہ خُدا داد برکت تھی۔ چنانچہ (سلاطین ۳باب ۷سے ۱۴) آیت میں سلیمان کی یہ دُعا ہے۔ کہ اے خُداوند خُدا تو نے اپنے بندے کو میرے باپ دادا کی جگہ بادشاہ کیا۔ مگر میں ہنوز لڑکا ہوں۔ باہر جانے اور پھر آنے کا طور نہیں جانتا۔ اور تیرا بندہ تیرے بندوں کے بیچ ہے۔ جنہیں تو نے چن لیا وہ لوگ بہت اور غیر عابد ہیں۔ کثرت کے باعث اس کا شمار نہیں ہو سکتا۔ سو تو اپنے بندے کو ایسا سمجھنے والا دل عطا کر کہ مَیں لوگوں کی عدالت کرنے میں نیک وبد میں امتیاز کر سکوں کہ تیری اتنی بھاری قوم کا انصاف کون کر سکتا ہے۔ چنانچہ یہ بات خُداوند کو پسند آئی۔ کہ سلیمان نے یہ چیز مانگی اور خُداوند نے اسے کہا کہ چونکہ تو نے یہ چیز مانگی اور عمر کی درازی نہ چاہی اور نہ اپنے لیے دولت کا سوال کیا اور نہ اپنے دشمنوں کے نابود ہونے کی دُعا چاہی۔ بلکہ اپنے لیے عقل مانگی تا کہ عدالت میں خبر دار ہو۔ سو دیکھ مَیں نے تیری باتوں کے مطابق عمل کیا ہے۔ دیکھ مَیں نے ایک عاقل اور سمجھ دار دل تجھ کو دیا ہے۔ ایسا کہ تیرا مثل تجھ سے آگے نہ ہوا۔ اور نہ تیرے بعد ہو گا۔ اور مَیں نے تجھ کو اور کچھ بھی دیا ہے۔ جو تو نے نہیں مانگا۔ یعنی اور دولت اور عزت ایسی کہ بادشاہوں میں سے تمام عمر کوئی تجھ سا نہ ہو گا۔ اگر تو میری راہوں پر چلے گا۔ اور میرے قوانین حفظ کرے گا۔ جس طرح کہ تیرا باپ دادا چلتے رہے۔ تو مَیں تیری عمر دراز کروں گا۔ (۱۔سلاطین ۴باب ۲۹ سے ۳۴) آیات میں آیا ہے کہ خُدا نے اس دانش اور خرد بے حد عطا کی۔ اور دل کی وسعت بھی عطا کی ایسی جیسی کہ سمندر کی ریت جو کہ سمندر کے کنارے پر ہو۔ اور سلیمان کی دانش کل اہلِ مشرق اور مصر کی ساری دانش سے کہیں زیادہ تھی۔ اس لیے کہ وہ سب آدمیوں سے یعنی ازراخی ایتان اور ہیمان اور کل کُول اور دردع سے جو بنی محول تھے۔ زیادہ دانا تھا۔ اور گردوپیش کی ہر ایک قوم میں اس کا نام پہلا تھا۔ اس نے تین ہزار امثال کہیں اور اس کے گیت ایک ہزار پانچ تھے۔ اس نے درختوں کی کیفیت بیان کی سرو کے درخت سے جو لبنان میں تھا۔ اس زوفے تک جو دیواروں پر اُگتا ہے۔ اور پرندوں اور چارپائیوں اور رینگنے والوں اور مچھلیوں کا حال بیان کیا اور سب لوگوں اور بادشاہوں جن تک اس کی دانش کی شہرت پہنچا تھا۔ اس کی حکمت سننے کو آئے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا کہ سلیمان دانش میں بے مثل تھا۔ لہٰذا اس کی امثال قابلِ غور و مطالعہ ہے۔

سوال۔2:۔ امثال کی کتاب کی تعریف کریں؟

جواب:۔ امثال در حقیقت عبرانی دانائی یعنی کمال کا مجموعہ ہے۔ کیونکہ اس میں ہر نوع کی دینی و دنیوی اخلاق و بزمی کی مفید تعلیم موجود ہے۔ جو کہ ہر صیغہ اور ہر عمر کے لوگوں کے لیے یکساں مفید ہے خواہ وہ عمر رسیدہ ہوں یا کم سن دولت مند ہوں یا مفلس۔ حاکم ہوں یا محکوم۔ سب کے سب اس کتاب سے فہمید (عقل و فہم) اور راہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ اس سلیمان کے کل گیت اور امثال ہی نہیں ہیں۔ بلکہ صرف وہی جو کچھ کہ انسان کے اخلاق، سیرت، فرائض اور برتاؤ سے تعلق رکھتا ہے۔ یعنی کہ اس کی تصنیفات کا انتخاب ہے۔ چنانچہ (امثال ۲۵باب ۱) آیت میں لکھا ہے کہ یہ بھی سلیمان کی امثال ہیں۔ جن کی نقل شاہ یہوداہ حزقیاہ کے لوگوں نے کی تھی۔ اس سے یہ بات بھی عیاں ہے کہ زبور کی کتاب کی طرح یہ بھی مختلف مروجہ زبانوں میں ترجمہ اور تالیف ہوئی۔ خیال ہے کہ یہ کتاب سلیمان کی آخری زندگی میں تصنیف ہوئی اور کہ کئی ایک اشخاص نے اس کی تصنیفات میں سے

لے کر اِسے کتاب کی صورت میں مرتب مجلد کیا۔ یہ کتاب شاہ خورس سے چار سو ساٹھ سال اور سکندرِ اعظم سے چھ سو ساٹھ سال پہلے لکھی گئی۔ ملکِ یونان میں کئی ایک حکیم مثلاً سقراط، افلاطون اور ارسطو ہوئے ہیں۔ جنہوں نے اپنے علم کی وجہ سے بہت شہرت پائی مگر سلیمان ان سب پر بہت فوقیت رکھتا ہے۔

سوال۔3:۔ سلیمان کی امثال کی خصوصیات بیان کریں؟

جواب:۔ مثل ایک چھوٹا اور مختصر جملہ ہے۔ جس کا مفہوم و مطلب زبان اور الفاظ کی وضاحت میں عیاں ہوتا ہے۔ اور فہم و تفہیم کے واسطے انسانی فکر و ادارک کا متقاضی (تقاضا کرنے والا) ہوتا ہے۔ وہ سبق آموز اور موثر ہوتا ہے۔ سلیمان کی امثال میں دو امثال میں دو خاصیتیں ہیں۔

حصہ اول۔ امثال کا مصنف خُدا کو سب علوم کا منبع تسلیم کرتا اور کہتا ہے کہ انسان کو دانش خُدا شناسی سے حاصل ہوتی ہے۔ نیز کہ انسان کا سب سے اول کام یہ ہے کہ وہ خُدا کو پہچانے جیسے کہ (امثال ۹ باب ۱۰) آیت میں آیا ہے کہ خُداوند کا خوف دانائی کا شروع ہے۔ اور قدوس کی پہچان فہمید ہے۔ خُدا علوم سے پہچانا نہیں جاتا۔ بلکہ دانش مند بننے کے لیے خُدا کی پہچان کی ضرورت ہے۔ خُدا محض زندگی ہی کا سرچشمہ نہیں۔ وہ زندگی کو سب خوبیوں سے مزین و مرتب کرتا ہے۔

حصہ دوئم۔ سلیمان یہ بھی بیان کرتا ہے کہ عبادت میں جو کہ خُدا کی منظورِ نظر ہو۔ انسانی فرائض کی ادائیگی بھی ہے۔ یعنی کہ انسان اسی وقت خُدا کی عبادت کر سکتا ہے جب کہ پہلے وہ ایک دوسرے کے فرائض باہمی ادا کرے۔ کیونکہ ہر نوع کی ناپاکی اور راستی خُدا کے سامنے نفرت انگیز ہے۔ سو وہ انسان جو بدی کی پیروی کرتا ہے وہ خُدا کے حضور جانے کے قابل نہیں اور اس کی دُعا بھی مقبولیت پذیر نہیں ہوتی۔ سلیمان ان الفاظ میں یہ بات ظاہر کرتا ہے کہ علمِ اخلاق میں علمِ الٰہی بھی شامل ہے۔ اور وہ ایک دوسرے سے الگ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ امر محال ہے۔ کہ ہم خُدا سے پیار اور اس کی مخلوق سے دُشمنی اور بدسلوکی کریں۔ اکثر علماء دنیا علمِ الٰہی کو دیگر علوم سے الگ کرتے ہیں۔ لیکن سلیمان یہ ظاہر کرتا ہے کہ سب علوم ایک ہی چشمے سے نکلتے ہیں۔ لہٰذا وہ ایک ہی ہیں۔

چنانچہ دنیاوی علوم اس لیے ناقص ہیں کہ وہ اصلی نہیں ہیں۔ بلکہ تمام و کمال نقلی ہیں۔ لہٰذا وہ پائیدار بھی نہیں وہ علم جو خُدا کی طرف سے ہے اصلی ہے۔ اور وہی ہماری زندگی میں جزو لازمی جزو لاینفک (وہ حصہ جو جُدا نہ ہو سکے) بن جاتا ہے۔ اوراس سے جُدا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کو زیبائش (سجاوٹ) دیتا ہے۔

سوال۔4:۔ اس کتاب کا خاص مقصد کیا ہے؟

جواب:۔ اس کا مقصد (امثال ۴ باب ۱ سے ۴) آیات میں مذکور ہے کہ دانائی اور تادیب سیکھنے کو اور تمیز کی باتیں سمجھنے کو۔ عقل کی تربیت پانے کو صداقت عدالت اور ساری راستی بوجھنے کو۔ سادہ لوگوں کو ہشیاری دینے کے لیے اور جوان کو دانش اور امتیاز سیکھنے کے لیے اس کا مطالعہ کرنا نہایت ضروری ہے۔ انسان صرف خُدا کے فرائض کو ادا کرے۔ بلکہ اپنے ہم جنس کے حقوق بھی۔ چنانچہ اس کتاب کا خاص مقصد یہ ہے کہ یعنی ہر ایک انسان اپنی زندگی ایسے طور پر بسر کرے کہ وہ اس کے لیے برکت کا سبب ہو۔ اور دوسرے لوگوں کا فائدہ بھی اس سے نکلے۔ خُدا کے حقوق انسانی فرائض سے جُدا نہیں ہیں بلکہ باہم و گر لازم و ملزوم ہیں۔

سوال۔5:۔ امثال کن خاص لوگوں کو ہدایت کرتی ہے۔

جواب:۔ امثال کی کتاب درج ذیل لوگوں کو خاص ہدایت کرتی ہے۔ یہ سادہ لوح، دانش مندوں اور نادنوں کو یکساں ہدایت کرتی ہے۔ سلیمان کا خاص منشا یہ ہے کہ سادہ لوگ اور دانشمند انسان بھی آراستہ اور اصلاح یافتہ ہو جائیں۔ اور عقل مندی میں ترقی کرتے ہوئے اپنی زندگی خُدا کی مرضی کی بجا آوری میں صرف کریں۔ نیز یہ کہ جوان اپنی جوانی کے دنوں کو ان کوموں سے جن میں اس کی پچھلی زندگی کمزوری اور تباہی واقع ہوتی ہے بچائے رکھے۔ مثلاً وہ اپنے آپ کو شراب خوری، بری صحبت، ناپاکی، دروغ گوئی اور چوری سے بچا رکھے اور غورو فکر سے اپنی راہ کی خبر گیری کرے۔ سلیمان تاکید کرتا ہے کہ وہ ایسی باتوں سے اجتناب کرے۔ اور خُدا کا خوف رکھتے ہوئے ہم جنس انسان سے پیار کرے۔ اور پاک دامنی، فروتنی، صبر وانکساری اختیار کرے۔ اور محنت سے اپنا گزرا کرے۔ سلیمان اس کتاب میں دانائی اور صداقت پر بہت زور دیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ زبان کی بڑی خبر داری کرنی چاہئے۔ چونکہ صادق کی زبان چوکھی چاندی ہے۔ اور شریروں کا دل کم قیمت ہے۔ صداقوں کے ہونٹ بہتوں کو کھلاتے ہیں۔ مگر جاہل لوگ بے دانشی سے مرتے ہیں۔ چنانچہ (امثال ۱۰باب ۲۰ سے ۲۱ اور ۲۱ باب ۲۳ آیت) میں لکھا ہے کہ وہ جو اپنے منہ اور زبان کی نگہبانی کرتا ہے وہ اپنی جان کو دق دیواروں سے بچاتا ہے۔ دل کی حفاظت کی نسبت یہ آیا ہے کہ اپنے دل کی بڑی حفاظت کر۔

کیونکہ زندگانی کے ایام اسی کے سبب سے ہیں (امثال ۴باب ۲۳ آیت)۔

نوٹ:۔ یہ کتاب مسیحیوں کے لیے ازبس کہ مفید اور موزوں ہے۔ اس کا مطالعہ غورو فکر سے کرنا چاہیے۔ تاکہ رہنمائی اور دانش حاصل ہو۔ ان امثال کی دل چسپی نظم کی موزوں عبارت سے دوبالا ہو گئی ہے۔ اگر اس کا ترجمہ اُردو میں بھی نظم ہی میں ہو۔ تو زیادہ دل چسپ اور مفید ہو گا۔

سوال۔6:۔ سلیمان نے جوانوں کے لیے کون سی باتیں پیش کی ہیں جو ان کے لیے لازمی ہیں؟

جواب:۔(1)۔ والدین کی فرمانبرداری (امثال ۱باب ۸) آیت میں کہتا ہے کہ "اے میرے بیٹے اپنے باپ کی بات کا شنوا ہو۔ اور اپنی ماں کی تاکید کو ترک مت کر" اور (امثال ۴باب ۱۰) آیت میں وہ کہتا ہے کہ "اے میرے بیٹے میری سن۔ اور میری باتیں مان تو تیری عمر کے برس بہت ہوں گے"۔ یہ آیت پانچویں حکم پر دلالت کرتی ہے۔ (امثال ۶باب ۲۰ سے ۲۳) آیت۔ میں آیا ہے کہ "اے میرے بیٹے باپ کے حکم کو حفظ کر۔ اور اپنی ماں کی تاکید کو مت چھوڑ۔ انہیں ہمیشہ اپنے دل میں باندھ رکھ۔ اور انہیں اپنی گردن پر باندھ لے کہ جب تو کہیں جائے گا تو وہ تیری رہبری ہو گی۔ اور جب تو سوئے گا تو وہ تیری نگہبانی کرے گی۔ اور جب تو جاگے گا تو وہ تجھ سے باتیں کرے گی۔ کہ حکم چراغ ہے۔ اور تاکید نور ہے۔ اور تربیت کی ملامت زندگی کی راہ ہے"۔

(2)۔ صداقت اس لیے ضروی ہے کہ صادق لوگ خُدا کی حفاظت میں رہتے ہیں چنانچہ (امثال ۱۰باب ۳) آیت میں آیا ہے کہ "خُداوند صادقوں کی جان بھوک سے ہلاک نہ ہونے دے گا"۔ اور (۱۰باب ۲، ۷ اور ۱۱) آیات میں لکھا ہے کہ صادق کے سر پر برکتیں ہیں۔ اور صادق کا ذکر بھی برکت کے لیے ہو گا۔ کہ صادق کا منہ زندگانی کا چشمہ ہے۔ (۱۰باب ۳۰) آیت میں یوں فرماتا ہے کہ "صادقوں کو کبھی جنبش نہ ہو گی لیکن شریر ہرگز زمین پر کبھی نہ رہے گا"۔ پھر (۱۱باب ۳۰) آیت میں فرماتا ہے "صادق پھل جو ہے۔ سحر زندگی کا درخت ہے۔ اور جو نیکی سے دلوں کو مولیتا اور فریفتہ کرتا ہے دانا ہے"۔

چستی۔ (امثال ۱۰باب ۴) آیت میں سلیمان کہتا ہے کہ "وہ جو ڈھیلے ہاتھوں سے کام کرتا ہے۔ کنگال ہو جائے گا۔ پر محنتی کا ہاتھ دولت پیدا کرتا ہے"۔ اور (۱۲باب ۲۴) آیت میں کہتا ہے کہ "محنتی آدمی کا ہاتھ حکمران ہو گا۔ مگر سست آدمی خراج گزار رہے گا"۔ پھر (۱۸باب ۹) آیت میں

کہتا ہے کہ "وہ جو سستی کرتا ہے فضول خرچ کا بھائی ہے"۔اور (۶ باب ۶ سے ۸) آیات میں کہتا ہے کہ "اے کاہل آدمی چیونٹی کے پاس جا۔اس کی روشیں دیکھ اور دانائی حاصل کر کہ اس کا کوئی سردار جا حاکم نہیں پر اس کے باوجود بھی وہ خورش اور دروں میں خوراک جمع کرتی ہے"۔

خوش اخلاقی، زناکاری، ہر طرح کی ناپاکی، بد دیانتی، بے وفائی، دغابازی، فریب، چوری اور دروغ گوئی سے وہ مجتنب(اجتناب کرنے والا، پرہیز برتنے والا) ہو۔ کیونکہ یہ ساری باتیں خُداوند کے حضور میں نفرت انگیز ہیں۔اور آدمی کو مجتنب لعنتی بناتی ہیں۔

راست روی۔(امثال ۶ باب ۱۶ سے ۱۹) آیات میں سلیمان فرماتا ہے کہ "خُداوند کو چھ چیزوں سے نفرت ہے۔سات ہیں جن اس کی جان کو نفرت ہے۔اونچی آنکھیں، جھوٹی زبان، بے گناہ کا خون بہانے والے ہاتھ، دل جو برے منصوبے باندھتا ہے، پاؤں جو جلد برائی کے لیے دوڑتے ہیں، جھوٹا گواہ جو جھوٹ بولتا ہے اور وہ جو بھائیوں کے درمیان جھگڑا برپا کرتا ہے۔

سوال۔7:۔امثال کی کتاب کی تقسیم کریں اور حصوں کی تفصیل کرو؟

جواب:۔امثال کی کتاب میں پانچ حصے ہیں۔

حصہ اول۔(پہلے ۹ ابواب) میں ہے۔اس میں تین خاص باتیں ہیں۔

(باب ۱ آیات ۱ سے ۶) میں کتاب کا دیباچہ ہے۔جس میں مصنف کا نام عہدہ اور اس کی تصنیفات کے فوائد درج ہے۔

باب اول کی ساتویں آیت سے باب ساتویں آیت کے اخیر تک الٰہی دانائی کی طرف سے ایک عمدہ اور دل چسپ واعظ ہے۔جس میں باپ اپنے بیٹے کو خُدا کی اخلاقی حکومت کی نسبت تعلیم دیتا ہے۔شروع میں باپ بیٹے کی توجہ مندرجہ ذیل الفاظ کے ذریعے مبذول کرواتا ہے۔کہ خُداوند کا خوف دانائی کا شروع ہے اور کہ احمق دانائی اور تادیب کو حقیر جانتا ہے۔پھر خود اس سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ اے میرے بیٹے باپ کی تربیت کا شنوا ہو۔اور اپنی ماں کی تاکید کو ترک نہ کر کہ وہ تیرے سر کے لیے رونق کا تاج اور گردن کے لیے طوق ہے۔پھر اس حکمت کے اصول سمجھا کر کہتا ہے کہ خُدا کا تخت حکومت انسانی دل ہے۔جس سے وہ اپنی بادشاہت دُنیا میں مستحکم، پائیدار اور مستقل رکھتا ہے۔جو کہ پھیلتے پھیلتے عالم گیر ہو جائے گی۔

(ابواب ۸ اور ۹) میں دانائی مجسم ہوتی اور جگہ بجگہ کھڑی ہو کر کل بنی نوع آدم کی توجہ اپنی خوبیوں طرف متوجہ کراتی ہے۔تعلیم دیتی اور تاکید کرتی ہے کہ وہ اس کی طرف متوجہ ہو کر اس کی پیروی کریں۔بعض لوگ گمان رکھتے ہیں کہ یہ مجسم دانائی مسیح ہے۔اور بعض کہتے ہیں کہ خُداوند یسوع مسیح نہ صرف مجسم دانائی ہے بلکہ الوہیت کا سارا کمال اس میں مجسم تھا۔خیر ہم یہ بات تسلیم کر سکتے ہیں کہ مسیح خُداوند دانائی ہی مجسم تھا۔کیونکہ (۱۔کرنتھیوں ۱ باب ۲۴ سے ۳۰) آیات میں مرقوم ہے کہ "ان کے لیے جو بلائے گئے ہیں۔مسیح خُدا کی قدرت اور حکمت ہے۔یعنی وہ ہمارے لیے خُدا کی طرف سے حکمت اور راستبازی اور پاکیزگی اور خلاصی ہے۔یہ دانائی فی الحقیقت الٰہی ہے۔کیونکہ وہ ان کو جو اس کی تلاش کرتے ہیں برکت بخشی ہے"۔چنانچہ (امثال ۸ باب ۳۴ سے ۳۵) میں آیا ہے کہ سعادت مند ہے وہ انسان جو میری سُنتا ہے۔اور جو ہر روز میرے آستانوں پر راہ دیکھتا ہے۔اور میرے دروازوں کی چوکھٹوں پر انتظار کرتا رہتا ہے۔کیونکہ جو مجھ کو پاتا ہے۔وہ زندگی پاتا ہے۔اور وہ خُداوند کی طرف سے فضل حاصل کرے گا۔

حصہ دوئم۔اس دس یعنی (۱۰ تا ۱۹ ابواب) ہیں۔جن میں کہ سلیمان کی امثال شروع ہوتی ہیں۔اور اخیر میں شریر کی حماقت اور دانائی کی خوبیاں بیان ہیں۔حصہ دوئم و سوئم میں اخلاقی اصولوں کے عمل اور درآمد کا طریقہ بیان ہوا ہے۔جن کا ذکر حصہ اول میں ہو چکا ہے۔امثال بتاتی ہیں۔انسان کی طرح اپنے روزمرہ کاروبار میں توانائی استعمال کر سکتا ہے۔کہ اس کا کام اس کے لیے اور اس کے ہم جنس بھائیوں کے لیے کارآمد اور مفید ثابت ہو۔(امثال ۱۰ باب ۱ سے ۲) آیات میں کہتا ہے کہ دانش مند بیٹا باپ کو خوش کرتا ہے۔مگر احمق اپنی ماں کے واسطے باعث غم ہے۔شرارت کے

خزانے کچھ فائدہ نہیں پہنچاتے مگر صداقت موت سے رہائی بخشتی ہے۔ ناراستی ناصرف اس زندگی میں نقصان دہ ہے۔ بلکہ ہم کو خُدا کے حضور بھی نامقبول ٹھہراتی ہے۔ چنانچہ گیارہویں باب میں لکھاہے کہ مکر کے ترازوں سے خُداوند کو نفرت ہے۔ لیکن پورے ترازوں سے وہ خوش ہوتاہے۔ قہر کے دن دولت سے کچھ کام نہیں نکلتا۔ پر صداقت موت سے رہائی دیتی ہے۔ جس طرح راستبازی زندگی بخشتی ہے۔ اس طرح وہ جو بدی کا پیچھا کرتا ہے۔ اپنی موت کو پہنچتاہے۔ جن کے دلوں میں برائی ہے۔ ان سے خُداوند کو نفرت ہے۔ مگر جن کی روشیں سیدھی ہیں۔ وہ ان سے خوش ہے۔ کہ دیکھ صادق کوزمین پر بدلہ دیا جائے گا۔ توکتنا زیادہ شریر اور گنہگار کو راست گوئی کی نسبت سلیمان کہتاہے کہ وہ جو سچ بولتاہے صداقت آشکارہ کرتاہے۔ پر جھوٹا گواہ دغا دیتاہے۔ سچے ہونٹ ہمیشہ قائم رہیں گے۔ مگر جھوٹی زبان صرف ایک دم بھر کی (تھوڑی دیر) ہے۔ جھوٹے لبوں سے خُداوند کو نفرت ہے۔ پر وہ جو راستی سے کام رکھتے ہیں۔ ان سے وہ خوش ہے۔

حصہ سوئم۔ اس میں پانچ یعنی (۲۰ سے ۲۴ ابواب) ہیں۔ یہ عبرت اور تعلیم کے واسطے ہیں۔ اور انسان کو نقصان دہ باتوں سے روکتا اور تاکید کرتاہے کہ وہ ان باتوں کی تحصیل (حاصل کرنے) میں مصروف رہے جو کہ فائدہ مند اور برکت کا باعث ہیں۔ مثلاً (امثال ۲۰ باب پہلی آیت) میں ہے کہ "مے مسخرہ بناتی ہے اور مست کرنے والی ہر ایک چیز غضب آلودہ کرتی ہے۔ وہ جو ان کا فریب کھاتاہے۔ دانش مند نہیں"۔ (۲۰: ۱۷) میں لکھاہے کہ "دغا کی روٹی آدمی کو میٹھی لگتی ہے۔ پر انجام کار کا منہ کنکروں سے پُر کیا جاتاہے۔ (۲۱: ۶) میں پھر آیاہے کہ دروغ گوئی سے خزانہ جمع کرنا ان لوگوں کی جو موت ڈھونڈتے ہیں۔ اڑائی ہوئی بطالت ہے۔ (۲۳: ۲۳) میں نصیحت ہے کہ سچائی کو مول لے اور اس کو نہ بیچ۔ اسی طرح حکمت اور تربیت خرد کو بھی۔ (۲۳: ۲۶) میں لکھاہے کہ "اے میرے بیٹے اپنا دل مجھ کو اور تیری آنکھیں میری راہوں سے خوش ہوں"۔ (۲۱: ۲۷) میں شریروں کی قربانی کی نسبت ذکر ہے۔ کہ وہ نفرت ہے خصوصاً کہ جب وہ بدنیتی سے لائی جاتی ہے۔ (۲۱: ۳۰) میں لکھاہے کہ کوئی حکمت کوئی فہمید کوئی مشورت نہیں جو خُداوند کے مقابل پیش آئے۔ دوسرے اور تیسرے حصوں میں تقریباً (۴۰۰) مثال ہیں۔ جو کہ ہر قسم کی ناراستی انجام بد اور راستی کے نیک انجام پیش کرتی ہے۔

حصہ چہارم۔ اس میں پانچ یعنی (۲۵ سے ۲۹) ابواب ہیں جن میں امثال کا وہ مجموعہ ہے۔ جس کی نقل شاہ یہوداہ حزقیاہ کے لوگوں نے کی تھی۔ (۲۵: ۱) میں صاف لکھاہے کہ اس میں (۱۳۰) سے زیادہ امثال ہیں۔ جو کہ تعلیمی اور نصیحت والی ہیں یہ حصہ سلیمان کی وفات کے دوسو سال بعد تالیف ہوا۔ معلوم ہوتاہے کہ جب حزقیاہ نے ہیکل آراستہ کرکے یہوداہ میں مذہبی بیداری اور اصلاح جاری کی۔ (۲۔ سلاطین ۱۸ باب ۳ سے ۷ آیات اور ۲۔ سلاطین ۳، ۱۹ آیات۔ تو اس وقت اس نے ان آیات کے فوائد ومحاسن دیکھ کر ان میں سے کئی ایک کی نقل کروائی۔ تاکہ وہ اس کے لوگوں میں مشہور اور رائج ہوں۔ اور ان سے راہنمائی پائیں۔

اس حصے میں کئی ایک مفید اور سبق آموز باتیں ہیں جو کہ انسان کو بزمی فرائض وآداب کی تعلیم دیتی ہیں۔ مثلاً ہمسایہ سے سلوک کی بابت آیا ہے کہ تو اپنے ہمسائے کے ساتھ اپنے دعویٰ کا چرچا کر مگر راز کی بات کبھی اس پر فاش نہ کرتا نہ ہو کہ جو کوئی اسے سنے تجھے رسوا نہ کرے۔ کسی طرح سے تیری رسوائی مٹانے سے نہ مٹے۔ اپنے ہمسائے کے گھر جانے سے اپنے پاؤں اکثر روکے رکھ۔ تاکہ وہ تجھ سے کہیں دق نہ ہو جائے اور تجھ سے نفرت نہ کرنے لگے۔ وہ آدمی جو اپنے ہمسائے پر جھوٹی گواہی دیتاہے۔ ایک گوپال، ایک تیز تیر اور ایک تیز تلوار ہے۔ جس طرح شمالی ہوا مینہ لاتی ہے۔ اس طرح چغلی خوری ترش روی پیدا کرتی ہے۔ جھوٹی زبان کی نسبت آیاہے کہ وہ ان سے کینہ رکھتی ہے۔ جن کو اس نے رنجیدہ کیا ہو۔ اور خطرناک تباہی لاتاہے۔

حصہ پنجم۔ اس حصے میں دو یعنی (۳۰اور ۳۱ابواب) ہیں۔ جس میں دونا معلوم اشخاص یعنی یاقہ کے بیٹے اجور اور لیموئیل بادشاہ کا ذکر ہے۔ ان کی نسبت نہ تو پاک کلام میں اور نہ ہی موجودہ تاریخ میں کوئی ذکر ہے۔ بعض لوگ خیال کرتے ہیں۔ ان سے سلیمان ہی مراد ہے۔ (امثال ۳۰:۱) سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرور کوئی ملہم شخص تھا۔ اور اس نے اپنی نسبت یہ کہا کہ آدمی کی دانش مجھ میں نہیں۔ مَیں نے دُنیاوی حکمت نہیں سیکھی۔ غرض کہ وہ مقدسوں کا علم رکھتا تھا۔ لیموئیل کی بابت (امثال ۳۱:۱) میں یوں لکھا ہے کہ لیموئیل بادشاہ کی باتیں وہ الہامی کلام جو اس کی ماں نے اس کو سکھلایا۔ تیسویں باب میں وہ نصائح (نصیحت کی جمع، نیک مشورے) ہے جو کہ اجور نے اپنے دو شاگردوں اتی ایل اور اکال کو دیں۔ ایکتسویں (۳۱) باب میں وہ نصیحت آمیز کلام ہے۔ جو کہ لیموئیل کی ماں اس کو سکھلایا۔

سوال۔8:۔ اس کتاب سے ہم کو کیا خاص تعلیم ملتی ہے؟

جواب:۔ اول۔ خُدا کا خوف رکھیں۔ کیونکہ خدا کا خوف دانش کی ابتدا ہے۔

حصہ دوئم۔ والدین کی اطاعت کریں۔ کیونکہ حالات کا تطاول (دست درازی، ستم، غرور) اس پر اثر رکھتا ہے۔ نیز اخلاقی طور پر بھی یہ ضروری اور لازم وملزوم ہے۔

حصہ سوئم۔ حکمت اور معرفت پر دل لگایا جائے۔ کیونکہ دانائی لعلوں سے بھی بہتر ہے۔ اور ساری چیزیں جن کی تمنا کی جاتی ہے۔ اس کے برابر نہیں۔

چہارم۔ زندگی کی غنایت (نغمہ، موسیقی) کو مدِ نظر رکھیں۔ تاکہ ہماری زندگی سے خُدا کے مقاصد بوجہ احسن انجام پائے۔

حصہ پنجم۔ دِل کی بڑی سے بڑی خبر داری کریں۔ کیونکہ زندگانی کے انجام اس سے ہیں۔

حصہ ششم۔ منہ کی حفاظت کی جائے کیونکہ وہ جو اپنے منہ کی نگہبانی کرتا ہے وہ اپنی جان کی نگہبانی کرتا ہے۔

حصہ ہفتم۔ انسان راستباز اور صادق والقول ہو۔ کیونکہ شریر کی عاقبت (انجام) نیک نہ ہو گی۔ شریر کا چراغ بجھایا جائے گا۔ مکر کی ترازو سے خُداوند کو نفرت ہے۔ مگر جو راستی کے کام کرتے ہیں ان سے وہ خوش ہے۔

حصہ ہشتم۔ شراب خوری سے پرہیز کیا جائے۔ (پرہیز گاری) کیونکہ انجام کار وہ سانپ کی طرح کاٹتی ہے۔ اور بچھو کی طرح ڈنک مارتی ہے۔

حصہ نہم۔ والدین کے فرائض کی ادائیگی اشد ضروری ہے۔ کیونکہ وہ جو اپنے ماں باپ کو لوٹتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ گناہ نہیں وہ غارت گر کا ساتھی ہے۔

حصہ دہم۔ اولاد کی تربیت کی جائے۔ کیونکہ یہ لازم اور انسب ہے کہ لڑکے کی اس راہ میں جس میں اُس کو چلنا ہے۔ سویرے یعنی بچپن میں تربیت پائیں کیونکہ جب وہ بوڑھے ہو جائیں گے تو اس راہ سے باز نہ آئیں گے۔ وہ جو چھڑی کو باز رکھتا ہے۔ بیٹے سے کینہ رکھتا ہے۔ مگر وہ جو اس سے پیار کرتا ہے وہ اسے سویرے اس کی تادیب کرتا ہے۔

حصہ گیارہوں۔ برے آدمی کی صحبت سے پرہیز کریں کیونکہ وہ شرارت کی روٹی کھاتا ہے اور اندھیرے کی مے پیتا ہے۔

حصہ بارہواں۔ اپنی زندگی خُدا کے لیے مخصوص کریں کیونکہ زندگی اُسی کی طرف سے ہے۔ اور اس سے بحال رہتی ہے۔ سو چاہئے کہ اس ہی کی خدمت میں صرف کی جائے۔ کیونکہ صادقوں کی روش اس چمکنے والے نیر کی مانند ہے۔ جو پورے دن تک روشن ہوتا چلا جاتا ہے۔ وہ جو خُداوند کے طالب ہیں کچھ جانتے ہیں۔

واعظ کی کتاب

سوال۔9:۔ واعظ کی کتاب کی تعریف کریں؟

جواب:۔ عبرانی زبان میں اسے "کوہلیتھ" کہتے ہیں۔ جو کہ "کوہیل" سے مشتق مونث اسم فاعل ہے۔ اس کے معنی ہیں "مجمع عام میں واعظ کرنے والا" اس کے یہ معنی بھی ہیں یعنی "فراہم کرنا یا دلیل سے کسی بات کو بلانا پایا تکمیل تک پہنچانا" چونکہ یہ لفظ مونث ہے۔ اس لیے بعض لوگوں نے خیال کیا کہ اس سے مراد "مجسم دانائی" ہے۔ واعظ کی کتاب سلیمان نے خُدا سے برگشتہ ہونے اور توبہ تائب کرنے کے بعد تصنیف کی۔ برگشتگی کی حالت میں اس نے خود سر ہو کر روحانی تجلی اور برکت سے خود کو محروم رکھا ایسی حالت میں وہ اس کتاب کے (اباب ۱۶۔۱۸) آیت میں لکھتا ہے کہ مَیں نے یہ بات اپنے دل میں کہی کہ دیکھ مَیں نے بڑی ترقی کی بلکہ ان سبھوں سے جو کہ مجھ سے پہلے یروشلیم میں تھے۔ زیادہ حکمت پائی۔ میرا دل حکمت اور دانش میں بڑا کار رواں ہوا۔ پر جب میں نے حکمت کے جاننے اور حماقت اور جہالت کے سمجھنے پر دل لگایا تو پتہ چلا کہ یہ سب ہوا پر چلنا ہے۔ کیونکہ اس میں بہت دقت ہے اور جس کا عرفان فراواں ہوتا ہے۔ اس کا دکھ بھی زیادہ ہوتا ہے۔ سو جب اس کو معلوم ہوا کہ اس کی زندگی حقیقی آرام و سکون سے اور خوشحالی سے مرحوم ہے تو پشیمان ہو کر اس نے توبہ کی اور اپنی بری حالت کی کیفیت دوسروں کی عبرت اور تربیت کے لیے قلم بند کی۔ چاہئے کہ ایسے تجربہ سے ہم ہوش میں آئیں۔ اور اپنی زندگی کو آراستہ کریں۔ اس کتاب میں یہوواہ کہیں نہیں آیا کیونکہ اس نے اپنی زندگی میں کچھ کام نہ کرنے دیا۔ اور اس کی زندگی میں یسوع مسیح از توبہ بلکل کچھ حصہ نہ رکھتا تھا۔ فی الواقع ایسی زندگی ایک بڑی بطلان ہے۔ (امثال ۲ باب ۴ سے 9) آیات سلیمان اپنی خود غرضی ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔ کہ مَیں نے بڑے بڑے کام کیے۔ اپنے لیے عمارتیں بنائیں۔ تاکستان لگائے۔ باغیچے اور باغ تیار کیے۔ درخت لگائے۔ تالاب بنائے کہ ان میں درختوں کا ذخیرہ سینچوں۔ مَیں نے غلام اور لونڈیاں مول لیں۔ اور میرے خانہ زاد میرے گھر میں پیدا ہوئے۔ مَیں بہت سے گائے بیل اور بھیڑ بکریوں کے گلوں کا مالک تھا۔ ایسا کہ مَیں ان سب سے جو میرے سے پہلے یروشلیم میں تھے۔ زیادہ مال دار تھا۔ مَیں سونا، روپیہ اور بادشاہوں کو دستاویزوں کا خوب خزانہ اپنے لیے جمع کیا۔ مَیں نے گانے والے اور گانے والیاں رکھیں۔ اور بنی آدم کے اسباب عیش اور بیگمات اور حرمین فراہم کیں۔ سو مَیں بزرگ ہوا۔ اور سبھو کی بانسبت جو مجھ سے پہلے یروشلیم میں تھے۔ زیادہ ترقی کی۔ الغرض سلیمان نے یہ سب کچھ اپنے ہی نفس کے لیے کیا رعایا اور ملک کی خوشحالی، فارغ البالی اور خُدا کے جلال اور شان کے لائق کچھ نہ کیا۔ خود غرض شخص صرف اپنا ہی خیال ہی رکھتا ہے۔ خُدا سے دور ہو کر انسان ضرور خود غرض اور نفس پرست ہو جاتا ہے۔ سلیمان کی خود غرضی (ا۔ سلاطین ۷ باب ا سے ۷) آیات میں بھی خوب مذکور ہے۔

سوال۔10:۔ واعظ کی کتاب کا خاص مقصد کیا ہے؟

جواب:۔ اس کا خاص مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو ایسا بنائے جائے کہ زندگی کی محنت و مشقت صرف اس حال میں برکت کا باعث ہو سکتی ہے کہ جب انسان راست روی اور راستبازی اختیار کرے۔ اور اس پر قائم رہے کہ یہ کتاب صاف بتادیتی ہے کہ اگر انسان اپنی زندگی مجلسی، اخلاقی اور دینی فرائض کی ادائیگی میں صرف نہ کرے تو وہ بڑی بطلان اور یعنی بطلانوں کی بطلان ہو کر رہ جاتی ہے۔

ایوب کی کتاب ایک شخص پیش کرتی ہے جو کہ دینداری اور اقبال مندی کے لیے مشہور تھا۔ شیطان نے خُدا کے حضور اس کی وفاداری پر شبہ کیا۔ اور خُدا نے اس کو اجازت دی کہ وہ اس کی آزمائش کرے۔ چنانچہ شیطان نے اسے ہر طرح کی ممکنہ مصیبت میں مبتلا کیا۔ یہاں تک کہ وہ مصیبت

میں مبتلا ہو کر اپنی دین داری اور وفاداری سے اور خاطر جمعی حاصل کرتا رہا۔ اور پگلایا اور گلایا جا کر کندن کی طرح خالص اور نرمل نکل آیا۔ واعظ کی کتاب بھی ایک شخص کا بیان کرتی ہے۔ جو کہ دینی و دنیاوی برکات سے مالامال اور اقبال مند اور مشہور تھا۔ جو کہ عیش پرستی اور دُنیاوی اور لاحاصل لہو لعب میں پڑ کر دینداری اور وفاداری میں قائم نہ رہا۔ اور اپنی زندگی کے حاصلات سے بے زار ہو کر پکارتا ہے کہ بطلانوں کا بطلان سب کچھ باطل ہے۔ چنانچہ واعظ کی کتاب یہ ظاہر کرتی ہے کہ حقیقی خوشحالی اور اقبال مندی اور شہرت و دینداری اور خُداپرستی پر مبنی ہے۔ (۱۲ باب ۱۳) آیت اس کا حاصل کلام اس طرح ہے کہ "خُدا سے ڈر اور اس کے حکموں کو مان کیونکہ یہ انسان کا فرض اولین ہے"۔

سوال۔11:۔ واعظ کی کتاب کی تقسیم کریں؟

جواب:۔ اس کتاب میں کل بارہ ابواب ہیں۔ جو کہ دو برابر حصوں میں منقسم ہیں۔ حصہ اول میں حکمت دانائی اور عیش و عشرت کی بطالت پر ایک عالمانہ ہے اور عمیق تحقیقی نظر ڈالی گئی ہے۔ اور نتیجہ یوں بیان ہے کہ ان سے دائمی خوشی اور حقیقی راحت مطلقاً حاصل نہیں ہوتی اور کہ وہ بطلانوں کا بطلان ہے۔ حصہ دوئم میں آسمانی یعنی روحانی اور دانائی پیش کی گئی ہے۔ اور اس کی نسبت بتایا گیا ہے کہ وہ مستقل اور مفید ہے اور انسان کی بہتری و بہبودی کا انحصار اس پر ہے۔

سوال۔12:۔ اس کتاب میں کن باتوں کی تعلیم ہے؟

جواب:۔ (1)۔ ہر ایک نعمت ذاتی ہو خواہ منسوبی خُدا کی طرف سے ہے۔ (۲ باب ۲۴) آیت میں مصنف کہتا ہے کہ "انسان کے لیے اچھا ہے کہ وہ کھائے پیئے اور اپنی ساری محنت کے درمیان خوش ہو۔ اپنا جی بہلائے۔ کچھ بہتر نہیں۔ یہ بھی مَیں نے دیکھا کہ خُدا کے ہاتھ کا دیا ہوا ہے"۔

(2)۔ ہر ایک کام کے لیے خُدا کی طرف سے ایک خاص موقع ہوتا ہے۔ چنانچہ (۸ باب کی ۶ آیت) میں لکھا ہے کہ "اس لیے ہر کام کا ایک وقت اور ایک واجبی طور ہے"۔ اور (۳ باب ۱ سے ۳) آیات میں وہ کہتا ہے کہ ہر ایک چیز کا ایک خاص موسم اور ہر ایک کام کا جو آسمان کے نیچے ہے ایک وقت ہے وغیرہ۔ سو چاہیئے کہ انسان وقت کو غنیمت جانے اور موقع کی قدر کرے اور اسے ہاتھ سے جانے نہ دے۔

(3)۔ خُدا کی عبادت سنجیدگی سے کی جائے۔ جس طرح کہ (۵ باب ۱ سے ۸) آیات میں آیا ہے کہ جب تو خُدا کے گھر کو جاتا ہے تو اپنے قدم ہوشیاری سے رکھ۔ اور سننے پر آمادہ رہ۔ نہ کہ احمقوں کے سے ذبیحے گزرانے پر۔ وہ نہیں جانتے کہ وہ زبونی (خرابی) کا کام کرتے ہیں۔ اپنے منہ سے بولنے میں جلدی نہ کرو۔ اور اپنے دل کو روک کہ وہ شتابی (جلدی) سے خدا کے حضور کچھ نہ کہے۔ کیونکہ خُدا آسمان پر ہے اور تو زمین پر۔ سو تو اپنی باتیں تھوڑی کر۔

(4)۔ منہ کی خبر داری اشد ضروری ہے۔ (۱۰ باب ۱۲ سے ۱۳) آیات۔ میں مرقوم ہے کہ دانشمند کے منہ کی باتیں لطیف ہیں۔ پر احمق کے ہونٹ اسی کو نگل جاتے ہیں۔ اس کے منہ کی باتوں کی ابتدا احمقی ہے۔ اور اس کی باتوں کی انتہا فاسد (جھگڑالو، خراب) اُگلتی ہیں۔

(5)۔ جوانی کے ایام میں خالق کی یاد ضروری ہے۔ چنانچہ (۱۲ باب ۱) آیت میں تاکید ہے کہ "اپنی جوانی میں اپنے خالق کو یاد کر۔ جب کہ ہنوز برے دن نہیں آئے۔ اور وہ برس نزدیک نہیں آئے۔ جن میں تو کہے گا کہ ان سے مجھ کو کچھ خوشی نہیں"۔

(6)۔ عدالت کا دن یقینی ہے۔ جیسے کہ (۱۲ باب ۱۴) آیت میں مذکور ہے۔ خدا ہر فعل کو ہر ایک پوشیدہ چیز کے ساتھ خواہ بھلی ہو خواہ بری عدالت میں لائے گا۔

سوال۔13:۔ واعظ کی کتاب کو سمجھنے کے لیے کن باتوں کا خاص خیال رکھنا چاہیئے؟

جواب:۔ مصنف کی حالت کا۔ مصنف اپنی وہ حالت پیش کرتا ہے کہ جب کہ اس نے خُدا کو چھوڑ کر کوشش کی کہ علم و دولت اور مرتبہ اور شہرت کے ذریعے خوش وقتی و راحت اور سکونِ قلب حاصل کرے۔ اس وقت اس نے علم و عقل فیلسوفی اور نفس پر اعتماد کیا۔ اور سب جسمانی خواہشوں کو پالا اور آزمایا اور معلوم کیا کہ یہ سب بطلان ہے۔ آخر کار اس نے پھر خُدا کی طرف رجوع کیا۔ اور اسے اپنا شاملِ حال کیا۔ اور جی میں سکون و اطمینان اور خوش وقتی حاصل کی۔

سوال۔14:۔ ہمیں اس کتاب سے کن خاص باتوں کی نصیحت ملتی ہے؟

جواب:۔(1)۔ ہم خُدا کو اپنی زندگی سے ہر گز جدا نہ کریں بلکہ ہر بات و ارادہ میں اس کو شامل و شریک کریں۔ اور اس کی رہنمائی میں زندگی بسر کریں۔

(2)۔ سوائے خُدا کے اور کوئی ہستی نہیں۔ جس سے کہ انسان کے دل کی خواہشات حاصل ہوں اور کامل خوشی اور سلامتی حاصل ہو سکے۔ ہم خُدا کا خوف رکھیں اور اس کے احکام مانیں کیونکہ انسان کا فرضِ اولین یہی ہے۔

غزل الغزلات

سوال۔15:۔ اس کتاب کی تعریف کریں؟

جواب:۔ یہ کتاب سلیمان کی تصانیف میں سے ایک ہے۔ یعنی اس کے ایک ہزار پانچ گیتوں میں ایک ہے۔ عبرانی میں اس کا نام "شعر ہا سعریم" یعنی گیتوں کا گیت یا سب سے عمدہ گیت ہے۔ سلیمان کا یہ سب سے عمدہ گیت اس اتحاد پر دلالت کرتا ہے۔ جو مسیح اور کلیسیا یعنی برگزیدوں کی جماعت کے درمیان ہے۔ چنانچہ بائبل کے مولفوں نے اسے اس کو الہامی جان کر پاک نوشتوں میں مرتب کیا۔ پہلی صدی عیسوی میں ایک یہودی بنام عقیبانے اس کی نسبت کہاہے کہ کسی اسرائیلی نے کبھی اس کے الہام پر شک نہیں کیا۔ نیز کہ دُنیا کے کل ایام میں سے وہ دن سب سے مبارک ہے جس روز یہ گیت لکھاہے۔ اسی صدی میں اکولہ نے اس کا ترجمہ عبرانی سے یونانی میں کیا۔

سوال۔16:۔ اس کتاب کی تفصیل کے بارے میں مفسرین کا کیاخیال ہے؟

جواب:۔ مفسرین نے اس کو تین طرح سے سمجھاہے۔

حصہ اول۔ بطور تمثیل کے یعنی اس کو تمثیلی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ مسیح کی اور کلیسیا کی باہمی محبت پر دلالت کرتی ہے۔ خاص کر اس نسبت پر جو قوم اسرائیل اور خُداوند یسوع مسیح کے درمیان ہے۔ اور باہمی اخلاص اور وفا کی مقتضی ہے۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ دولہا اور دولہن کا اتحاد سچا اور راسخ ہے۔ اور اگر ممکن ہو تو ایک دوسرے کے لیے جان دینے اور فدا ہونے کو تیار ہوتے ہیں۔

حصہ دوئم۔ مفسرین اس کو علامتی بھی سمجھتے ہیں۔ اور یہ قصہ بیان کرتے ہیں کہ سلیمان بادشاہ نے کہیں ایک دوشیزہ بنام سلومیت کو دیکھا۔ جو کہ نہایت خوش منظر اور شکیل اور نسوانی خصوصیت سے مزین تھی۔ تو وہ اس پر نہایت ہزار جان سے فریفتہ ہو گیا اور محل میں لے جا کر چاہا کہ اسے بیگمات میں شامل کرے مگر اس کی نسبت کسی باغبان سے ہو چکی تھی۔ اور اس باغبان اور اس جمیلہ میں غایت درجے (انتہائی، حد درجہ) کا تعشق و پیار تھا۔ تو جب سلیمان نے اپنی خواہش اس لڑکی پر ظاہر کی تو اس نے تامل سے انکار کر دیا۔ اور اپنی محبت میں قائم اور محبت کے ساتھ وفادار رہی۔ جب سلیمان نے اس لڑکی کی وفا اور اس کے ایثار پر غور کیا تو مَیں تو پہلے خُدا کو عزیز رکھتا تھا۔ وہ مجھ پر مہربان تھا۔ یہاں تک کہ اس نے مجھے بادشاہ بنا دیا۔ اور ہر نوع کی ضروریات و برکات سے مالامال کیا۔ مگر افسوس کہ میری وفاداری اور محبت کہاں گئی؟ مَیں نے اس کو چھوڑا اور عورتوں کی پیروی میں بتوں کی پرستش کی۔ غرض کہ وہ سخت نادم ہوا۔ اور پھر خُدا کی طرف پھرا۔ معافی مانگی اور از سرِنو خدا پر بھروسہ اور اعتماد رکھنے لگا اور یہ کتاب اسرائیل کی تربیت اور ہدایت کے لیے لکھی۔

سوئم۔ مفسرین اسے بطور ڈرامہ یا ناٹک کے سمجھتے ہیں۔ اور اس کی یوں تقسیم کرتے ہیں کہ حصہ اول۔ میں پہلے چار باب اور حصہ دوئم میں پانچ سے آٹھ ابواب رکھتے ہیں۔ اور کتاب کا مقصد یہ بیان کرتے ہیں کہ یہودی قوم کثرت ازدواجی کو چھوڑ کر خاندانی زندگی کا لطف اٹھائیں۔ مکرر (دوبارہ) بحال کریں اور اس کا لطف اٹھائیں۔ نیز وہ کہتے ہیں پہلے چار ابواب میں سلومیت کی محبت کی آزمائش کی جاتی ہے۔

اس طرح کہ محل کی بیگمات اس کے سامنے سلیمان کے وصف اور خوبیاں بیان کر کے چاہا کہ اس کو دام (جال) میں پھنسا دیں۔ مگر اس نے ان کی قیل و قال (بات چیت) اور ان کی گفت و شنید سے تنگ آکر کہا کہ مَیں اپنے والدین کے ہاں جانا چاہتی ہوں۔ تاکہ ان کی خدمت کروں۔ اتنے میں سلیمان آیا اور چکنی چپڑی باتوں یعنی اس کی خوبصورتی اور خوشنمائی کی تعریف بامبالغہ کر کے اس کے سامنے عزت اور دولت کے وعدے کا جال

پھلایا۔ اور چاہا کہ وہ کسی طرح محل میں رہنے پر راضی ہو جائے مگر اس نے نہ مانا تھا۔ سو وہ نہ مانی اور والدین کی عزت اور ناموس اور باغبان کی محبت میں وفادار ٹھہری۔ اور سلیمان سے منہ موڑا اور اس کی دولت وحشمت پر قناعت کی لات ماری۔

ابواب پانچ سے آٹھ میں بتایا گیا ہے کہ سچی اور باوفا محبت لالچ یا شے مبادلہ سے کم یا محو نہیں ہو سکتی۔ دولت و عزت جیسی ناپائیدار باتیں اس کو مغلوب و مطیع نہیں کر سکتیں۔ بلکہ وہ سب مصائب و مشکلات اور تمام آزمائشوں سے کہیں اعلیٰ اور بعید از تسخیر ہوتی ہے۔ اور سب پر غالب رہتی ہے۔ اور دائمی اور مستقل ہوتی ہے۔

سوال۔17:۔ اس کتاب کے مدعا تصنیف کی نسبت کیا خیال کیا جاتا ہے؟

جواب:۔ یہ کتاب خُدا کی دائمی محبت جو کہ اسے اپنے برگزیدوں سے اور وفاداری اور اخلاص جو کہ برگزیدوں کو اس سے ہوتا ہے۔ ظاہر کرتی ہے۔ یا با الفاظ انجیل یوں کہیے کہ دولہا کا تعشق دولہن یعنی کلیسیا کے لیے اور دولہن کا سوز و گداز دولہا یعنی مسیح یسوع کے لیے ظاہر کرتی ہے۔ پینٹی ٹیوک یعنی موسیٰ کی پانچ کتابیں صاف و صریح طور پر بتاتی ہیں کہ قوم اسرائیل نے خود کو خُدا کے لیے مخصوص کیا۔

مگر باہمی عہد پر قائم نہ رہی۔ بلکہ بتوں کی طرف مائل ہو گئی۔ اور خُدا کو چھوڑ دیا۔ اور یہ کتاب بتاکید بتاتی ہے کہ برگزیدوں پر لازم ہے کہ خُدا اور حرفِ خدائی کو چاہیں۔ اسی سے محبت رکھیں اور اس کی پیروی کریں۔ آمین